جذب القلوب الی دیار المحبوب

تاریخ مدینہ

مصنف

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترتیب جدید

مولانا حافظ قاری لیاقت علی انجم صاحب کوٹلوی
فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ناشر:
شبیر برادرز ۴۰۔بی اردو بازار لاہور

نام کتاب	————	جذب القلوب الی دیار المحبوب تاریخ مدینہ منورہ
مصنف	————	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی
تقدیم	————	محمد منشا تابش قصوری
ترتیب جدید	————	حافظ قاری لیاقت علی انجم
کمپوزنگ	————	ورڈ میکرز بیڈن روڈ لاہور
بار اول	————	۱۹۹۸ء / ۱۴۱۹ھ
صفحات	————	
مطبع	————	
ناشر	————	ملک شبیر حسین

ملنے کا پتہ

شبیر برادر ۴۰ بی اردو بازار لاہور

فہرست مضامین تاریخ مدینہ منورہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدایا ایں کرم بار دگر کن

حضرت شاہ محمد ہاشم رحمہ اللہ تعالیٰ جامع الشواہد میں تحریر فرماتے ہیں۔
ماہ ربیع الاول شریف کی ایک پرکیف اور نورانی رات میں امام العاشقین حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی نے ایک روح پرور اور ایمان افروز خواب دیکھا کہ محراب النبی ﷺ کے قریب حبیب کبریا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ جلوہ افروز ہیں' ذکر و اذکار اور حمد و نعت کا سلسلہ جاری ہے حضرت جامی علیہ الرحمتہ بھی چند نعتیہ اشعار پیش کرتے ہیں' جنہیں سرکار ابد قرار ﷺ منظور فرماتے ہیں۔

جب آنکھ کھلی تو جامی پر وجد و سرور کی کیفیت طاری تھی' عالم جذب میں فرمانے لگے۔ وہ نورانی رخ زیبا جو چاند سے زیادہ حسین اور روشن ہے جب جبین مقدس سے آپ نے اپنے موہائے مبارک کو ہٹایا تو سراج منیر کی تجلیاں نمودار ہونے لگیں' اس کے بعد جب جامی کا اپنے وطن آنا ہوا تو بے تابی کے عالم میں پکارنے لگے۔

نسیما جانب بطحا گزر کن
ز احوالم محمد را خبر کن
ببر ایں جان مشتاقم در آنجا

نثار روضہ خیر البشر کن
توئی سلطان عالم یا محمد ﷺ
ز روئے لطف سوئے من نظر کن
مشرف گرچہ شد جامی زلطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن

بیان کرتے ہیں کہ ایک ہفتہ بھی گزرنے نہیں پایا جاتا کہ انہیں آپ ﷺ نے پھر زیارت سے مشرف فرما دیا۔

حضرت مولانا نجیب اشرف صاحب رضوی رقمطراز ہیں۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ کو سرکار دو عالم' نبی مکرم ﷺ سے بے حد عشق تھا اگر کوئی شخص نعتیہ اشعار پڑھتا تو بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے' آخر فرقت کا غم لئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے' کبھی باب رحمت کے پاس بیٹھے روتے رہتے' کبھی مواجہہ شریف کے پاس آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتے' کبھی گنبد خضراء پر نگاہیں جماتے' کبھی ریاض جناں میں بیٹھے التجائیں کرتے۔

کرم یا محمد کرم یا محمد
کہ در پر تمہارے غریب آگیا ہے

ہر صبح و شام اسی بے قراری کے ساتھ گزرتی ایک دن باب مجیدی کے قریب بیٹھے بیٹھے یوں استغاثہ پیش کرنے لگے۔

کرکے نثار آپ پر گھر بار یارسول
اب آپڑا ہوں آپ کے دربار یارسول
عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا
ہوں امتی تمہارا گنہگار یارسول
ذات آپ کی تو رحمت و شفقت ہے سربسر

میں گرچہ ہوں تمام خطاوار یارسول
ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یارسول

یہ استغاثہ لکھا اور دن بھر روتے رہے' اسی شب آپ کو زیارت کا شرف حاصل ہو گیا۔ بے انتہا مسرور ہوئے اور دوسرے دن حاضر ہو کر عرض کیا۔

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن

مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ' سچے عاشق رسول تھے' تہجد کے وقت اپنا نعتیہ کلام بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کرتے اور صبح تک روتے رہتے' ہجر و فراق کی کیفیت حد سے گزر گئی تو مدینہ شریف حاضر دربار ہوئے' گنبد خضراء کے انوار و تجلیات کے فانوس سے محبت کی روشنی دل و نگاہ کو منور کر رہی تھی' طالب دید کے نیاز عشق کا مجسمہ بنے ہوئے تھے' ایسی ساعت سعید کی کیفیات کو سمیٹتے ہوئے عرض گزار ہوئے فاران کے بتکدے کو دارالسلام بنانے والے مجھے بھی شرف زیارت عطا کیجئے' رات بھر بیقرار رہے۔ صبح مواجہہ شریف میں رات کی کمائی یوں پیش کرنے لگے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
کون پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں

رات بھر دربار گوہر بار میں حاضری دی اور زیارت کی درخواست گزاری اسی شب جمال جہاں آرا سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں' جب آپ کا قافلہ مدینہ طیبہ سے الوداع ہونے لگا تو بے اختیار پکار اٹھے۔

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات کو کون نہیں جانتا جن کے تلامذہ نے دین اسلام کی اس نہج پر آبیاری فرمائی کہ قیامت تک امت محمدیہ علیہ التحیتہ والثناء انہی کی راہ پر کامیابی سے چلتی رہے گی آپ انہیں نفوس قدسیہ میں شامل ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہوا اور انعام یافتگان کے نقش قدم پر چلنے سے ہی صراط مستقیم کی سعادت نصیب ہوتی ہے اسی دن شب و روز نمازوں میں اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ دعا اسی کی بارگاہ اقدس میں پیش کرتے رہتے ہیں اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم' الٰہی صراط مستقیم پر استقامت مرحمت فرما اور اپنے ان مخصوص بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عنایت کیجئے جنہیں تو نے انعام و اکرام کی دولت ابدی سے سرفراز فرمایا ہے۔

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ بھی انہیں انعام پانے والوں میں سے ہیں جب آپ عشق و محبت کی دولت بیکراں لئے مدینہ طیبہ بارگاہ سیدالمرسلین میں حاضری دیتے تو یوں سلام عرض گزار ہیں۔

الصلوة والسلام علیک یا سیدالمرسلین

نہ جانے کس عشق و محبت اور کتنے خلوص سے اپنی بے قراری کو شامل کئے صلوٰة و سلام کا نذرانہ پیش کررہے تھے کہ محسن کائنات' اپنے محب صادق اور مشتاق دید کو جواباً نوازتے ہیں۔

وعلیک السلام یا امام المسلمین

پھر تو بارگاہ رحمة للعلمین ﷺ میں حاضری کے تار بندھ گئے' ستر سالہ زندگی میں پچپن مرتبہ حج و زیارت سے شاد کام ہوئے اور بقولے جامی ہر بار استغاثہ پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دست سوال دراز کرتے۔

خدایا ایں کرم بار دگر کن

فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی قادری اشرفی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور ضلع اوکاڑہ۔

حدیث شریف پڑھاتے پڑھاتے نبی کریم ﷺ کی محبت میں کچھ اس طرح محو ہوجاتے کہ جیسے یہاں نہیں بلکہ گنبد خضراء کے سائے میں قیام کئے دست بستہ بارگاہ حبیب کبریا ﷺ میں صلوٰۃ و سلام پیش کررہے ہیں اور جب محویت کے نشہ سے سرشار ہوتے تو یوں پکار اٹھتے۔

نہ مرنا یاد آتا ہے نہ جینا یاد آتا ہے
محمد یاد آتے ہیں مدینہ یاد آتا ہے

ہم مشکوٰۃ شریف کا درس لے رہے تھے کہ آپ پر عشق و محبت کی لہر طاری ہوئی اور پکارنے لگے۔

نہ مرنا یاد آتا ہے نہ جینا یاد آتا ہے
محمد یاد آتے ہیں مدینہ یاد آتا ہے

راقم السطور نے اس وقت کو قبولیت کا سماں قرار دیا اور اپنے جماعتی مولانا حافظ نذیر احمد نوری خطیب اعظم گوجرانوالہ سے کہا یہ قبولیت کی گھڑیاں ہیں وقت کے عظیم محدث اور عدیم المثال عاشق رسول ﷺ کی آنکھیں محبت کے آنسو بکھیر رہی ہیں آیئے ہم ملکر دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں بیک وقت حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔ چنانچہ ہم نے چپکے سے دعا مانگی سکون و اطمینان کا جھونکا سا محسوس ہوا اور دل نے گواہی دی۔ ہماری یہ دعا یقیناً باریابی سے ہمکنار ہوچکی ہے۔ بس پھر کیا تھا ہمیں اس دعا کا ثمرہ نصیب ہوگیا اور پھروہ مبارک وقت آیا کہ ہم نے بیک وقت حج و زیارت، کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔ ہاں یہ تو محب صادق فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی حضور پرنور اللہ عالم ﷺ سے والہانہ محبت کے آنسوؤں کی خیرات ہے جو ہمیں عطا ہوئی

خود ان کی کیفیت کیا تھی مسجد نبوی میں بخاری شریف کا درس دیا جا رہا ہے ہم پندرہ سولہ جماعتی گنبد خضراء کے عکس جمیل کو اپنی آنکھوں میں سمائے بخاری شریف پیسے یہ حدیث شریف پڑھ رہے ہیں۔ بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

اس طرف روضہ کا نور اور اس طرف منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

جب یہ حدیث شریف روضہ مقدسہ کے سامنے پڑھ رہے تھے تو ہم نے اپنی قسمت اور اپنے نصیب کو آسمانوں سے بھی بلند تر پایا' عجیب کیفیت طاری تھی' سرور کا ایک ریلہ تھا' سرشاری کے نشے سے وجد کناں تھے اور فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ فرما رہے تھے۔ حضرت جامی کے کلمات کو غنیمت جانتے ہوئے زبان پر لائیے قبولیت پائیں گے۔

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن

چنانچہ ہماری آرزوئیں قبول ہوئیں' بار بار جانا نصیب ہوا اور پھر مجھے یوں عرض کرنا پڑا۔

مشرف گرچہ شد سہ بار تابش
ہے حسرت حاضری کی مثل جامی
خدایا کر عطا عشق دوری
حضوری میں رہوں ہر دم سلامی
محمد مصطفیٰ پر جاں فدا ہو
یہی ہے آرزو میری مدامی
نبی کی نعت گوئی کی بدولت

سعادت یافتہ سعدیؔ نظامی
نفس گم کردہ می آید ہمیشہ
جنید و بایزید‘ ایں جا تمامی
میرے ہاتھوں میں ہے دامن نبی کا
خوشا قسمت ملی ان کی غلامی
یقیناً ہوچکا ہے نقش دل پر
خدا و مصطفیٰ کا نام نامی
ہو میرا خاتمہ عشق نبی پر
میسر ہو مجھے یوں شاد کامی
بحق سید الکونین تابشؔ
عطا ہو درد رومی‘ سوز جامی
مشرف گرچہ شد سہ بار تابشؔ
ہے حسرت حاضری کی مثل جامی

شیخ المشائخ حضرت سید ابو احمد محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمہ اللہ تعالیٰ 1294ھ کو حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے جن کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہے‘ خاندان اشرفیہ کو آفاقی سطح پر متعارف کرانے میں ان کا بڑا عمل دخل ہے۔ پاک و ہند کے بکثرت اکابر علماء و مشائخ ان کے خلفاء ہوئے آجکل پاکستان میں اس سلسلہ کو ترقی پر گامزن کرنے والی شخصیت اپنی مثال آپ ہے پاکستان میں شاید ہی کوئی عالم یا پیر ہوگا جو بین الاقوامی سطح پر ان کے برابر سفر کر چکا ہو‘ پوری دنیا کی سیاحی ان کے ساتھ خاص ہو کر رہ گئی ہے۔ علوم جدیدہ و قدیمہ پر عبور رکھتے ہیں۔

پیر طریقت‘ رہبر شریعت الحاج الحافظ ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی دامت برکاتہم امیر حلقہ اشرفیہ (رجسٹرڈ) پاکستان‘ کے نام سے متعارف

ہیں، آج تک 25 حج اور 90 عمرے کر چکے ہیں، سال میں تین چار بار عمرہ مبارکہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور ہر بار، بارگاہ رحمتہ للعلمین ﷺ سے اجازت طلب کرنے کے وقت پھر حاضری کی درخواست کرتے ہوئے بارگاہ رب العلمین میں حضرت جامی کا دعائیہ شعر پیش کرتے ہیں۔

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن

ہاں! بات ہو رہی ہے۔ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمتہ کی جب واپسی ہوئی تو فرقت و جدائی کو برداشت نہ کر سکے اور یوں عرض گزار ہوئے۔

دل پہ غم نے پھر لگایا زخم کاری یارسول
درد میں اب حد سے گزری بیقراری یارسول
آپ کی فرقت خزاں ہے درد دل کے واسطے
آپ کا دیدار ہے فصل بہاری یارسول
قافلے ہر سال جاتے ہیں مدینہ کی طرف
میری کب آئے گی واں جانے کی باری یارسول
اشرفی شوق زیارت سے تڑپتا ہے مدام
صدمہ ہجراں سے ہے اب جانا عاری یارسول

یہ استغاثہ بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کرنا ہی تھا کہ زیارت محبوب سے باریاب ہوئے اور اسی سال ہی مدینہ طیبہ سے بلاوا آگیا، پھر تو آمدورفت کا سلسلہ ہمیشہ برقرار رہا جب بھی مدینہ طیبہ سے واپسی ہوئی تو حضرت جامی علیہ الرحمتہ کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیتے۔

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن

صاحب جذب القلوب امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی

رحمہ اللہ تعالیٰ برصغیر پاک و ہند کے ان چند معروف ترین عاشقان مصطفیٰ ﷺ میں ایک عظیم ترین عاشق ہیں جن کے عشق و محبت کے عقلی و نقلی دلائل حد و عد سے زیادہ ہیں آپ کی ہر تصنیف کا ایک ایک کلمہ' ایک ایک جملہ' ایک ایک حرف بلکہ ایک ایک نقطہ عشق و محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے' عدیم المثال تصنیف' جذب القلوب الیٰ دیارالمحبوب تواریخ مدینہ اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے جو براعظم ایشاء میں فضائل و مناقب مدینہ منورہ پر لکھی گئی ہے اس سے پہلے اس خطے میں کوئی ایسی کتاب نہیں ملتی جو شہر رسول ﷺ پر اتنی جامعیت کی حامل ہو۔ یہ کتاب مستطاب بھی آپ کے عشق کی منہ بولتی تصویر ہے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمتہ جب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو تمناؤں اور التجاؤں کے ایک طویل استغاثہ میں بڑی محبت سے اظہار کرتے ہوئے عرض گزار ہیں۔

خرابم در غم ہجر جمالت یارسول اللہ
حال خود نما' رحمے بجان زار شیدا کن

تو دل بے قابو ہوگیا اور بقول خود۔

گریہ زار زار در گرفت

دیدم کہ آنحضرت ﷺ برسریرے نشستہ درس علم حدیث شریف میفر مایند و انوار جمال و جلال ازوجہ شریف وے متلالی است و باحسن صورت متجلی است کہ فوق آں تصور نتواں کرو۔ (حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی از خلیق احمد نظامی ص 118)

ترجمہ:۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ ایک تخت پر جلوہ فرما حدیث شریف کا درس دے رہے ہیں اور جمال و جلال کے وہ انوار ان کے چہرہ مبارک پر چمک رہے ہیں جن سے زیادہ تصور ہی نہیں کئے جاسکتے۔

اسی شب یہ بھی خواب میں دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اعدائے دین

سے لڑنے کے لئے لشکر تیار کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت کی پوری زندگی حقیقت میں اسی خواب کی تعبیر بن گئی وہ آخری سانس تک حدیث کی نشرواشاعت میں سرگرم رہے۔ آپ ماہ محرم کو 958ھ- 1551ء دہلی میں پیدا ہوئے۔ 21 ربیع الاول 1052ھ کو یہ آفتاب علم و عشق جس نے 94 سال تک فضائے ہند و پاک کو اپنی ضوفشانی سے منور رکھا' غروب ہوگیا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است برجریدہ عالم دوام
خدا رحمت کند ایں
ایں عاشقان پاک طینت را

محمد منشا تابش قصوری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

استغاثہ

میری برباد بستی کو بسا دو یا رسول اللہ
کنارے پر میری کشتی لگا دو یا رسول اللہ

پریشاں حال ہوں للہ نگاہِ لطف ہو جائے
سنو آہ و فغاں غم کو مٹا دو یا رسول اللہ

یہ نظریں آپ کے دیدار کی طالب ہیں مدت سے
رخِ پرنور سے پردہ اٹھا دو یا رسول اللہ

مری تقدیر بن جائے مری قسمت سنور جائے
مریضانِ محبت میں بٹھا دو یا رسول اللہ

رحیم بیکساں تم ہو حکیم درمنداں ہو
طبیبِ مرضِ عصیاں ہو دوا دو یا رسول اللہ

مرا مسکن مدینہ ہو مرا مدفن مدینہ ہو
مرا سینہ مدینہ ہی بنا دو یا رسول اللہ

یہی ہے آرزوئے زندگی تابش قصوری کی
دمِ آخر رخِ زیبا دکھا دو یا رسول اللہ

محمد منشا تابش قصوری

کروں تا کجا انتظارِ مدینہ

معطّر معطّر دیارِ مدینہ • منوّر منوّر جوارِ مدینہ
دو عالم نہ کیوں ہوں نثارِ مدینہ • ہیں محبوبِ ربّ تاجدارِ مدینہ
فضائے ریاضِ جناں دیکھتا ہوں • نظر میں ہیں باغ و بہارِ مدینہ
ابوبکر و فاروق و عثمان و حیدر • فدائے نبی چار یارِ مدینہ
دکھا دو مجھے اپنا شہرِ مبارک • میرے تاجور، شہریارِ مدینہ
مجھے سبز گنبد کا دیدار بخشیں • میں دیکھوں جمالِ دیارِ مدینہ
کبھی ہو طوافِ حرم مجھ کو حاصل • کبھی دیکھوں جا کر مزارِ مدینہ
پہنچ جاؤں یا ربّ وہاں جیتے جی میں • کروں تا کجا انتظارِ مدینہ

رضا و ضیا کا ہے یہ فیض تابش
کہ تو بھی ہے مدحت نگارِ مدینہ

محمد منشا تابش قصوری

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبدالحق بن سیف الدین ترک دہلوی بخاری بعد حمد و صلوٰۃ کے فرماتے ہیں کہ ہر زمانے میں علمائے سیر و تواریخ نے اس بلدۂ ابرار کی خیر میں بڑی بڑی کتابیں اور دفتر لکھے ہیں۔ منجملہ مختلف تالیفات کے مشہورتر اور میرے نزدیک عمدہ ترین تاریخ وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ ہے اس کے مولف یکتا علمائے اعلام عالم مدینہ خیرالانام نورالدین علی بن شریف عفیف الدین بن عبداللہ بن احمد الحسینی السمہودی مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں ان کا جائے قرار فرمائے۔ آمین۔ 29 ذیقعدہ 911ھ جمعرات کے دن صبح کے وقت ان کا انتقال ہوا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے نزدیک بقیع میں دفن کئے گئے۔ کتاب وفاء الوفا ایک ایسی کتاب ہے جس میں مدینہ منورہ کے جملہ حالات، غزوات نیز باقی حوادثات اور احادیث و آثار، متعدد روایتیں اور مختلف اقوال جمع کردیئے ہیں گویا دریا کو کوزے میں بند کردیا ہے لیکن اصل کتاب ایک خاص قضیہ کے سبب سے مسجد شریف میں جل گئی اور اس کا خلاصہ ایک دوسری کتاب جس کا نام اقتفار الوفا ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کی قسمیں تمام ہوں۔ 886ھ میں مختصر کرکے جمع کیا۔ اس کے بعد کتاب وفاء الوفا کا مئی 893ھ میں ایک دوسرا مختصر انتخاب کیا گیا اس کا نام خلاصۃ الوفا باخبار دارالمصطفیٰ رکھا گیا اور یہی خلاصہ اس زمانے میں لوگوں کے پاس محفوظ اور مشہور ہے اور مجھے بھی منظور ہے کہ کتاب وفاء الوفا کی نقل کروں اس لئے گزارش ہے کہ اگر کتاب خلاصۃ الوفا کی بعض روایات میں کچھ مخالفت نظر

آئے اور دور نہ ہو تو آپ لوگوں کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ سید سمنودی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرا رسالہ بھی ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ واقعات آتشزدگی اور مسجد شریف کے گر جانے کے بعد جبکہ لوگوں نے اس عمارت شریف کی تجدید میں تاخیر کی ہے اس کو تفصیل سے تحریر فرمایا ہے۔ نیز مسئلہ حیات انبیاء پر بالتفصیل مکمل طور پر تحقیق کی ہے چنانچہ اس رسالہ سے بھی اس کے مناسب موقع پر اس کتاب میں نقل کیا گیا ہے اور اتفاقاً" بعض تواریخ اور دوسری کتابوں سے بھی انتخاب کرلیا ہے تاہم یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس کی رفتار اس کے اشارہ کے بغیر پوری نہ سمجھی جائے گی۔ الا ماشاءاللہ۔

اس کتاب کے مسودہ کی ابتدا 998 ہجری کو مدینہ منورہ کے اندر ہوئی اور اختتام 1001 کو دہلی میں ہوا ہے۔ اس کتاب کا اصل نام جذب القلوب الی دیار المحبوب ہے جو شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے اور مجھے یہ کتاب دل سے مرغوب ہے اس کو سترہ ابواب میں تقسیم فرمایا ہے۔ پہلے باب میں اس شہر عظیم الشان کے نام اللہ تعالیٰ اس کی عظمت و شرافت کو زیادہ کرے۔ دوسرے باب میں اس کے فضائل و محامد جس کا ذکر احادیث اور آثار سے ثابت ہے۔ تیسرے میں وہ اقوال جو زمانہ قدیم سے اس بقعہ کرامت نشان کے متعلق ہیں۔ چوتھے میں ان اسباب کا ذکر جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہر میں تشریف لے جانے پر آمادہ کیا تھا۔ پانچویں میں حضور سید المرسلین خاتم النبین کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمانا۔ چھٹے باب میں مسجد نبوی شریف کی کیفیت اور وہاں کے تمام مقامات مقدسہ کے حالات۔ ساتواں ان تغیرات اور زیادتیوں کے بیان میں جو مسجد شریف میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئیں۔ آٹھواں فضائل مسجد شریف اور روضہ منیف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں نواں مسجد قبا کی تعمیر اور تمام مساجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں دسواں ان آثار متبرکہ کے ذکر جو بشرف حضور فائض النور کے مشہور ہیں۔ گیارھواں

بعض ان مقام مقدسہ کے بیان میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع اور مشہور ہیں۔ بارہواں بقیع کے مقبرہ شریف اور اس کی قبروں کے فضائل کے بیان میں تیرہواں جبل احد کے فضائل اور وہاں کے شہداء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذکر میں چودھواں حضور سید الانام کی زیارت کے فضائل اور ثبوت میں تمام انبیا علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ پندرہواں اس بیان میں حضور ﷺ کی قبر انور کی زیارت واجب اور مستحب ہے اور آپ کا توسل نیز آنجناب جنت ماب سے مدد چاہنا۔ سولہواں حضور سید الانام کی زیارت کے آداب اور اس مقام عالی میں ٹھہرنا پھر وہاں سے اپنے وطن کو لوٹنے کا ذکر سترہواں درود کے آداب و فضائل اور اس کے متعلق۔

پہلا باب

مدینہ منورہ کے مختلف نام اور القاب کے بیان میں اللہ تعالیٰ اسکی عظمت و شرافت میں اضافہ فرمائے

ناموں کی کثرت ہی سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس شہر شریف کی کتنی عظمت ہے اسماء الٰہی عزشانہ اور القاب حضرت رسالت پناہ ﷺ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جس کے نام کثیر ہیں اس کی بلندی و عظمت بھی زیادہ ہے۔ خاص کر ایسے وقت میں کہ ایک نام مشتق ہو۔ ایک ماخذ شریف سے اور اس بات کی خبردیتا ہو کہ اس سے ایک صفت عظیم پیدا ہوتی ہے۔ روئے زمین کا کوئی شہر ایسا نہیں ہے کہ جس کے نام اتنی کثرت کو پہنچے ہوں جیسے کہ مدینہ پاک کے نام ہیں۔ بعض علمائے نے سعی کرکے تقریباً ایک سو اور بعض نے اس تعداد سے کم و بیش جمع کئے ہیں لیکن اس کتاب میں صرف وہ نام درج کئے جائیں گے جن کی دلالت اس جگہ کی شرافت اور کرامت پر اظہر من الشمس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت کو شامل حال کرتے ہوئے میں عرض کرتا ہوں کہ جو نام سرور کائنات حضور ﷺ کا پسندیدہ اور محبوب ہے وہ طابہ اور طیبہ اور طیبہ تشدید کے ساتھ اور طایبہ ہے بلکہ تمام مشتقات اس مادہ سے ملاحظہ تعظیم اور انتہائے ادب کا خصوصیت کو چاہتا ہے لیکن ممکن ہے کہ اس مقام پر کسی دلالت کا پایا جانا جواز پر وسعت اور عمومیت کی گنجائش رکھتا ہو۔

واللہ اعلم اور ان ناموں کا بولنا اس کی طہارت کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ شرک کی نجاست سے یہ سرزمین پاک ہے اور طبائع سلیمہ کے موافق ہے نیز اس کی آب و ہوا نہایت پاکیزہ ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس خطہ شریف کے رہنے والے اس کی مٹی اور اس کے درودیوار سے ایسی عمدہ خوشبو پاتے ہیں جس کی مثال میں دنیا کی کوئی خوشبو پیش نہیں کرسکتے۔ یہاں کے رہنے والوں کے سوا اور سچے محبان مشتاق کے شائبہ ذوق میں بھی تھوڑی خوشبو پہنچتی ہے۔ چنانچہ ابی عبداللہ عطار نے کہا ہے۔ شعر

بطیب رسول اللّٰه طاب نسیمها

فماالمسک والکافور والصندل الرطب

ترجمہ۔ رسول اللہ ﷺ کی خوشبو کی وجہ سے اس کی ہوا خوشبودار ہوگئی۔ ہوا اس کی پس ایسی خوشبو مشک اور کافور اور صندل رطب میں نہیں ہے۔ شبلی ایک روشن ضمیر اور اہل دل علماء میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مدینہ پاک کی مٹی میں ایک خاص خوشبو ہے جو مشک و عنبر میں نہیں پائی جاتی اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ جہاں پر حبیب خدا ﷺ کے سانسوں کی ہوا پہنچی ہو وہاں مشک و عنبر کی کیا حیثیت ہے۔ بیت

دراں زمیں کہ نسیمے ورزد طرۂ دوست

چہ جائے دم زدن نافہائے تاتاری

ترجمہ :۔ جہاں کہیں آپ کے گیسوئے عنبریں کی خوشبو پھیلے' وہاں پر تاتاری نافعہ کا تو نام لینا ہی فضول ہے' یعنی اسے تو آپ کی خوشبو کے سامنے دم مارنے کی جرات نہیں۔

ز نسیم جاں فزایت تن مردہ زندہ گردد

زکدام باغے اے گل کہ چنیں خوش است بویت

ترجمہ :۔ اے پھول تو کس باغ سے جلوہ گر ہوا ہے' کیونکہ تیری خوشبوئے

جاں فزا سے تو مردوں کو حیات نو مل رہی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے ان اللہ امرنی ان اسمی المدینتہ طابہ ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھوں۔
وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کا نام توریت میں طابہ و طیبہ اور طیبہ ہے۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص مدینہ پاک کی زمین کو غیر سے نسبت کرے اور اس کی ہوا کو ناخوش کہے وہ واجب التعزیر ہے اس کو قید کیا جائے یہاں تک کہ سچی توبہ کرلے۔ زمانہ سعادت نشان نبوت سے پہلے مدینہ شریف کو یثرب و اثرب بروزن مسجد کہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے حکم سے اس کا نام طابہ اور طیبہ رکھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یثرب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی ایک کا نام ہے جب ان کی اولاد متفرق شہروں میں آباد ہوئی تو یثرب نے اس سرزمین میں قیام کیا۔ علمائے تاریخ کا اس میں اختلاف ہے کہ یثرب خاص مدینہ پاک کا نام ہے یا اس طرف کا جو احد پہاڑ کی مغربی جانب میں واقع ہے جس میں کثرت سے کھجوروں کے درخت اور چشمے تھے۔ اکثر علماء نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور نیز اثارب کا لفظ جمع کا صیغہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

ابن زبالہ جو مورخین مدینہ کے امام مانے جاتے ہیں اور منجملہ اصحاب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں نیز دوسرے حضرات نے بھی علماء سے روایت کیا ہے کہ مدینہ منورہ کو یثرب نہ کہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ میں ایک حدیث آئی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یثرب کہے تو اس کو ضروری ہے کہ اس کی تلافی اور تدارک میں دس مرتبہ مدینہ کہے اور امام احمد اور ابو علی نے روایت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص مدینہ کو یثرب کہے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ میں استغفار کرے اس کا نام طابہ ہے۔ انہیں روایات کے مثل دوسری بھی آئی ہیں لفظ یثرب سے کراہت کی وجہ اس کا مشتق ہونا ثرب کی وجہ سے ہے جس کے معنی فساد کے ہیں یا تثریب سے جس کے معنی مواخذہ اور عذاب کے ہیں ان سب باتوں کے علاوہ یثرب ایک کافر کا نام بھی ہے لہٰذا اس کے نام پر اس مقام شریف کا نام رکھنا جس کی عزت شرک کے غبار اور کفر سے پاک و بری ہو۔ کسی طرح مناسب نہیں ہے اور جو کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ یااھل یثرب لا مقام لکم بعض منافقوں کی زبان سے ہے کہ مدینہ منورہ کا نام اس نام سے رکھ کر دادنفاق دیتے تھے اور بعض احادیث میں بھی مدینہ منورہ کا نام یثرب آیا ہے اس کی توجیح علماء کہتے ہیں کہ یہ ممانعت سے پہلے کا ہے۔ واللہ اعلم

منجملہ اور ناموں کے اس خطہ شریف کا نام ارض اللہ اور ارض الہجرت بھی ہے اور آیت کریمہ الم تکن ارض اللّٰہ واسعتہ فتھما جروفیھما ان دونوں ناموں کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ اکالتہ البلدان واکالتہ القریٰ بھی اس بات کی گواہ ہے کہ تمام شہروں پر اس کو غلبہ ہے اور اس کے احکام بھی تمام اطراف عالم پر غالب ہیں نیز غنیمتیں اور خزانے جو یہاں آتے ہیں اس کے القاب سے ہے اور بعض علماء نے اس معنی کو غلبہ فضیلت اور عظمت رتبہ پر محمول کیا ہے۔ یعنی تمام فضیلتیں اس کی عظمت کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ جیساکہ مکہ مکرمہ کو ام القریٰ کہتے ہیں یہ نام تمام شہروں کے مقابلے میں باعتبار اس کی اصلیت کے ہے۔ لوگوں نے کہا ہے کہ اکالتہ القریٰ کی بنسبت ام القریٰ زیادہ اچھا ہے اس لئے کہ اگر اس کو ماں کہا جائے تو چونکہ اس کے رہنے والوں کو کبھی اضمحلال نہیں ہے۔ اس لئے ماں ہونے کا حق ادا ہوجاتا ہے اور اس کا ایک نام ایمان بھی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے۔ والذین تبوء الدار والایمان انصار کی شان اور بلند قدر محبان کی تعریف میں

نازل ہوئی ہے۔ یہ شہر مکرم ایمان کے احکام کا مظہر اور مظہر ہے اور یہی ایمان کا سرچشمہ ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایمان کا فرشتہ جو ایمان والوں کے دلوں پر ایمان القا اور الہام کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ کا رہنے والا ہوں اور ہرگز اس شہر سے باہر نہ جاؤں گا جب اس بات کو حیا کے فرشتہ نے سنا تو کہنے لگا کہ میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور کبھی تجھ سے جدا نہ ہوں گا اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ حیا اور ایمان یہ دونوں صفتیں رسول اکرم ﷺ کے شہر پاک میں مجتمع اور ایک دوسرے کے لئے لازم ہوگئی ہیں۔ الحیاء من الایمان بارہ وبرہ بڑائی اور بھلائی کے معنوں میں ہے۔ یہ بھی اسم صفتی اسی مکان نیک علامت کے ہیں اس لیے کہ یہ جگہ نیکیوں کا خزانہ ہے اور بھلائی کا جعدن بلا قسم بھذا البلد میں خداوند عالم نے اس کی قسم یاد فرمائی ہے۔ اس سے بھی بقول بعض مفسرین کے مدینہ ہی مراد ہے۔ اس وجہ سے کہ حضور سید المرسلین ﷺ تاحیات یہیں اقامت پذیر رہے اور بعد وصال دینوی بھی اسی جگہ جلوہ افروز ہیں اس لئے اس شہر پاک کو یہ بزرگی اور لباس شرافت عطا ہوا ہے لیکن اکثر علماء کے بقول اس آیت شریف سے مکہ مکرمہ مراد ہے اور چونکہ یہ مکہ مکرمہ ہی میں نازل ہوئی ہے اس لئے اس قول کو ترجیح ہے واللہ اعلم بیت رسول اللہ ﷺ بھی اس کے القاب شریف سے ہے۔ اور اس نام کے رکھنے کی وجہ اس نسبت کریم کے ساتھ کمال درجہ کی واضح اور ظاہر ہے جیساکہ مکہ مکرمہ کو بیت اللہ کہتے ہیں اسی طرح اس شہر پاک کو بیت رسول اللہ ﷺ کہنا جائز ہے بیت

زہے سعادت آں بندۂ کہ کرو نزول
گہے بہ بیت خدا وگہے بہ بیت رسول

جابرہ وجبارہ : بھی اس مقام مقدس انتظام کے ناموں میں سے ہے اور حدیث للمدینتہ عشرۃ اسماء چند روایات سے اول کے دو ناموں پر دلالت

کرتی ہے اور تیسرا نام جبارہ ہے جس کو کتاب النواحی کے مصنف نے توریت سے نقل کیا ہے اس کا نام جبر رکھنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شکستہ دلان غریب کو مالدار اور بے کسوں اور فقیروں کو سہارا دینا اس کا کام ہے اور اس کے علاوہ مغروروں کو شکستہ کرنا' سرکشوں کو اطاعت پر مجبور کرنا' دوسرے شہروں پر اس لئے جبروقہر کرنا کہ اسلام لاؤ۔ مسلمان بن جاؤ۔ ایک اللہ کے تابعدار رہو اور مجبورہ بھی اس کا نام وارد ہوا ہے اس لئے کہ سیدانبیاء ﷺ کی سکونت کے لئے حیات و ممات میں حکم الٰہی سے مجبور ہے اور جزیرۃ العرب میں بقول بعض محدثین کے حدیث اخرجوالمشرکین من جزیرت العرب سے مدینہ منورہ مراد ہے اگرچہ بقول دیگر حضرات اس آیت سے تمام ملک حجاز مراد ہے اور محبہ و حبیبہ و محبوبہ اس کے مرغوب و مخصوص ناموں میں سے ہیں حدیث میں ہے اللھم حبیب علینا المدینته کحبنا مکته ترجمہ حدیث:۔ اے اللہ محبوب کردے تو ہماری طرف مدینہ کو مکہ کی محبت کی طرح۔ یہ حدیث اس بات کی تائید کرتی ہے کہ حرم و حرم رسول اللہ ﷺ بوجہ شرافت نسبت کے بھی اس کے القاب سے ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں آیا ہے۔ المدینہ حرم۔ (مدینہ حرم ہے) طبرانی کی حدیث میں ہے کہ حرم ابراہیم مکہ و حرمی المدینہ یعنی حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا ہے اور میرا حرم مدینہ ہے" حرم مدینہ کہاں تک ہے اس کی حد قائم کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اس کا ذکر اپنے مقام پر کیا گیا ہے اور ممکن ہے ان اوراق میں بھی اس کا ذکر کیا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حسنہ : بھی اسی کا نام ہے حسن حسی اس وجہ سے ہے کہ باغات' چشمے' کنوئیں اور بلندوبالا پہاڑ' کشادہ فضائیں۔ عمارتوں کے قبے اور مشاہدومزارات اس میں شامل ہیں نیز نور نے اس کا احاطہ کرلیا ہے۔ اور رونق و حضور مع جمیع مکانوں کے اور گرداگرد اس خطہ شریف کا نہایت ہی کامل السرور ہے۔

حسن باطنی بوجہ وجود حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس کے جو شاہد و مشہود پروردگار عالم کا ہے اور مقصود تمام نیکیوں کا اور وجود آل و اصحاب اور آپ کے متبعین کا کہ جامع تمام برکات اور جمیع کرامات کے ہیں۔ یہ سب خوبیاں اسی مدینہ پاک کی سرزمین کو حاصل ہیں۔ عرف من ذات ووجد من عرف ترجمہ:۔ جس نے چکھا اس نے پہچان لیا اور جس نے پہچان لیا اس نے پالیا۔

ذوق ایں رانشناسی بخدا تا نچشی

شعر:۔ ومن مذهبی حب الديار لا علها
وللناس فيما يعشقون مذاهب

ترجمہ:۔ میرا عقیدہ ہے کہ محبت مکان اس کے ساکنان کی وجہ سے ہے اور ان لوگوں کے واسطے جو عشق رکھتے ہیں مختلف مذہب ہیں۔

اللہ کی قسم قطع نظر باطنی لذتوں اور حضور قلب کے کہ نتیجہ ہے سچی محبت اور حسن اعتقاد کا افضل حسن و زیبائی جو قلبی آنکھوں سے حاصل ہوتی ہے وہ اسی شہر پاک میں ہے۔ کسی دوسرے شہر میں نہ تو دیکھی نہ سنی البتہ بعض دوسری جگہوں میں جو نورانیت نظر آتی ہے وہ اسی مقام کی حسن و زینت ہے اسی جگہ کے چمکارے اور آثار و برکات اس میں سایہ فگن ہیں جیساکہ شہر دہلی اور اس جیسے بعض دوسرے مقام۔ اسی درسگاہ کے خادم و خاکسار وہاں بھی سوئے ہوئے ہیں۔ بیت

ہر کجا نوریست تاباں با کمال
ظاہر است از آفتاب ایں جمال

مفہوم:
کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

خیرہ وخیرہ: بھی اسی بزرگ مقام کا نام ہے کہ جامع ہے دنیا اور آخرت کی

بھلائیوں کو۔ حدیث ریف میں آیا ہے المدینۃ خیرلھم لو کانوا یعلمون ترجمہ: مدینہ بہتر ہے ان کے لئے کاش کہ وہ جانتے ہوتے۔ حضور سید دو عالم ﷺ نے شہروں کے فتح کرنے سے اور لوگوں کے منتقل ہونے سے وسعت رزق کی طلب میں خبردی ہے اور یہ اس بات کا ثبوت دے رہی ہے کہ اس شہرپاک کے یہ دونوں نام بھی ہیں۔ دارالابرار الاخیار و دارالاخیار ودارالایمان والسنۃ ودارالاسلام ودارالفتح وادارالھجرۃ و قبتہ الاسلام سب کے سب القاب اس مقام شریف کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو تروتازہ و پاک رکھے۔ شافیہ بھی اسی کا نام ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خاک مدینہ ہر مرض کے لئے شفا ہے۔ یہاں تک کہ جذام اور برص کیلئے بھی مدینہ منورہ کے پھلوں سے بھی شفا حاصل کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے اور بعض علماء متقدمین کے بقول کتاب اسماء مدینہ اور اس کے حواشی سے بخار کے مریض کے بھی صحت یاب ہونے کے بارے میں حدیث آئی ہے اور امراض قلب اور گناہ کی بیماری سے بھی شفایاب ہونا لازم ہے۔ نیز اس مکان شریف میں وارد ہونا انجام محمود ہے۔

عاصمہ : بھی اسی کا نام ہے جو ایذائے مشرکین سے مہاجرین کے محفوظ رہنے کی وجہ سے ہے۔ یہی نہیں بلکہ تمام ساکنان اور قاصدان اس مقام رحمت آئین کا جملہ آفات اور خطرات دنیا و دین سے محفوظ رہنے کی وجہ سے بھی یہ نام ہے اور اگر نام معصومہ رکھا جائے جس کے معنی محفوظ کے ہیں تو یہ اس وجہ سے ہوگا کہ یہ بعض سرکش جابر لوگوں سے ابتدا میں لشکر موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیٰ نبینا علیہ السلام محفوظ رہا اور آخر میں بوجہ برکت نبی الرحمتہ ﷺ کے دجال اور طاعون سے اور ہر مکروہ و منحوس سے محفوظ رہے گا اس نام کو جائز رکھتے ہیں یا لفظ عاصمہ کو معصومہ کے معنی میں لیں تو جائز ہے۔ غلبہ۔ یہ اس کے پرانے ناموں میں سے ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی یہی نام لیا جاتا تھا

چنانچہ یثرب اور غلبہ و تسلط اور قہرلازم و رود اور نزول میں اس عظمت والی زمین کے آیا ہے جو شخص اس میں داخل ہوتا ہے آخرکار صفت غلبہ اور علامت شہرت سے موصوف ہوجاتا ہے یہود عمالقہ پر غالب ہوئے اور اوس و خزرج یہود پر۔ اور اسی طرح سے مہاجرین اوس و خزرج پر اور عجمی مہاجرین پر الا ماشاء اللہ۔

فاضحہ : بھی ایک نام ہے اس لئے کہ بداعتقاد اور بدکار لوگ اس میں پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ آخرکار ذلیل و رسوا ہوکر ظاہر ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے بچائے۔

مومنہ : بھی اس مکان شریف کا نام ہے۔ بوجہ اس بات کے کہ اس میں اہل ایمان کی سکونت ہے اور یہیں سے ایمان کے احکام نکلے ہیں اور اسلام کے شعائر کا مرکز بھی یہی ہے اور جس طرح نفع اور برکت و الفت مومن کی علامات میں سے ہے اسی طرح مدینہ پاک میں بھی یہ اوصاف ظاہر ہیں اور اگر اس کلمہ کو اپنے حقیقی معنوں پر رکھیں تو احتمال رکھتا ہے کہ یہ شہرپاک بھی حضور سرور عالم ﷺ پر ایمان لایا ہو اور آپ کی تصدیق کا محل بنا ہو۔ جس طرح کہ کنکریوں کا حضور ﷺ کے دست اقدس میں تسبیح کرنا اور جمادات کا حضور ﷺ سے مخاطب ہونا اس معنی کی صحت پر قیاس کرسکتے ہیں۔ حدیث صحیح میں احد پہاڑ کی بابت واقع ہوا ہے جو حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ اس مدعا پر واضح دلیل ہے کہ سرزمین مدینہ بھی ایمان لے آئی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ والذی نفسی بیدہ تربتھا المومنتہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے خاک مدینہ مومن ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ توریت میں اس کا نام مومنہ ہے۔

مبارکہ : بھی اسی شہر کا لقب ہے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے مدینہ اور اس کی تمام چیزوں کے لئے یہاں تک کہ مدوصاع

کے واسطے بھی دعا کر کے فرمایا ہے کہ اے اللہ اس کی برکت زیادہ کر جیسی کہ مکہ میں خیروبرکت کی ہے اور اس دعا کا ظہور و مشاہدہ کرنا برکات کا اس شہر شریف میں ظاہر نشانیوں سے ہے۔ اس میں شک اور تردد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مجبورہ : جو مشتق ہے جر سے بحاء مہملہ مفتوحہ بمعنی سرور اور حترتے کے ساتھ نعمت کے معنی میں۔ اسی شہر مقدس کا نام ہے مجبار اس زمین کو کہتے ہیں جو سبزیات کو جلد اگائے اور بہت نفع والی ہو۔ اس کے پائے جانے کا سرزمین مدینہ میں معائنہ اور مشاہدہ کیا گیا ہے۔

محروسہ و محفوظہ اور محفوفہ : ان ناموں کی وجہ تسمیہ بعض اسماء مذکورہ کے معنی سے ظاہر ہوگئی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مدینہ پاک کی گلیوں کے دونوں کونوں پر فرشتے بیٹھے ہوئے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

مرحومہ و مرزوقہ : پہلا نام توریت سے نقل کیا ہے اور اس کے ساتھ وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ مکان اور ٹھکانہ رحمۃ اللعالمین ﷺ کا اور جائے نزول ارحم الراحمین کی ہے اور رحمت عام و خاص یعنی اہل عالم پر رزق حسیہ جسمانیہ اور معنویہ و روحانیہ کا پہنچنا ہے لیکن یہ بات خاص کر معتکفان باب توکل کے لئے پے در پے ہے۔

مسکینہ : اس کی وجہ تسمیہ خلاصہ سے مومنہ کے نام میں ظاہر ہو جائے گی۔ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مدینہ کو خطاب فرمایا یاطیبنہ یاطابتہ یامسکیننہ لاتقبلے الکنوز ترجمہ حدیث:۔ پروردگار عالم نے رسول اللہ ﷺ کے مدینہ کو خطاب کیا کہ اے زمین پاک اور اے بقعہ مطہر اور اے مکان مسکین خزانوں کو قبول مت کر اور اپنی مسکینیت کے ساتھ موافقت کر لیکن حقیقت میں یہ خطاب اس کے رہنے والوں سے ہے تاکہ مسکینیت اور غربت کی صفت سے کہ اس کی اصل خشوع

و خضوع ہے موصوف رہیں اور اہل دنیا و اصحاب ثروت جو اس صفت پر نہیں ہیں' رغبت نہ کریں۔ اللھم احینے مسکینا وامتنے مسکینا واحشرنے فی زمرۃ المساکین اعنے فی اھل بلدۃ حبیبک سیدالمرسلین صلی اللّٰہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔

مسلمہ : مثل مومنہ کے اس کے اسمائے شریف سے ہے۔ ایمان اور اسلام نام ایک ہے لیکن کچھ تھوڑا سا فرق ہے ایمان میں رعایت معنی تصدیق قلبی کے ہیں جو امور باطنہ سے ہے اور اسلام میں اقرار و انقیاد کی جانب کا لحاظ ہے جو کہ احکام ظاہری ہیں لیکن ان دونوں ناموں میں امان و سلامتی ہے۔

مطیبہ مقدسہ : قریب قریب پہلے ناموں کے معنی میں ہے۔ طیب اور پاکی نیز طہارت و صفائی اور نزاکت اس شہر شریف کے لوازم ذاتیہ سے ہے۔

مقر : قرار سے ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اللھم اجعل لنابھا قراراور زقاحسنا ترجمہ:۔ اے اللہ تو ہمارے لیے اس شہر میں قرار اور رزق کو عمدہ کردے۔

مکینہ : بھی مدینہ منورہ کا نام ہے اس عزت اور درجہ کے اعتبار سے جو اس کو دربار ایزدی میں حاصل ہے۔

ناجیہ : نجات سے یا ناجاہ سے مشتق ہے یعنی خوش کیا اس کو یا نجوہ سے کہ بلندزمین کو کہتے ہیں اور تمام معنوں کی وجوہ مدینہ پاک میں ظاہر اور واضح ہیں۔

المدینہ : اس مقام شریف کے مشہور ناموں اور بلدۂ عظیم کے معروف اعلام میں سے ہے لغت میں مدینہ ایسے مقام کا نام ہے جو مکانات اور کثرت عمارات مین قریہ کی حد سے تجاوز کرگیا ہو اور شہر کے درجہ کو پہنچ گیا ہو جو تمام گاؤں سے بڑا ہے۔ شہر' مدینہ اور بلدیہ درمیانی ہیں اور بعضوں نے شہر اور مدینہ کو ایک درجہ میں رکھا ہے لیکن یہ تحقیق علم لغت کی ہے اور اب مدینہ نام مدینہ

رسول اللہ ﷺ کا ہوگیا ہے۔ چنانچہ اگر مطلقاً مدینہ ذکر کرتے ہیں تو یہی شہر معظم مراد ہوتا ہے۔ اہل عرب اپنے محاورہ میں اس کو الف لام کے ساتھ المدینہ بولتے ہیں اور اس قسم کے فرق لغت عرب میں بہت ہیں جیساکہ نجم ہر ستارہ کو کہتے ہیں لیکن النجم الف لام کے ساتھ چند مخصوص ستاروں کا نام ہے کہ اس کو ثریا کہتے ہیں اگر کسی شخص کی نسبت دوسرے مدینوں کی طرف ہوتو اسے مدینی کہتے ہیں اور اگر نسبت مدینہ رسول ﷺ کے ساتھ ہوتو مدنی بولتے ہیں۔ کلام الٰہی میں مدینہ کا نام اسی نام سے چند جگہ آیا ہے اور توریت میں بھی یہی نام آیا ہے۔

سیدالبلدان : حدیث شریف میں امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ نہ سے روایت آئی ہے یا طیبتہ یا سیدالبلدان مدینہ کے فضائل کا بیان جس جگہ ہے وہاں پر یہ معنی واضح ہوجائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرا باب

اس شہر عظیم کے اوصاف اور فضائل

اللہ تعالیٰ اس کی عظمت و شرافت کو زیادہ کرے۔ واضح ہو کہ اجماع امت اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ افضل مقامات اور بزرگ ترین شہروں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں لیکن ان دونوں شہروں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت اور ترجیح دینے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعد اجماع تمام علماء رحمتہ اللہ علیہم کے اس مقام کو فضیلت دی ہے جو اعضائے شریفہ سید کائنات ﷺ کو موضع قبر شریف سے ملائے ہوئے ہے تمام اجزائے زمین کے افضل ہے یہاں تک کہ خانہ کعبہ سے بھی اور بعض علماء نے تو یہاں تک کہا ہے کہ تمام سموات حتیٰ کہ عرش سے بھی اور کہتے ہیں اگرچہ کتب میں صریح ذکر آسمانوں اور عرش اعظم کا نہیں آیا ہے لیکن یہ بات اس قبیلہ سے ہے کہ جس شخص کے سامنے کہی جائے اس پر توقف اور انکار کی راہ مسدود ہو جائے۔ آسمان و زمین آپ کی تشریف آوری ہی کی وجہ سے معزز ہیں بلکہ اگر تمام اجزائے زمین کو تمام آسمانوں پر اس لئے ترجیح دی جائے کہ حضور ﷺ کی قبر شریف کی جگہ اجزائے زمین سے ہے تو گنجائش ہے اور آخر اس کلام کا فضیلت دینے میں آسمانوں اور زمینوں کے خلاف واقع ہوا ہے وہ امام نووی کے کلام کا تقاضا ہے وہ یہ کہ جمہور علماء زمین پر آسمانوں کو فضیلت دیتے ہیں اور بعض زمین کو آسمان پر اس لئے فضیلت دیتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوات

والتسلیم کا مستقر اور جائے مدفن ہے تو آسمان ان کے ارواح مقدسہ کا محل اور مقر ہے لیکن جب یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوت والتسلیم اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو جمہور کے کلام کا جواب نہایت واضح ہے اس لئے اس صورت میں زمین جس طرح سے جسموں کے لئے جائے قرار ہے محل ارواح بھی ہے۔ خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ جتنی جگہ میں مزار اقدس ہے اس کو چھوڑ کر شہر مکہ کو شہر مدینہ پر اور شہر مدینہ کو شہر مکہ پر فضیلت دینے میں علماء کا اختلاف ہے۔ مذہب امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نیز دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ و اکثر علمائے مدینہ' مدینہ کو مکہ پر فضیلت دیتے ہیں اور بعض دوسرے علماء بھی جو مکہ پر مدینہ کو فضیلت دیتے ہیں وہ کعبہ شریف کو مستثنٰی قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شہر مدینہ شہر مکہ سے افضل ہے لیکن خانہ کعبہ سب سے افضل ہے فیصلہ اس پر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر انور مطلقاً اور بالعموم افضل و اکرم ہے خواہ شہر مکہ مکرمہ ہو یا خانہ کعبہ شریف اور خانہ کعبہ سوائے قبر شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہر مدینہ منورہ سے افضل ہے اور باقی مدینہ افضل ہے باقی مکہ سے یا باقی مکہ افضل ہے باقی مدینہ سے۔ اس میں اختلاف ہے اور جو مدینہ کی افضیلت پر دلائل بیان کرتے ہیں اس کے محامد اور فضائل کے ذکر میں واضح ہو جائیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہر شریف سے جتنی زیادہ محبت ہے اتنی کسی اور شہر سے نہیں ہے۔ اسی میں آپ نے اقامت فرمائی اور یہیں آپ نے فتوحات عظیمہ حاصل کیں اور یہیں کمالات شریفہ اپنے وعدہ کو پہنچے اور یہی جگہ اسلام کی قوت' دین کے رواج' تمام اول و آخر خیرو برکات کا سرچشمہ اور جملہ کمالات ظاہرو باطن کا معدن اور سعادت عظمٰی اور نعمت کبریٰ کا مبداء ہے انہیں جوہ سے یہ تمام بقعات ارضی و سماوی سے ممتاز ہے اور ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ مرقد شریف اور قبر انور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہیں ہے۔ کوئی نعمت

منجملہ نعمت ہائے دنیوی اور اخروی سے اس کا مقابلہ اور برابری نہیں کر سکتی اور کوئی عمل فرائض و واجبات کے بعد اس کی زیارت کی برابری نہیں کر سکتا۔ اگر آپ اس بات کا لحاظ کریں جو متعدد طریقہ سے احادیث صحیحہ میں آئے ہیں تو ظاہر ہوجائے گا کہ ہر نفس کی پیدائش اس مٹی سے ہے جہاں وہ دفن ہوتا ہے اس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ پیدائش نفس پاک حضور سرور کائنات ﷺ کی بھی مدینہ منورہ کی مٹی ہے اور اس طرح سے اکثر وہ نفوس آل و اصحاب اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جو اس شہر میں آرام فرما ہیں یہیں کی مٹی سے تھے اور مدینہ منورہ کے لئے یہی فضیلت و شرافت کافی ہے۔

اس کے برعکس سب سے بڑی دلیل مکہ مکرمہ کی فضیلت میں جو لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ اعمال کا ثواب مکہ کی مسجد میں چند گنا ہوتا ہے بلکہ اس کے تمام حرم میں جیسا کہ بعض علماء کے اقوال اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور حدیث صحیحہ میں بھی آیا ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں ادا کی ہوئی ایک نماز ہزاروں نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ادا کی ہوئی ایک نماز ہے ایک لاکھ کے برابر لیکن جو لوگ مدینہ کی افضلیت کے قائل ہیں وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ فضیلت کے اسباب ثواب کی کمی بیشی پر منحصر نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ خاصیت مکہ مکرمہ کے ساتھ مخصوص ہو۔ اور طرح طرح کی کرامات و برکات بوجہ محبت خدا اور نفع پہنچانا اسلام اور اہل اسلام کو مخصوص مدینہ پاک سے ہو۔ اس کلام کی تقویت و تائید میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ جس طرح عرفات میں نماز کا ادا کرنا اس شخص کے لئے جو متوجہ ہے عرفات کی جانب اور منا کے اندر نماز ظہر یوم نحر میں، مسجد حرام کے اندر نماز ادا کرنے سے افضل ہے۔ باوجود اس کے حرم میں ثواب کی زیادتی معلوم ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جو برکت اور فضیلت اتباع حضور ﷺ میں حاصل ہے باوجود

اس بات کے کہ خلاصہ زیادتی کا سوائے کثرت عدد و تعداد مقدار کے اقل ہو یا باعتبار کیفیت اور حالت برکت و عظمت افضل ہو اور اگر زیادتی مطلق ثواب افضیلت کے لئے کافی ہوتی تو ثابت ہی ہے کہ افضیلت میں کعبہ کے اندرونی حصہ کو مسجد حرام کے باہر والے حصے پر کسی شخص کو اختلاف نہیں ہے۔ باوجود اس بات کے کہ فرض نماز کے صحیح ہونے میں خانہ کعبہ کے اندر علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جائز نہیں رکھتے۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ اسباب فضیلت کے ثواب کی زیادتی پر منحصر نہیں ہیں اور ایک دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں قبولیت کا سبب اور اس کے متناعی لامحدود برکات کا فیضان ہو جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور بہترین مقام اللہ پاک کے برکات اور رحمت و رضوان کا مقام ہے اور یہی دربار الٰہی عزوجل سے فرشتوں کے نازل ہونے کی جگہ ہے تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس مقام کے قرب کی برکت کی وجہ سے رحمت و آثار فیض اور عنایت و محبت حضرت صمدیت سے ایک خاص حالت اور نوروقبول نصیب ہو جس کی حصولیابی اعمال کے زائد ہونے اور زیادتی طاعت کے باوجود نہ ہوسکے۔ حالانکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم .صفت حیات اس مقام مقدس میں قائم اور موجود ہیں اور اس طرح قائم اور موجود ہیں کہ آپ کو اعمال اور ترقیات دائمی نصیب ہیں۔ اس میں بھی شک نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال تمام بندوں سے باوجود فرض کے اکثر اور ارجح وافضل ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امدادواستغفار و شفاعت میں اپنی امت کے ہیں۔ فیض کا پہنچنا مدینہ منورہ کے قرب و جوار سے اور لوگوں کو نفع پہنچنا ان کی طاعت میں اس زیادتی سے جو کہ مکہ مکرمہ میں حاصل کرتے ہیں۔ یہ کلام امام تقی الدین سبکی کا ہے جو نہایت باریک اور بہت ہی صاف و لطیف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ مکہ مکرمہ کی فضیلت میں دوسری دلیل یہ ہے کہ خانہ کعبہ ارکان حج اور تقریبات کے ادا کرنے کی جگہ

ہے۔ جیساکہ حج و عمرہ۔ باوجود ثواب اور فضائل کے جوان اعمال کے ادا کرنے میں وارد ہوئے ہیں۔ جواب کہتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں بھی اعمال حسنہ کرنے سے اجر کا وعدہ فرمایا ہے جو حج و عمرہ کا بدل ہوسکتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مسجد کا قصد کرے اس لئے کہ اگر اس میں دو رکعت نماز ادا کرے تو مکمل حج کا ثواب پاتا ہے اور اگر مسجد قبا کا ارادہ کرے اور وہاں پہنچ کر اس کے اندر دو رکعت نماز پڑھ لے تو اس کو عمرہ کا ثواب حاصل ہوتا ہے یہ مقام غور ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں ہر شب و روز میں نماز پڑھنا کئی گنا ثواب کا مستحق بنا دیتا ہے اور حج سال میں سوائے ایک بار کے ممکن نہیں۔ مکہ مکرمہ کی فضیلت پر دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مکتخیر بلاداللّٰہ اور دوسری روایت میں احب الارض اللّٰہ بھی ارشاد ہوا ہے جب سید کائنات علیہ التحیات والثناء نے مکہ سے کوچ فرمایا تو مقام معلا کے قریب خرورہ یا برجوں میں سے کسی ایک جگہ پر کھڑے ہوکر مکہ مکرمہ سے یہ خطاب کیا کہ اے بزرگ شہر تو میرے نزدیک محبوب ترین شہر ہے اگر تیری قوم مجھے باہر نہ نکالتی تو میں یہاں سے ہرگز نہ جاتا۔ آپ کا یہ ارشادگرامی مکہ مکرمہ کی افضلیت کو ثابت کرتا ہے اور اس شہر کے رسول اللہ ﷺ کو محبوب ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشادگرامی مدینہ منورہ کی فضیلت سے بہت پہلے کا ہے اور وحی سماوی سے اس کی جو فضیلت ظاہر ہوئی ہے وہ اس واقعہ کے بعد کی ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ عرصہ دراز تک آپ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے ہیں اور یہیں سے دین کا ظہور اور فروغ ہوا اور بڑے بڑے اموروبرکات نیز فتوحات اور اسلام کی فلاح اور بہت سی نیکیوں کا ظہور بھی اسی جگہ سے ہوا ہے۔ اسی لئے یہ مقام تمام شہروں اور جملہ مقامات سے افضل و اکمل ہے اور اسی لئے دربار صمدیت سے مدینہ منورہ

میں برکت اور چند گنا زائد ثواب کی خبر دی گئی ہے اور حضور ﷺ نے مدینہ منورہ سے دوستی کے لئے دعا فرمائی۔ چنانچہ وہ احادیث جن میں اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ صحیفہ ظہور پر نقش قبول کریں گی۔ آپ نے فرمایا۔ اللھم حبب الینا المدینتہ کحبنا مکتہ اواشد ترجمہ:۔ اے اللہ ہمارے لئے مدینہ کو اتنا ہی محبوب کردے جتنا کہ مکہ کو کیا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

طبرانی نے معجم کبیر میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔ المدینتہ خیر من المکتہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطریق توبیخ و انکار کے عبداللہ بن عباس مخزومی سے کہا تم کہتے ہو کہ مکہ افضل ہے مدینہ سے؟

انہوں نے جواب دیا کہ ہاں مکہ حرم ہے اللہ تعالیٰ کا اور اس کی امن کا مقام ہے اور مکہ میں حق سبحانہ تعالیٰ کا گھر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسری بار فرمایا کہ میں حرم اللہ تعالیٰ اور اس کے گھر کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔ میرا تو سوال یہ ہے کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ "مکہ افضل ہے مدینہ سے؟"

انہوں نے پھر کہا کہ مکہ حرم اللہ عزوجل ہے اور اس میں اس کا گھر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تیسری بار فرمایا کہ "میں حرم خدا اور بیت اللہ کے متعلق تو دریافت ہی نہیں کرتا" کچھ دیر تک باہم اسی طرح گفتگو ہوتی رہی اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے۔

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ پر مدینہ کو فضیلت دینے میں کعبہ مکرمہ مستثنیٰ ہے۔ مدعا یہ ہے کہ مکہ شہر پر مدینہ

شہر افضل ہے۔ سوائے بیت اللہ کے چنانچہ حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے جب حضور ﷺ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو فرمایا اللھم انک ان اخرجتنی من احب البقاع الی فاسکنی فی احب البقاع الیک ترجمہ:۔ اے اللہ اگر تو مجھ کو اس جگہ سے جو میرے نزدیک محبوب ترین مقامات میں سے ہے۔ باہر لاتا ہے تو میری سکونت ایسی جگہ میں کر جو تیرے نزدیک تمام مقامات میں محبوب ترین ہو۔ چنانچہ اس دعا کے قبول ہوجانے کے بعد یہ مقام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک محبوب ترین مقامات میں سے ہوگیا اور اسی وجہ سے فتح مکہ کے بعد بھی آپ نے اس طرف واپسی نہیں فرمائی اور مدینہ منورہ ہی کے قیام پر استقامت کی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور ﷺ کا دارہجرت میں قیام حکم الٰہی کی فرضیت کی وجہ سے ہے نہ کہ باعتبار فضیلت۔ پھر حضور ﷺ مکہ کی طرف سے کیسے منتقل ہوسکتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں حکم الٰہی مکہ کو منتقل نہ ہونا اور مدینہ منورہ میں مستقل اقامت فرما رہنا تقاضائے حکمت کے موافق تھا اور یقیناً اس صورت میں دارمدار افضلیت ہی پر رہا۔ اور ثابت ہوا کہ اللہ کے نزدیک بھی یہی جگہ محبوب رہی ہے۔ اذالحبیب لا یختار لحبیبہ الا ما ھواحب واکرم عندہ۔ ترجمہ:۔ اس وجہ سے کہ محبوب نہیں پسند کرتا ہے اپنے محبوب کے لئے مگروہ چیز کہ وہ محبوب اور بہتر ہو اس کے نزدیک بیت۔

حیف است جائے تو نگاری بچشم من
در دل نشیں کہ منزل خاص از بروئے تست

ترجمہ :۔ اے میرے حبیبؐ میں یہ کیسے کہوں کہ میری آنکھوں میں سما جائیں میری تو گزارش ہے کہ آپ کے ٹھہرنے کی مخصوص جگہ تو میرا دل ہی ہے جو

اور عالم اپنے مذہب اور مسلک پر اس کو لکھتے ہیں لیکن عام لوگوں کو چاہیے کہ نسبت کا لحاظ رکھیں اور محبت کے مشرب پر قائم رہیں۔ ہمیں اس عقیدے پر قائم رہنا چاہیے کہ جناب احدیت عزشانہ کی فضیلت کے بعد ساری فضیلت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے اور ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ ہر چیز پر ہر وجہ اور ہر جہت سے حضور ﷺ ہی کو فضیلت دے اس میں کچھ لحاظ نہ کرے۔ باقی جتنی چیزیں ہیں ان کی فضیلت نسبتی ہے جتنی نسبت حضور ﷺ کے ساتھ ہے اتنی ہی اس کی فضیلت ہے۔ مکہ مکرمہ ہو خواہ مدینہ منورہ اگر مکہ آپ کا جائے پیدائش ہے تو مدینہ منورہ آپ کا مسکن ہے۔ اس لئے حکم الٰہی کے تابع رہنا چاہیے اور اس کے حبیب ﷺ کی محبت میں کوئی جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔ مکہ میں اس کے حکم کی سطوت و جلال ہے تو مدینہ میں برکت اس کے دین کے کمال کی۔ ہر جگہ اللہ کے امر کا ملاحظہ دیکھ اور ہر جگہ نور محمد ﷺ کا مشاہدہ کرتا رہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

نظم

درہیچ ذرہ نیست کہ نور محمدی ازطلعت وجود اضافی نہ طالعت
دریائے فیض جود الٰہی وجود اوست انہار کائنات بوی جملہ راجع است
نسر سپہر طائر از انفاس فیض اوست ایں نکتہ پیش اہل نظر امر واقع است
فردالوائے حمد بدست محمد است متبوع اوست و جملہ جہانش متابع است

نظم دیگر

بیا تا در مدینہ نور احمد بہ بینی ازدر و دیوار لامع
جمال مصطفیٰ ﷺ بے پردہ بینی چو خورشیدے کہ بے ابراست طالع
بیا ای کورچشم تیرہ باطن بہ بیں ہرگوشہ صد برہان ساطع
بروق شبہ سوزے انجا لوائح بدر دیں فروز آنجا سواطع
نجوم اہتدا آنجا فروزاں شموس اصطفا آنجا طوالع

چو از ناری کجا تو نور بینی بود ہر کس باصل خویش راجع

چرا با خویش دشمن کشتہ تو چہ خودرا میزنی برسیف قاطع

ولیکن کے توانی دید ایں نور چہ نور فطرتت گردید ضایع

نصیحت کردمت دیگر تو دانی فان الدین عنداللہ واقع

ترجمہ :۔ دونوں جہاں میں وہ کونسا ذرہ ہے' جو انوار محمدیہ سے منور و روشن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات کے وسیع و عریض سمندر میں سے آپ کا وجود مسعود ایک ایسا بحر مجسم ہے کہ ہر نعمت کی نہر کا مرکز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی ہے'

○ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی آپ ہی کے فیضان سے آسمانوں میں محو پرواز رہتے ہیں۔ حقیقتاً یہ نکتہ اہل بصیرت ہی سمجھتے ہیں۔

○ لواء الحمد کا پھریرا آپ ہی کے دست اقدس سے لہرا رہا ہوگا' کیونکہ آپ ہی کی ذات اقدس کو یہ شرف حاصل ہے کہ تمام جہاں آپ کے تابع فرمان ہیں۔

ترجمہ :۔ چلیں مدینہ منورہ میں انوار محمدیہ کے جلووں سے مستنیر ہوں کیونکہ وہاں کا ذرہ ذرہ چاند کی طرح چمک رہا ہے۔

○ تیری آنکھ دیکھنے کی تاب لا سکے تو تجھے ان کے انوار بے پردہ نظر آئیں کیونکہ انوار آفتاب نبوت تو ہر طرف پھیل چکے ہیں۔

○ جس کا دل اور آنکھیں اندھی ہو چکی ہوں وہ کیا دیکھ پائے' حالانکہ آپ کے جلوے تو ہر گلی میں کوچے از خود دلیل بنے ہوئے ہیں۔

○ وہاں تو شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں وہاں تو انوار و تجلیات کی بجلیاں روشن ہیں۔ جن کے باعث دین اسلام منور اور کفر مٹ رہا ہے۔

○ وہاں تو ہدایت کے ستارے روشن ہیں (یعنی صحابہ کرام جنہیں زبان رسالت سے نجوم ہدایت کا تمغہ عطا ہوا) گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا برکات روشن آفتاب اور صحابہ کرام چاند ہیں۔

ہیں' اس لئے جو جہنمی ہیں انہیں انوار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے نظر آئیں؟

○ عظمت و شان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انکار سے منکرین نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا ہے۔ اس لئے اے عاشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تجھے اس سے الجھنا ہی نہیں چاہئے۔

○ یہ تیری نظر کا قصور نہیں' کیونکہ تیری آنکھوں پر تو کفر کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ذرا انہیں ایمان کے ہاتھوں ہٹا تو سہی پھر تیری نگاہیں بھی اس نور خدا کو دیکھ پائیں گی۔

○ ہمارا کام تو نصیحت کرنا تھا گو وہ فرض ہم انجام دے چکے' اب تیری مرضی سمجھے یہ نہ سمجھے' اللہ تعالیٰ ہی شاید و عادل ہے اور وہی ایمان وایقان کا مالک

اب مدینہ کے اوصاف اور فضائل بیان کرتا ہوں جو حضور ﷺ کا مسکن ہے۔ دل کے کانوں سے سننا چاہئے اس واسطے کہ حبیب ﷺ پر ذکر اور ان کے شہرپاک کے تذکرہ سے ذوق ہو۔ علماء کے مذہب کو تو ضرور پڑھو اور سمجھو لیکن اہل محبت کے ذوق اور مشرب کو بھی ہاتھ سے مت جانے دو مصرع

جانب عشق عزیز است فرو مگذارش

مصرع دیگر:۔ از ہرچہ میرو دسخن دوست خوشتراست فاقول وباللہ التوفیق

ترجمہ۔ پس میں کہتا ہوں اللہ کی توفیق کے ساتھ **فصل** : منجملہ فضائل مدینہ منورہ کے یہ ہیں جو اس سے پیشتر سپرد قلم کئے گئے۔ پروردگار عالم نے اپنے حبیب ﷺ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کا حکم دیا اور مدینہ منورہ میں قیام کا حکم فرمایا۔ جملہ کمالات ظاہروباطن جو عالم قوت و استعداد میں امانت رکھے تھے ان سب کو اس شہر شریف میں درجہ فعلیت میں لایا اور اس شہر کو تمام فتوحات کا مبداء اور برکات کے خزانوں کی کنجی گردانا۔ اس کی خاک پاک کو آپ کے گوہر عنصر شریف کے لئے صدف بنایا کہ قیامت تک اس زمین کا ٹکڑا آپ کے وجود پاک سے مشرف ہوکر فیض بخش ملک و ملکوت رہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ کی روح پاک قبض ہوئی تو صحابہ کرام نے دفن کی جگہ میں اختلاف کیا کہ کس جگہ حضور کو دفن کریں تو حضرت علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہ نے فرمایا کہ روئے زمین عالم میں پروردگار عالم کے نزدیک کوئی جگہ اس جگہ سے شریف اور بزرگ تر نہیں ہے جس مقام پر آپ کی روح پاک قبض کی گئی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بھی یہ سن کر اس کلام کی تائید کرتے ہوئے ایک حدیث سرور عالم ﷺ کی بیان کی پھر تو صحابہ ؓ کا اجماع ہوگیا کہ جس جگہ آپ کی روح پاک قبض ہوئی ہے وہیں دفن ہوں۔ جملہ فضائل مدینہ سے محبت حبیب اللہ ﷺ

کی ہے جب سید عالم ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تھے اور جب مدینہ کے قریب پہنچتے تو اپنی سواری کو حرکت دیکر اور تیز کردیتے تھے اور یہ اس لئے تھا کہ زیادتی شوق سے بے چین ہوجاتے تھے کہ کسی طرح جلد از جلد مدینہ میں داخل ہوجائیں۔ آپ کا قلب مبارک یہاں پہنچ کر سکون پاتا تھا۔ شانہ مبارک سے چادر بھی نہ اتارتے اور فرماتے تھے کہ یہ ہوائیں طیبہ ہیں۔

اے نفس خورم باد صبا
از بر یار آمدہ مرحبا

ترجمہ :- اے پیاری پیاری باد صبا' تو کتنی پیاری لگ رہی ہے کیونکہ تو تو محبوب کے پہلو سے آئی ہے۔

جو گردوغبار آپ کے چہرۂ انور پر پڑ جاتا اس کو صاف نہ فرماتے اگر صحابہ میں سے کوئی شخص اپنے چہرہ اور سرکو گردوغبار کی وجہ سے چھپاتا تو آپ منع فرماتے اور کہتے کہ خاک مدینہ میں شفا ہے جیساکہ اس کے نام شافیہ سے ظاہر ہے جناب علی مرتضٰی سلام اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ شیاطین شہر مدینہ میں اپنی عبادت سے مایوس ہوگئے ہیں آپ پوچھیں گے کہ شیاطین کی عبادت کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگوں کو برائی کی طرف برانگیختہ کرتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور سردار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس جزیرہ کو (ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس قریہ کو) شرک کی نجاست سے پاک کیا ہے اگر نجوم ان کو گمراہ نہ کرے۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ نجوم کا گمراہ کرنا کس طرح ہے آپ نے فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے حکم سے بارش بھیجتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ قمر فلاں منزل میں آیا تھا جس کی وجہ سے بارش ہوئی یہ ہے نجوم کی گمراہی

اور منجملہ اس کے دیگر اوصاف کے ایک یہ بھی ہے کہ سرورانبیاء ﷺ نے اپنی امت کو اس شہرپاک کی اقامت پر ترغیب اور تحریص دی ہے اور اس شہرپاک میں موت کو پسند فرمایا ہے ارشاد فرمایا کہ من صبر علی ذاھاکنت له شهيدا اوشفيعا يوم القيمنه ترجمہ:۔ جو شخص مدینہ میں انتقال کرے اس کے لئے میں قیامت کے دن شفیع ہوں گا۔ ابن ماجہ و عبدالحق نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ من استطاع ان یموت بالمدینه فلیمت فمن مات بالمدینة کنت له شفیعا وشهیدا ترجمہ: جو شخص مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اسی جگہ مرے وہ شرف شفاعت اور میری شہادت باسعادت سے مشرف ہوگا۔ دوسری حدیث شریف میں آیا ہے کہ میری امت میں سے جو لوگ سب سے پہلے میری شفاعت کے شرف کو حاصل کریں گے وہ اہل مدینہ ہیں اس کے بعد اہل مکہ پھر اہل طائف ثم اھل مکنه ثم اھل الطائف منجملہ اس کے اوصاف کے یہ بھی ہے کہ سرورانبیاء ﷺ دعا فرماتے تھے کہ آپ کا سفرآخرت اسی شہرمکرم میں ہو اور اسی طرح سے آپ کے اصحاب و متبعین رضی اللہ عنہم بھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے اللھم لا تجعل منا دیا بمکتنه ترجمہ:۔ اے اللہ میری موت مکہ میں مت کر اور میری روح سوائے مدینہ کے مت نکال۔ ایک اور حدیث میں آیا

ہے کہ روئے زمین پر مدینہ منورہ کے سوا کوئی قطعہ زمین ایسا نہیں ہے کہ جس میں میں اپنی قبر کو پسند کروں۔ نقل ہے کہ اکثر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیک واجعل موتی فی بلدرسولک ترجمہ:۔ اے اللہ اپنی راہ میں مجھے شہادت نصیب کر اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کر۔ کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سوائے ایک مرتبہ کے حج ادا نہیں کیا۔ جب فرض حج ادا کر چکے تو دوبارہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ اس لئے نہیں گئے کہ شاید مدینہ پاک کے علاوہ دوسری جگہ موت آجائے۔ آخر عمر مدینہ میں رہے اور وہیں دفن ہوئے اور منجملہ اوصاف مدینہ کے یہ بھی ہے کہ حدیث صحیح میں متعدد طریق سے وارد ہے المدیننہ تنفی خبث الرجال کمال ینقی الیکر خبث الحدید ترجمہ:۔ مدینہ میل اور نجاست کے دور کرنے میں لوہاروں کی بھٹی کی خاصیت رکھتا ہے جو لوہے سے میل کو دور کرتی ہے اور صحیح بخاری شریف میں آیا ہے انہا طیبتہ تنفی الذنوب کمانیقی الکیر خبث الفضنہ ترجمہ:۔ مدینہ پاک ہے اور گناہوں کی نجاست کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح سے ناروں کی بھٹی چاندی کے میل کو صاف کرتی ہے۔ مراد نفی اہل شر و فساد کی اس شہر پاک کے میدان سے ہے اور بعض علماء کے بقول یہ خاصیت مذکورہ ہر زمانہ میں ظاہر ہے۔

روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے مدینہ کی سکونت اختیار کرنے پر بیعت کی اتفاق سے دوسرے دن اس کو بخار ہوگیا تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بیعت کے فسخ کرنے کے لئے کہا اور وطن اصلی کو واپس جانے کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے اسی موقع پر یہ حدیث فرمائی تھی کہ جس طرح چاندی سے میل کو دور کرنے میں سنار کی بھٹی کار آمد ہے اسی طرح مدینہ بھی اپنے اندر بے دین کو نہیں رہنے دیتا۔

نقل ہے کہ عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جب مدینہ میں داخل ہوئے تو اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے۔ نحشی ان نکون ممن نفتہ المدینتہ ترجمہ:۔ میں خوف کرتا ہوں میں کہ ان لوگوں میں سے نہ ہوجاؤں جن لوگوں کو مدینہ نکال دیتا ہے اور یہ خاصیت عظیم اس روز ظاہر ہوگی کہ جب اخیر زمانے میں دجال کا ظہور ہو گا اور مدینہ منورہ میں نہ آسکے گا لیکن جو لوگ بدترین لوگوں میں سے اس میں ہوں گے اس کی تابعداری کی وجہ سے باہر نکل جائیں گے اور اس باعزت مقام شریف کا میدان شراور غبار کدورت سے مطلقاً صاف ہوجائے گا جیساکہ ان اول احادیث سے جو اس باب میں آئی ہیں۔ ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ کی طہارت اس طرح بھی برقرار رہتی ہے کہ مشرکین نیز دوسرے اہل ادیان اسلام کے مخالف ہیں یعنی یہودونصاریٰ اور ان کے مثل دوسرے لوگ اور وہ لوگ بھی جو گناہوں کی نجاست میں ملوث ہیں اگرچہ ان کا وجود ہمیشہ اور آخر وقت تک مدینہ منورہ ہی میں رہے لیکن عین ممکن ہے کہ ان کی نفی مرنے کے بعد ہوجائے وہ اس طرح سے کہ فرشتے ان کے ظلمانی جسموں کو اس زمین مقدسہ سے منتقل کردیں۔ چنانچہ بعض علماء اسی طرح فرماتے ہیں اور روایت صالحین بھی اس بارے میں منقول ہیں واللہ اعلم ۔ صحتہ اور ۔ بعضوں نے اس حدیث کے مضمون کو اس طرح سے بھی بیان کیا ہے کہ نفوس کے تزکیہ کے لیے مدینہ منورہ کی اقامت اور اس کی سختیوں کو برداشت کرنا ایسا ہے جس طرح سنار چاندی کو گھریہ میں رکھ کر گردش دے تو اس کا میل صاف ہوجائے۔ چنانچہ اس مقدس شہر کی سکونت سے تمام کدورت نفسانیہ اور شہوات رویہ جاتی رہتی ہیں۔ گناہوں کی کدورت اس لئے باقی نہیں رہ سکتی کہ یہاں سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کی وجہ سے مسلسل برکات نازل ہوتی رہتی ہیں۔ آیت ان الحسنات یذھبن السیئات ترجمہ:۔ نیکیاں بے شک مٹا دیتی ہیں برائیوں کو۔ صفت تزکیہ اور تطہیر جو بیان کی گئیں اس شہر مقدس

کے لوازمات میں سے ہیں منجملہ تمام اوصاف کے ایک یہ بھی ہے کہ سرور کائنات ﷺ مدینہ منورہ کے حق میں اکثر دعائے خیروبرکت فرماتے رہتے تھے۔ آپ فرماتے۔ اللھم بارک لنا فی مدیننتنا وبارک لنا فی صاعنا وبارک لنا فی مدنا اللھم ان ابراہیم عبدک وخلیلک ونبیک وانی عبدک ونبیک وانہ دعاک لمکتہ وانا ادعوک للمدینتہ بمثل مادعاک لمکتہ ومثلہ معہ۔ ترجمہ:۔ اے اللہ برکت دے ہمارے لئے ہمارے مدینہ میں اور برکت دے ہمارے لئے ہمارے صاع میں اور برکت دے ہمارے لئے ہمارے مد میں اے اللہ بے شک ابراہیم تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے اور میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ تجھ سے مکہ کے لئے اور میں دعا کرتا ہوں تجھ سے مدینہ کے لیے اتنی مقدار میں کہ تجھ سے دعا کی تھی مکہ کے لئے اور اس کے مثل اس کے ساتھ۔

امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور ﷺ کے ہمراہ آپ مدینہ سے نکلے اور بحرہ سقیا جو مقام سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ کا تھا، پہنچے۔ حضور ﷺ نے پانی طلب فرمایا اور وضو کیا اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر فرمایا اے میرے رب ابراہیم تیرا بندہ ہے اور تیرا خلیل ہے۔ انہوں نے تجھ سے دعا کی تھی اہل مکہ کے متعلق یہاں خیروبرکت کردے اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا رسول ہوں۔ اہل مدینہ کی شان میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے رب برکت دے ان کو ان کے مد اور صاع میں جیسے کہ برکت دی تو نے اہل مکہ کو لیکن اہل مدینہ کو اہل مکہ کے مقابلہ میں دوگنی برکت عطا فرما۔ اس بارے میں بھی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں مد اور صاع میں برکت کے لئے دعا فرمائی ہے۔ اس سے دینوی خیروبرکت مراد ہے اور جس جگہ مطلق دعا واقع ہے وہ دونوں جہاں کی نعمتوں کو شامل ہے۔ ظاہروباطن

برکات کے آثار اس شہر مقدس میں معائنہ اور مشاہدہ کئے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے دعا کی کہ وبائی امراض اور وبائی بخار اس شہر سے نکل کر جحفہ کی آبادی میں چلے جائیں۔ یہ آبادی مشرکین اور سرکشوں کی تھی۔ آپ کی دعا سے پہلے مدینہ وبائی امراض اور بخار کا جولال گاہ تھا۔ روایت ہے کہ ابتدائے تشریف آوری میں آپکے اصحاب معالی نصاب بخار کے عارضہ میں مبتلا ہوئے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے دو غلام بلال اور عامر اسی عارضہ میں مبتلا ایک مکان میں پڑے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی اجازت سے ان کی تیمارداری کو تشریف لائیں اور اپنے والد بزرگوار کو دیکھا کہ مکان کے ایک گوشے میں ہیں اور سخت بخار چڑھا ہوا ہے فرماتے ہیں شعر۔

کل امرء مصبح فی اھلہ
والموت ادنی من اشراک نعلہ

ترجمہ:۔ ہر مرد صبح کرنے والا ہے اپنے اہل میں حالانکہ موت قریب تر ہے اس کے جوتا کے تسمہ سے اور دوسرے گوشہ میں بلال و عامر کو دیکھا یہ دونوں حضرات کفار قریش پر لعنت بھیج رہے تھے اور مکہ اور اس کے مقامات کو یاد کرکے اشعار پڑھ رہے تھے اور سرزمین مدینہ اور اس کی شدت کی شکایت کررہے تھے۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے بخار اور وبائی امراض جحفہ کو چلے جائیں چنانچہ اس بات کا صادر ہونا۔ حضور ﷺ کے معجزات عظیمہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں جو شخص مدینہ میں داخل ہونے کا قصد کرتا اور چاہتا کہ مدینہ کی وبا سے محفوظ رہے تو اس پر لازم تھا کہ جب مقام مثنیتہ الوداع (ایک مقام کا نام ہے) پر پہنچے تو دس مرتبہ گدھے کی آواز نکالے۔ تب آگے بڑھے اور اس مقام کا نام مثنیتہ الوداع اسی سبب سے پڑ گیا تھا۔ مشہور تھا کہ اگر کوئی

شخص اس جگہ پہنچ کر گدھے کی آواز نہ نکالتا تو لوگ کہتے کہ اس نے اپنی زندگی کو رخصت کردیا۔ یعنی اپنے آپ کو ہلاک کیا لیکن بہ زمانہ سعادت نشان ہجرت حضور سرور کائنات ﷺ ایک عرب شاعر نے جس کا نام عروہ بن الورد تھا مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور اس مقام پر پہنچا جہاں اس سنت بد اور عادت شنیعہ پر عمل لازمی تھا تو اس نے انکار کردیا اور یہ شعر پڑھا۔

لعمری لئن عشرت من خشیته الردی

نهاق الحمیرانني بجزوع

ترجمہ:۔ قسم ہے مجھے میری عمر کی گدھے کی آواز نکال کر زندہ رہنے سے مرجانا بہتر ہے" اور وہ بغیر آواز نکالے مدینہ میں داخل ہوگیا اور کوئی آفت جو عوام کے ذہن میں تھی اس کو نہ پہنچی۔ اس کے بعد سے یہ عادت بد بھی متروک ہوگئی مثیتہ الوداع کا ذکر کتب حدیث میں بہت جگہ آیا ہے لیکن اس کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے ایک تو یہی ہے جس کو اوپر بیان کیا گیا ہے اور دوسری یہ ہے کہ اس کو مثیتہ الوداع اس لئے کہتے تھے کہ اہل مدینہ اپنے مہمان کو وہاں تک رخصت کرنے کے لئے جاتے تھے۔

مدینہ منورہ کا ایک وصف اور سنئے۔ وہ یہ ہے کہ یہ شہر مقدس دجال کے وجود اور نجاست سے محفوظ رہے گا۔ صحیحین (بخاری و مسلم) کی روایت سے یہ ثابت ہے کہ اس زمانے میں مدینہ منورہ کی ہر گلی پر فرشتوں کی ایک جماعت مقرر ہوگی کہ اس کی حفاظت کرے اور دجال کے داخلے کو روک دے۔ دوسری حدیث میں یہ آیا ہے کہ روئے زمین پر کوئی شہر ایسا نہیں ہے جہاں دجال نہ جاسکے۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے۔ مسلم کی احادیث میں آیا ہے کہ دجال کا خروج مشرق کی جانب سے ہوگا اس کے بعد وہ مدینہ کا ارادہ کرے گا۔ جبل احد کی پشت پر پڑاؤ ڈالے گا لیکن ملا ٔکہ اس کے چہرہ کو شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ خود شام میں ہلاک ہوگا۔ صحیحین میں آیا ہے کہ

مدینہ کے بہترین اشخاص میں سے ایک صاحب دجال کے سامنے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں گواہی دیتا ہوں تو وہی دجال ہے جس کے خروج کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ یہ ایک طویل حدیث ہے۔ ابو حاتم معمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ خضر علیہ السلام ہوں گے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث صحیح میں روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور ﷺ نے یوم الخلاص کا تذکرہ کیا اور حضور ﷺ کی زبان مبارک پر بار بار اس کا ذکر آیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یوم الخلاص کیا ہے۔ فرمایا جس دن دجال آئے گا اور جبل احد پر چڑھ کر نگاہ کرے گا اور اپنے ساتھیوں سے کہے گا کہ تم جانتے ہو یہ سفید محل جو دکھائی دیتا ہے پھر خود ہی جواب دے گا کہ یہ احمد ﷺ کی مسجد ہے۔ اس کے بعد مدینہ میں داخل ہونے کاارادہ کرے گا لیکن مدینہ مطہرہ کے ہر راستہ پر ایک فرشتہ پائے گا جو اس راستہ کی حفاظت کررہا ہوگا اس وقت دجال وادی کے ان اطراف میں جس طرف شہر کا پانی جاتا ہے خیمہ گاڑے گا تب مدینہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا اس میں جو لوگ کافر' فاسق اور منافق ہوں گے وہ دجال کی طرف چلے جائیں گے اور مدینہ شریف ان خبیث و نجس لوگوں سے پاک ہوجائے گا۔ یہی دن یوم الخلاص ہوگا اس کے منجملہ اوصاف کے یہ بھی ہے کہ حکیم مطلق نے اس شہر کی مٹی اور پھلوں میں شفا کی خاصیت رکھی ہے بہت سی حدیثوں میں آیا ہے کہ مدینہ کے غبار میں شفا ہے اور بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جذام اور برص کو آرام ہوجاتا ہے لیکن بعض اخبار میں یہ ہے کہ

بعض مخصوص جگہ کی مٹی جنہیں صعیب : اور وادی بطحان کہتے ہیں کہ ان امراض کے لئے خاصیت رکھتی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے بعض اصحاب سے حکما" فرمایا تھا کہ بخار کے مرض کا علاج اس پاک مٹی سے کرو۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں یکے بعد دیگرے یہ بات منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ دوا کے لئے

اس مٹی کو لے جانے کے لئے بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ جو لوگ حرم کی مٹی کو لے جانے کے لئے منع کرتے ہیں۔ وہ بھی اس خاص مٹی کو اس عموم سے تخصیص کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اور اکثر علماء اس علاج کو مجرب کہتے ہیں۔ شیخ مجدالدین فیروز آبادی فرماتے ہیں کہ میں نے خود تجربہ کیا ہے کہ میرا ایک غلام ایک سال مسلسل بخار کے مرض میں گرفتار رہا۔ میں نے اس جگہ کی تھوڑی سی مٹی لی اور پانی میں ڈال کر غلام کو دی۔ ایک ہی دن میں صحت یاب ہو گیا۔ راقم الحروف بھی اس علاج کے تجربہ اور مشاہدہ سے مشرف ہوا ہے جس زمانہ میں مدینہ پاک کا قیام میرے لئے باعث شرف ہوا تھا۔ میرے پیروں پر ایسا ورم ہوا کہ اطباء نے اس کو بالاتفاق ہلاکت اور فنا کی علامت تجویز کیا۔ میں نے اس پاک مٹی سے اپنا علاج کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں سہولت اور آسانی کے ساتھ آرام ہو گیا۔ اس شہر پاک کے پھلوں سے شفاء ہونا صحیحین میں آیا ہے کہ جو شخص سات عدد عجوہ کھجوریں نہار منہ کھائے اس پر زہر اور جادو اثر نہ کرے گا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کھجوروں کو دوران سر کے لئے (جو بہت سخت مشہور ہے) حکم فرمایا کرتی تھیں۔ عجوہ ایک قسم کا پھل ہے۔ اہل مدینہ اس سے واقف ہیں لیکن بعض کہتے ہیں کہ عجوہ کی اصلیت اس درخت سے ہے جس کو حضور سرور انبیاء ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لگایا اور تمر کی قسمیں مدینہ اس درجہ ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ تاریخ کبیر میں سید علیہ الرحمتہ نے ایک سو انتالیس شمار کی ہیں۔ منجملہ تمر کی قسموں کے ایک صیحانی کھجور ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ ایک روز حضرت رسالت پناہ ﷺ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مدینہ کے بعض باغوں میں تشریف لے گئے۔ اچانک درخت میں سے آواز آئی۔ ھذا محمد سیدالانبیاء وھذا علی سیدالاولیاء ابوالائمتہ الطاہرین۔ ترجمہ:۔ یہ محمد ﷺ نبیوں کے سردار

ہیں اور یہ علی رضی اللہ عنہ ہیں اولیاؤں کے سردار کے باپ ائمہ طاہرین کے۔ اس کے بعد دوسرے درخت کے پاس گزر ہوا آواز آئی۔ ھنا محمد رسول اللّٰہ وھذا علی سیف اللّٰہ ترجمہ:۔ یہ محمد ﷺ ہیں اللہ کے رسول اور یہ علی رضی اللہ عنہ اللہ کی تلوار ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو صیحانی کہتے ہیں کیونکہ صیحہ لغت میں بمعنی آواز کے ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کان احب التمرالی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم العجوۃ فرمایا کہ تمر کی تمام قسموں میں محبوب ترین رسول اللہ ﷺ کے نزدیک عجوہ تھا اور ہم نے تسلیم کرلیا کہ یہ خاصیت مذکور اس کھجور میں بوجہ محبت حضور ﷺ کے تھی۔ دلیل کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تمام اقسام کھجور میں عجوہ کو خصوصیت دینا اور خاص سات ہی عدد کو مخصوص کردینا۔ منجملہ اسرار کے ہے کہ شارع علیہ السلام کے سوا اس کی حکمت کوئی نہیں جان سکتا۔ ہم کو اسی پر ایمان لانا چاہئے اور یہی اعتقاد چاہئے اور جو بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ تاثیر وہاں کی خاص زمین کی مخصوص کیفیت ہوائی کے سبب سے ہے۔ یا محض حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ خاصیت تھی یا امور کثیرالوقوع سے ہے۔ ہمیشہ کے لئے خاص کھجور میں یہ خاصیت نہ تھی جس کا وجود اب اس زمانے میں نہیں ہے یہ تمام احتمالات تکلفات واہیہ ہیں جو عقل کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں۔ تعجب تو اس مومن پر ہے کہ اس کو یہ حدیث پہنچی ہو اور اس طرح کی خبر سنی ہو کر حضور ﷺ نے اس قسم کو جملہ اقسام کھجور سے دوست رکھا ہے اور شوق سے تناول فرمایا ہے۔ پھر اس کی خاصیت کے سلسلے میں اہل طبیعت کی من گھڑت تاویلوں پر یقین کرلے۔ یہ بات اس شخص کی بے نسبتی کو یاد دلاتی ہے۔ نعوذباللہ منہ بیت۔

چولب بکوزہ نہی کوزۂ نبات شود
زکوزہ قطرہ چکد چشمہ حیات شود

منجملہ جمیع اوصاف کے جو اس شہر مقدس کو حاصل ہیں ایک مسجد شریف ہے جو انبیاء کی آخر مساجد میں ہے اور دوسری مسجد قبا ہے جو ابتدائی مسجد ہے اور اس کی بنیاد دین محمدی ﷺ میں سب سے پہلے رکھی گئی ہے اور حضور ﷺ کی مسجد مبارک میں قبرانور اور منبر شریف کے درمیان جتنی جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے جو اپنے مرتبہ میں بہشت عالی مقام کا حکم رکھتا ہے اور جبل احد جنت کے پہاڑوں میں سے ہے جو حبیب خدا ﷺ کو بہت محبوب ہے اور بقیع کا مقبرہ کہ آپ کی آل کرام رضی اللہ عنہم اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم کا جائے قیام ہے اور مشہد سید الشہدا اور بقیہ مشاہد نیز دوسرے مقامات شریف اور مکانات متبرکہ جن میں سے ہر ایک کی فضیلت اور بزرگی میں اخبار و احادیث وارد ہوئے ہیں یہیں ہیں۔ چنانچہ ان اوراق کے صفحات ان کی سرخی سے شرف پائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تمام شہر شمشیر سے فتح ہوئے ہیں اور مدینہ شریف قرآن سے فتح ہوا۔ چنانچہ حضور ﷺ کی ہجرت کے ذکر میں یہ بات واضح ہو جائے گی۔ منجملہ اس کے اوصاف کے یہ بھی ہے کہ مدینہ سے بلاوجہ شرعی نکلنے پر وعید آئی ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم فریضہ حج ادا کرنے کے بعد بہت جلد مدینہ کو واپس آتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں ضرورت سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے اور مدینہ کے رہنے والوں کی یہ عادت باسعادت اب تک اسی طریقہ پر ہے جس سے اس کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

بیت۔

صبر از درت محال بود اہل شوق را
ورزانکہ دربہشت بریں رفتہ جا کنند

منجملہ اس کے اوصاف کے ایک یہ ہے کہ اس حرم کی تحریم مثل مکہ کے ہے چنانچہ اس کے بیان میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں اور اس کے حدود

کے بیان کرنے اور تحریم کے حکم مرتب ہونے میں علما اختلاف رکھتے ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کی تحریم کے معنی محض تعظیم اور تکریم کے ہیں۔ بغیر احکام حرم کے ثبوت کے مثل شکار کا حرام ہونا۔ درخت کا کاٹنا۔ جزاء کا لازم ہونا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ مدینہ کی حرمت اور احکام کا مرتب ہونا حرم مکہ کے مثل ہے۔ بلاتفاوت کے اور ساتھ ہی اس مسئلہ کی تحقیق فقہ کی کتب میں خلاصہ کرکے لکھی ہے اور خاص کر سید علیہ الرحمتہ نے اس سلسلے میں انتہا درجہ کی کوشش کرکے اچھی تقریر کی ہے۔ واللہ اعلم۔

از انجملہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے کہ لوگوں کو اس شہر بزرگ کے باشندوں کی تعظیم کرنا چاہیے۔ اس مدعا کا ثبوت اس وعید سے چلتا ہے جو اہل مدینہ کے ڈرانے اور دھمکانے پر آئی ہے وہ بھی معلوم ہوجائیں گی۔ اور دیگر احادیث بھی جو اس بارے میں ہیں لکھی جائیں گی۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ مھاجری۔ ترجمہ:۔ مدینہ میری ہجرت کا مقام ہے وفیھا مضجعی۔ ترجمہ:۔ اور اس میں میری خواب گاہ ہے۔ (کنایتاً" اپنے مزار مبارک کی خبر دی ہے) وفیھا مبعثی۔ ترجمہ:۔ اور مدینہ میں میری بعثت ہے اور اسی مقام پر ستر ہزار رحمت کے فرشتے ہیں جن سے قبر شریف ڈھانپی رہتی ہے اور آپ یہیں سے اٹھیں گے۔ حقیق علی امتی حفظ جیرانی۔ ترجمہ:۔ میری امت پر لازم ہے کہ میرے ہمسایہ کی حفاظت اور حرمت کریں اور ان کے حقوق کی رعایت کرنے میں ذرہ برابر فروگزاشت نہ کریں اور اگر اہل مدینہ سے اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات پائیں تو اس پر مواخذہ نہ کریں جہاں تک ہو سکے معاف کر دیں۔ مااجتنبوا الکبائر۔ ترجمہ:۔ جب تک اہل مدینہ کبیرہ کے مرتکب نہ ہوں اس وقت تک شریعت مطہرہ کا جو کچھ حق ہو حقوق اللہ حقوق العباد میں قائم کریں۔ من

حفظهم کنت له شهیدا وشفیعا یوم القیامۃ ترجمہ:۔ جو شخص ان کی حرمت کی حفاظت کرے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔ ومن لم یحفظهم سقی من طینۃالخبال۔ ترجمہ:۔ اور جو شخص اہل مدینہ کی حرمت کے حقوق کو سامنے نہ رکھے گا اس کو طینت خبال پلایا جائے گا۔ یہ ایک حوض ہے دوزخ میں جس میں دوزخیوں کا خون اور پیپ جمع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے منجملہ اسکے اوصاف کے یہ ہے۔ حدیث صحیح مسلم میں آیا ہے۔ لا یرید احد اهل المدینة بسوء الا اذابه الله فی النار کما ذوب الرصاص اوذوب الملح فی الماء ترجمہ:۔ جو شخص کہ اہل مدینہ سے بدی کا ارادہ کرے گا اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے کسی مقام پر کھڑا ہوگا وہ شہنشاہ جبار کے عذاب میں گرفتار ہوگا اور آگ میں مانند رانگ کے اور نمک کے پانی میں پگھل جائے گا۔ بعضوں نے اس کو آخرت کے عذاب سے خاص کیا ہے لیکن حدیث کے ظاہر الفاظ نیز احوال کے مشاہدات اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ اس لئے کہ عذاب آخرت مستحق قرار پا جانے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ کی قضاء و قدر اس طور پر جاری ہے کہ جو شخص اہل مدینہ سے لڑائی کرے یا ان کی ایذا پر ارادہ کرے وہ تھوڑے ہی دنوں میں اس گناہ کے وبال اور عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے اپنے دونوں دست مبارک اٹھا کر فرمایا۔ اللّٰھم من ارادنی واھل بلدی بسوء فعجل ھلاکہ۔ ترجمہ:۔ اے اللہ جو شخص میرے اور میرے اہل شہر کے ساتھ برائی کا خیال کرے اس کو جلد ہلاک کر۔ چنانچہ بعض لڑائیوں کے واقعات جو یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یا ان کے علاوہ ہوئے ہیں اس بات کی تصدیق روزِ روشن کی طرح گواہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ صحیح حدیث میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتنہ پرداز سرداروں

میں سے ایک سردار مدینہ میں آیا جابر رضی اللہ عنہ اس وقت مدینہ میں تھے اور آپ کی بینائی بڑھاپے کی وجہ سے جاتی رہی تھی۔ ان سے کہا کہ مصلحت وقت اس میں ہے کہ اس ظالم کے مقابلے سے تھوڑے دنوں کے لئے کنارہ کشی اختیار کی جائے تاکہ اس فتنہ کی آفت اور اس ابتلا کے خوف سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ آپ اپنے دونوں صاحبزادوں کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر مدینہ منورہ سے باہر جا رہے تھے۔ ضعف پیری اور بینائی کے نہ ہونے کی وجہ سے اچانک زمین پر گر پڑے اس وقت آپ نے کہا ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرایا۔ آپ کے ایک لڑکے نے دریافت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرانا کس طرح ہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے دار بقا کو تشریف لے جا چکے ہیں۔ اس پر جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ جس شخص نے اہل مدینہ کو ڈرایا بیشک گویا اس نے مجھ کو ڈرایا۔ نسائی کی روایتوں میں آیا ہے۔ من اخاف اهل المدينة ظالما اخافه الله و كانت عليه لعنة الله والملٰكة و الناس اجمعين۔

ترجمہ:۔ جو شخص اہل مدینہ کو ڈرائے اس کو اللہ ظلماً" ڈراتا ہے اور اس پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اس کا کوئی عمل فرض یا نفل قبول نہیں ہے۔ نیز اس باب میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ سید علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر مشار الیہ جس سے جابر رضی اللہ عنہ بھاگے تھے بشر ابن ارطاۃ تھا۔ اس لئے قرطبی ابن عبدالبر سے روایت لاتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے دو حکموں کے فیصلہ کرنے کے بعد بشر ابن ارطاۃ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا تاکہ اس شہر کے باشندوں سے ان کی خلافت پر عہد بیعت لیں۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس وقت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے مدینہ میں عامل تھے۔ خوف فرار کی وجہ سے جناب ولایت ماب مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔ بشر مدینہ میں آیا

اور کہا کہ اگر امیر المومنین کا عہد اور ان کا حکم نہ مانو گے تو اس شہر میں ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا اور سب کو تیغ سیاست سے ہلاک کر دوں گا۔ اس کے بعد تمام اہل مدینہ منورہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے طلب کیا اور ایک قاصد بنی سلمہ میں بھیجا کہ اگر تم جابر ابن عبداللہ کو حاضر نہ کرو گے تو میرے ذمہ اور امان میں نہیں ہو۔ جابر رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر سنی تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئے اور ان سے صورت حال بیان کی اور بشر کی مجلس میں حاضر ہونے کے متعلق مشورہ کیا اور کہا کہ بیعت گمراہی ہے اس میں فلاح کی امید نہیں ہے لیکن ترک بیعت میں امان بھی نہیں ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت جابر کو مجبوراً بیعت کی اجازت دے دی۔ اکثر اہل مدینہ بھاگ کر حرہ بنی سلیم میں جاچھپے۔ علماء رحمہم اللہ نے فرمایا ہے یہ لعنت جو اہل مدینہ پر ظلم و فساد کا ارادہ کرنے والوں پر وارد ہوئی ہے لعنت کفار اور اہل شرک کے مثل نہیں ہے جس میں رحمت الٰہی اور نعمت غیر متناہی سے مطلقاً نا امیدی پائی جاتی ہے یا جنت میں داخلہ سے محرومی کے نتائج مترتب ہوتے ہیں۔ بلکہ اس لعنت کا مطلب دربار جل جلالہ میں رحمت خاص حاصل کرنے سے دور رہنا ہے اور اول اول اہل قرب اور اصحاب پاکیزہ کے گروہ کے ساتھ بہشت میں داخل ہونے سے محروم رہنا ہے۔ جن کا دامن عصمت ظلم و فساد کی نجاست سے پاک رہا ہے۔ اس لعنت کا مقصد حقیقت میں لوگوں کو بے ادبی پر ڈرانا دھمکانا ہے کہ اس مقام پاک کا احترام کیوں نہیں کیا اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس شہر میں گناہ صغیرہ کبیرہ کا حکم رکھتا ہے جس طرح بعض علماء حرم مکہ میں گناہ کے دوگنا ہو جانے کے قائل ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

فصل: تمام برائیوں میں سب سے بڑی برائی وہ ہے جو یزید پلید بن معاویہ کے زمانے میں قتل امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے بعد واقع ہوئی ہے۔ یہ واقعہ حرہ کا ہے۔ اس کو حرہ واقم اور حرہ زہرہ کہتے ہیں۔ یہ مدینہ پاک کے اطراف میں

ایک میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ جو کچھ کہ قتل و خونریزی، بے حرمتی اور فساد اس شہرپاک کی حرہ میں واقع ہوئی ہے۔ اس کا ذکر ہی پاکیزہ قلوب کی کدورت اور رنجش کا باعث ہے لیکن چونکہ اس کا واقع ہونا مخبر صادق ﷺ کے قول کا مصداق ہے۔ آپ نے اس زمانے سے پیشتر ہی خبر دے دی تھی اور اس کا انجام اس شہر کے فضائل و خصائص سے تعلق رکھتا ہے بتقاضائے مضمون حدیث نبوی ﷺ کہ جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچائے گا اور ڈرائے گا تو انجام کار اس کا دنیا و آخرت میں عذاب اور وبال ہے۔ چنانچہ قصہ کے سیاق سے واضح ہوجائے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس مناسبت سے کچھ تذکرہ کیا جائے آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ بعض علماء کا مذہب ہے اور جو بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مدینہ منورہ انتہائی رونق و جمال اور آبادی کے باوجود تنزلی کی طرف رونما ہو گا اور لوگ اس کی سکونت ترک کردیں گے وہ وحشی جانوروں کا مسکن ہو جائے گا۔ اس حدیث کا مصداق یہی خوفناک واقعہ ہے۔ لیکن امام نووی کی تحقیق زیادہ پسندیدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ حال آخر زمانہ میں قیامت کے قریب ہوگا اس لئے کہ بعض علامات جو اس حدیث میں آئی ہیں واقعہ حرہ میں ظاہر ہوئیں۔ چنانچہ ابن شیبہ کی روایت میں آیا ہے کہ مقدس شہر چالیس سال تک ویران رہے گا اور وحشی جانوروں کا مسکن ہو جائے گا۔ اس کے بعد دو نوجوان قبیلہ مزینہ سے آئیں گے جب وہ دونوں مدینہ منورہ کو اس حالت میں دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے تعجب کے طور پر کہے گا یہاں کے آدمی کہاں گئے۔ ان کو یہاں سوائے لومڑیوں اور بھوکے جانوروں کے اور کچھ نہ معلوم ہوگا۔ اس حالت کا وقوع آخر زمانے میں ہوگا اور اس واقعہ کے متعلق خاص کر اخبار و آثار صحیح اشارتاً" و صراحتاً" آئے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ایک دن آئے گا جس میں

اہل مدینہ کو مدینہ سے باہر کریں گے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ کون شخص ہوگا جو ان کو باہر کرے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک مردبرا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے ایک قبیلہ سے ہوگی۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس وقت میں ہمارے لئے کیا حکم فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مخلوق سے گوشہ نشینی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مدینہ میں لڑائی واقع ہوگی اور وہ دین کو ایسا صاف کر دے گی جس طرح کہ سر کے بالوں کو مونڈ دیتے ہیں۔ اس دن مدینہ سے باہر نکل جانا اگرچہ ایک منزل کی مقدار ہو اور پھر دوسری جگہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے اللہ مجھ کو 60 ہجری کے حوادث اور لڑکوں کی حکومت سے محفوظ رکھ اور اس وقت کے آنے سے پہلے مجھے دنیا سے اٹھا لینا یہ اشارہ یزید کے زمانے کی طرف ہے۔ یزید 60 ہجری میں تخت نشین ہوا اور حرہ کا واقعہ بھی اسی کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا۔

واقدی کتاب حرہ میں ایوب ابن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سید ابرار ﷺ کسی سفر میں باہر تشریف لے گئے جب حرہ زہرہ میں پہنچے تو کھڑے ہوگئے اور آیت انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھی۔ صحابہ نے سمجھا شاید حضور ﷺ کو معلوم ہوگیا کہ اس سفر کا انجام مدعا کے موافق نہ ہوگا۔ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے کیا دیکھا جو استرجاع فرمایا۔ آپ نے جواب دیا کہ کوئی ایسا امر جسکا تمہارے اس سفر سے متعلق ہو نہیں ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پھر کیا چیز ہے ہم بھی جان لیں فرمایا کہ اس حرہ سنگستان میں جو لوگ میری امت کے بہترین ہیں میرے صحابہ کے بعد شہید ہوں گے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جس وقت آپ اس مقام پر پہنچتے تھے تو اپنے دست مبارک سے اشارہ کرتے تھے

اور فرماتے تھے کہ اس حرہ میں میری امت کے بہترین لوگ شہید ہوں گے رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے اور کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا توریت میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ کے شرقی سنگستان میں بہت سے مقتول ہوں گے کہ جن کے چہرے قیامت کے دن چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور ابن زبالہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک دن بارش بہت ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دوستوں کے ساتھ مدینہ کے نواح میں تفریحاً نکلے جب اس مقام پر پہنچے جس کو حرہ واقم کہتے ہیں تو دیکھا کہ پانی کی رو وادی کی ہر جانب سے رواں تھی۔ کعب احبار بھی آپ کے ہمراہ تھے انہوں نے کہا اے امیرالمومنین خدا کی قسم جس طرح یہ پانی بہہ کر آرہا ہے خون کی رو بھی اس وادی میں اسی طرح رواں ہوگی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نزدیک آئے اور کہا اے ابو اسحٰق یہ واقعہ کس زمانے میں ہو گا۔ کعب نے کہا اے ابن زبیر بچو اور ڈرو کہ یہ تمہارے ہاتھ پیر سے واقع نہ ہوگا۔ اب اس واقعہ کے باب میں اہل تاریخ بطور تفصیل اور اجمال کے تقریر کرتے ہیں۔ اس مقام پر مورخ کی عبارت اس نے جس طرح پر تقریر کی ہے مجمل یا مفصل اس کا ترجمہ کیا جائے گا تاکہ اصل معاملے میں کوئی تبدل تغیر نہ واقع ہو واللہ اعلم۔

قرطبی کہتے ہیں کہ مدینہ پاک سے اہل مدینہ کے نکلنے کا سبب جو بعض احادیث میں آیا ہے یہی واقعہ حرہ ہے۔ جس زمانے میں یہ شہر مقدس خوبی اور آبادی میں حسن و کمال کے درجہ کو پہنچا ہوا تھا اس کا یہ حسن و کمال اصحاب مہاجرین وانصار اور علماء تابعین کے وجود کے سبب سے تھا۔ اس وقت حوادث اور فتنے مسلسل اس شہر کی جانب متوجہ ہوئے اس وقت اہل مدینہ نے ان آفات کے خوف سے اس قریہ سے جو مقام رحمت اور جائے نزول برکات ہے۔ سفر کرنا اختیار کیا اور یزید ابن معاویہ نے مسلم بن عقبہ مری کو شامیوں کا

ایک بڑا لشکر دے کر اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا تاکہ ان لوگوں کو مدینہ مطہرہ کے حرہ میں نہایت سختی سے قتل کرے اور جتنی شدت کر سکتا ہو کرے۔ تین روز تک حرم نبوی ﷺ کی بے حرمتی کر کے بے دینی کی داد دی۔ اسی سبب سے اس کو واقعہ حرہ کہتے ہیں اس واقعہ کا وقوع واقم حرہ میں ہوا۔ یہ جگہ مسجد نبوی ﷺ سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پر ایک ہزار سات سو آدمیوں کو مہاجرین و انصار اور علماء تابعین کے علاوہ شہید کیا۔ اور عورتوں اور بچوں کے علاوہ عوام میں سے دو ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔ سات سو حافظ قرآن نیز قوم قریش کے ستانوے افراد کو ظلم کی تلوار سے ذبح کر ڈالا۔ فسق و فساد اور زنا کو مباح کر دیا۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے زنا کی اولاد جنی تھی اور حضور ﷺ کی مسجد شریف میں گھوڑوں کو جولانی دیتے تھے اور غضب کی بات سنئے کہ روضہ شریف و منبر شریف کی درمیانی جگہ میں جس کے متعلق صحیح حدیث میں آیا ہے۔ کہ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یہاں پر ان کے گھوڑے لید اور پیشاب کرتے تھے اور مسلم بن عقبہ مری تمام لوگوں کو یزید پلید کی بیعت اور اس کی غلامی کے عہد پر اس طرح آمادہ کرنا چاہتا تھا کہ اگر چاہے تو بیچ ڈالے اور چاہے تو آزاد کر دے خواہ وہ اللہ جل جلالہ کی اطاعت کی جانب بلائے یا گناہ پر جبر و اکراہ کرے۔ جب یزید پلید کے سامنے عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے حکم قرآن و حدیث کے موافق بیعت کا ذکر کیا تو فوراً ان کی گردن اڑا دی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اہل اخبار کا بیان یوں ہے کہ مدینہ منورہ اس زمانے میں مطلقاً آدمیوں سے خالی تھا اور اس شہر پاک کے میوے اور پھل و حوش اور چوپایوں کی غذا ہوتے تھے۔ کتے اور دوسرے جانوروں نے مسجد شریف میں رہنا شروع کر دیا تھا۔ مخبر صادق ﷺ نے جس طرح یہ خبر دی تھی اس کا اسی طرح ظہور ہوا۔ یہاں تک تو قرطبی کے کلام کا ترجمہ تھا۔ اب طبرانی کا بیان سنئے۔ طبرانی حدیث کے

علمائے عظام میں سے ہیں یہ ایک بڑی حدیث میں عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے دار فانی سے دار آخرت کو سفر کیا تو عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کی اطاعت سے اعراض کرکے اس کی بیعت سے انکار کر دیا اور اس کی دشنام دہی پر زبان کھولی جب یزید کو اس حالت کی خبر پہنچی تو اس نے ایک شخص کو ان کی گرفتاری کے لئے روانہ کرتے ہوئے اسے قسم دی کہ ان کو گردن میں طوق ڈالے بغیر ہمارے سامنے نہ لانا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دوستوں نے کہا کہ اگر آپ یزید کی قسم پوری کرنے کے لئے اپنی گردن میں چاندی کا طوق بنوا کر ڈال لیں اور اوپر سے کپڑے پہن لیں تو بے شک یزید کے ساتھ آپ کی صلح امن اور سلامتی کے قریب ہوگی۔ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خداوند تعالیٰ اس کو اس قسم میں ہرگز سچا نہ کرے گا۔ میں کبھی غیر خدا کے سامنے نرم نہیں ہوتا ہوں بالکل اسی طرح جس طرح کہ سخت پتھر دانتوں کے نیچے نرم نہیں ہوتا۔ اس کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کر دیا اور لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلایا۔ یزید پلید ابن معاویہ نے مسلم بن عقبہ مری کو اہل شام کی ایک فوج کے ساتھ مدینہ والوں سے جنگ کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ مدینہ کو فتح کر لینے کے بعد مکہ کی جانب متوجہ ہو جانا اور عبداللہ بن زبیر کو بھی ختم کر دینا۔ جب مسلم بن عقبہ مدینہ میں آیا تو بقیہ اصحاب رضی اللہ عنہم نے جو اس وقت مدینہ طیبہ میں موجود تھے۔ شہر کو خالی کر دیا۔ مسلم بن عقبہ مدینہ طیبہ کے باشندگان کو قتل کرنے میں حد سے تجاوز کر گیا اور فساد برپا کر کے مکہ مکرمہ کی جانب متوجہ ہوا۔ نصف راستہ میں بیمار ہوا اور مر گیا اپنے بعد حصین بن نمیر کو اپنا جانشین بنا گیا دوسری طرف یزید بھی ابن زبیر کے محاصرہ نیز منجنیق کے استعمال اور آگ لگا دینے کی وصیت کر کے مر گیا۔ جب حصین بن نمیر کو یزید کی موت کی اطلاع پہنچی تو بھاگ گیا اور یہ لڑائی اختتام کو نہ پہنچ سکی۔ یہ کلام طبرانی کا تھا۔

اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ جب 62 ھ شروع ہوئی تو یزید پلید بن معاویہ نے عثمان ابن محمد ابی سفیان کو جو اس کا چچا زاد بھائی تھا مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ مدینہ کے باشندوں کو یزید کی بیعت پر دعوت دیں۔ عثمان ابن محمد نے اہل مدینہ سے ایک جماعت کو یزید کی جانب روانہ کیا اس کے بعد جب یہ جماعت یزید کے پاس سے مدینہ طیبہ واپس آئی تو اس نے یزید پلید کی دشنام طرازی پر زبان کھولی اور اس کی بے دینی' شراب نوشی' ممنوعات کے ارتکاب اور کتوں سے کھیلنے کا ذکر کیا اور ساتھ ہی اسکی دوسری بری باتیں بھی لوگوں سے بیان کیں اس کی بیعت سے علیحدگی بھی اختیار کرلی اور بقیہ اہل مدینہ کو اس کے قصد بیعت واطاعت سے روکا۔ منذر ایک شخص تھے جن کا تعلق اسی جماعت سے تھا۔ انہوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ مجھ کو یزید نے ایک لاکھ درہم دیئے ہیں اور میرے ساتھ احسان بھی کئے ہیں لیکن میں سچائی کو ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔ یزید شراب نوشی اور تارک صوم و صلوٰۃ ہے۔ یزید کی بیعت توڑ دینے کے بعد اہل مدینہ نے مستحق بیعت عبداللہ ابن حنظلہ غسیل کو دیا اور عثمان بن محمد کو جو یزید شقی کی طرف سے مدینہ کا عامل تھا نکال کر اس شہرپاک کے میدان کو اغیار کی نجاست سے پاک کیا۔ عبداللہ بن حنظلہ کہتے تھے کہ میں اس وقت تک یزید کی بیعت سے باہر نہ ہوں گا اور اسپر خروج بھی نہ کروں گا۔ جب تک کہ ہم کو آسمان سے پتھر برسنے کا خوف نہ ہو۔

اور ابن جوزی ابوالحسن بداہنی سے جو ثقہ راوی ہیں نقل کرتے ہیں کہ اہل مدینہ یزید کی علامات فسق و فساد کے ظاہر ہونے کے بعد منبر پر چڑھ کر اس کی بیعت سے منکر ہوگئے۔ عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر کہا کہ اگرچہ یزید نے مجھ کو صلہ اور انعام دیا ہے نیز میری جائداد میں بھی اضافہ کردیا ہے لیکن جو خدا کا دشمن اور دائم الخمر ہے میں نے اس کی بیعت کو اس طرح اپنے سے علیحدہ کر دیا جس طرح اپنی دستار کو۔

دوسرا آدمی اٹھا پاؤں سے اپنی جوتیاں اتار کر اسی طرح یزید کی بیعت توڑ دی۔ یہاں تک کہ عماموں اور جوتیوں سے مجلس بھر گئی۔ اس کے بعد عبداللہ بن مطیع کو قریش پر اور عبداللہ بن حنظلہ کو انصار پر والی بنادیا اور جس قدر بنی امیہ تھے سب کو مروان کے مکان میں محصور کر دیا۔ مروان نے اور جو جماعت اس کے ہمراہ تھی فریاد رسی اور استعانت کے لئے یزید پلید سے لشکر طلب کیا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو اہل مدینہ کے ساتھ جنگ کے لئے روانہ کر دیا۔ مسلم بن عقبہ ایک بڈھا معمر تھا۔ ضعف حالی کے باوجود اس نے جرات اور بہادری سے اہل مدینہ کے باشندوں پر ہمت باندھی اور ان کے قتل کا بیڑہ اٹھایا۔ ایک منادی نے یزید کے حکم کو باواز بلند سنایا کہ جو شخص حجاز کی لڑائی میں قدم رکھنا چاہے وہ سرکار کے دفتر خاص سے اسباب سفر اور اسلحہ جنگ حاصل کر لے۔ اس کے علاوہ سو دینار بھی انعام کے طور پر دیئے جائیں گے۔ جس وقت لوگوں نے یہ اعلان سنا بارہ ہزار آدمی تیار ہو گئے اور یہ قتل و فساد کے لئے روانہ کر دیئے گئے۔ ابن مرجانہ کو حکم بھیجا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لئے جائیں۔ ابن مرجانہ نے اس حکم کی اطاعت میں توقف سے کام لیا اور کہا خدا کی قسم میں ایک فاسق کے لئے فرزند پیغمبر کا قتل اور جنگ بیت اللہ کو پسند نہ کروں گا۔ ایسی صورت میں مسلم ابن عقبہ کو بھیجا اور اس کو وصیت کر دی کہ اگر تجھے کوئی حادثہ پیش آجائے تو حصین بن نمیر کو اپنا جانشین بنا دینا اور مزید حکم دیا کہ جن لوگوں کے لئے میں تجھے بھیجتا ہوں ان کو تین مرتبہ مقصد کی طرف بلانا۔ اگر وہ قبول کر لیں تو چھوڑ دینا ورنہ ان سے جنگ کرنا۔ اس کے بعد جب ان پر غالب آجانا تو تین دن تک حرم مدینہ منورہ کو حلال بنا دینا اور یہاں سے جتنا مال اور ہتھیار حاصل ہو فوج میں تقسیم کر دینا۔ تین دن کے بعد پھر کسی قسم کا ظلم نہ کرنا۔ لیکن علی ابن حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ نہ کہنا اس لئے کہ وہ اس جماعت کے اتفاق میں شامل نہیں ہیں۔ یہ خبر جب اہل مدینہ کو ملی تو

باشندگان مدینہ بھی اہل فساد کی مدافعت پر تیار ہو گئے اور بنی امیہ کی جو جماعت محصور تھی اس سے کہا کہ ہم سے عہد کرو کہ ہم لوگ مکر و فساد نہ کریں گے۔ اگر عہد نہ کیا تو اسی وقت تم سب کو تلوار سے ہلاک کر دیا جائے گا۔ بنی امیہ نے وقتی طور کے لئے اقرار کر لیا اور اہل مدینہ کے ہمراہ ظاہری طور پر مسلم بن عقبہ کے مقابلہ کے لئے باہر آ گئے۔ مروان بن الحکم نے اپنے لڑکے عبدالملک کو خفیہ طور پر مسلم بن عقبہ کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ حرم کے اطراف سے آکر سردست تین دن تک جنگ کو موقوف رکھنا اور ان دنوں میں مشورہ کے لئے مدینہ سے متوجہ ہوا اور ان سے دریافت کیا کہ کیا تدبیر کی جائے اور انہوں نے کیا سوچا ہے سبھی نے کہا بجز لڑائی کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے تاکہ یہ فتنہ و فساد اس خیرالبلاد دور سے کیا جائے۔ مروان نے کہا فتنہ و فساد کا مادہ برانگیختہ کرنا اچھا نہیں ہے اطاعت و فرماں برداری کے لئے گردنیں جھکا دو اور یزید کی بیعت کر لو۔ اسی میں مصلحت ہے۔ اہل مدینہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور وہ لڑائی کے لئے آمادہ ہو گئے۔ عبداللہ بن غسیل سوار ہوئے اور میدان جنگ میں داد شجاعت و مردانگی دی۔ مسلم بن عقبہ کو اس مرض کی وجہ سے جو اس کو تھا ایک تخت پر بٹھا کر دونوں صفوں کے درمیان میں لائے وہ اپنے لشکر کو ترغیب دیتا تھا۔ عبداللہ بن مطیع نے بھی اپنے سات لڑکوں کے ساتھ جنگ کی اور درجہ شہادت کو پہنچے۔ مسلم ابن عقبہ نے عبداللہ کے سر کو یزید پلید کے پاس بھیج دیا۔ آخر کار یزیدیوں کی فوج کو غلبہ ہوا۔ یزید کے حکم کے مطابق تین دن تک حرم مدینہ مباح رہا۔ لوٹ مار۔ قتل و غارت گری اور عورتوں کے ساتھ بدکاری ان کا پیشہ ہوا۔

واقدی نقل کرتے ہیں کہ مدینہ کے باشندوں نے لشکر یزید کے قریب ہونے کے بعد ایک خندق رسول اللہ ﷺ کی خندق کی بنیاد پر کھودنے کا مشورہ کیا اور ایک خندق کھودی۔ اس خندق کی کھدائی میں پندرہ روز تک مشقت

برداشت کی۔ مدینہ منورہ کے گرداگرد ایک کانٹے دار قلعہ کی بنیاد رکھ کر دشمنوں کے آنے کا راستہ بند کردیا اور ہر طرف سے تیروپتھر برسانے شروع کردیئے یہاں تک کہ دشمن کا حوصلہ پست کردیا۔ مسلم بن عقبہ ان کے خوف سے حرہ کے گوشہ میں گھس گیا اور مروان کے پاس آدمی بھیجا تاکہ وہ اپنے تجربہ اور کسی بہانے سے اس کی مدد کرے۔ مروان بنی حارثہ کے پاس آیا اور بعض لوگوں کو لالچ کے پھندے میں لاکر کہا کہ اگر ایک طرف کا راستہ کھول دو تو میں یہ واقعہ یزید کو لکھ بھیجوں گا وہ تم لوگوں کے ساتھ انعام اور صلہ عظیمہ کے ساتھ پیش آئے گا۔ مروان کے فریب میں آکر بنی حارثہ کی ایک جماعت نے ان لوگوں پر راستہ کھول دیا اور مسلم بن عقبہ کی فوج نے شہر میں داخل ہونے کا راستہ پالیا۔ اہل مدینہ کی جماعتیں جو ہر طرف کھڑی ہوئی تھیں۔ اہل شام کے داخلے کی جگہ پر پہنچ کر جنگ میں مشغول ہوگئیں۔ ابن ابی خیثمہ صحیح روایت بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے بعض بزرگ بیان کرتے تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے دنیا کے وقت یزید پلید کو اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجھ کو اہل مدینہ سے ایک سخت دن پیش آئے گا۔ تجھے چاہیے کہ اس دن اس کی تدبیر مسلم ابن عقبہ کے ذریعہ سے کرنا۔ اس لیے کہ میں اپنی رائے میں کسی شخص کو اس سے زیادہ مدبر نہیں دیکھتا ہوں جب باپ کے بعد یزید پلید تخت امارت پر بیٹھا اور اہل مدینہ سے جنگ کا موقع پیش آیا تو اس وقت اس نے باپ کی وصیت ہی پر عمل کرکے اہل مدینہ کی لڑائی کو اختتام پر پہنچایا۔ واللہ اعلم۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک فریادی عورت مسلم بن عقبہ کے پاس آئی اور اپنے لڑکے کے متعلق جو اس کی قید میں تھا بہت گریہ و زاری کی۔ مسلم بن عقبہ نے حکم دیا کہ اس عورت کے لڑکے کو بہت جلد قید خانے سے باہر لایا جائے اور اس کی گردن کاٹ کر اس کا سر اس عورت کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ اس کے بعد کہنے لگا کہ تو اپنی زندگی پر بس اکتفا نہیں

کرتی اور لڑکے کی سفارش میں آئی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے اکثر آدمیوں کو تین دن تک قیدخانہ میں رکھا۔ اس طرح کہ پانی اور غذا کی خوشبو بھی ان کے دماغ تک نہ پہنچتی تھی۔ سعید بن المسیب کو جو تابعین کبار میں سے تھے۔ مسلم بن عقبہ کے پاس لائے اور کہا کہ یزید کی بیعت کرو۔ سعید ابن المسیب نے کہا کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت پر بیعت کی۔ مسلم بن عقبہ نے کہا کہ میں ان کی گردن مارنے کا حکم دیتا ہوں۔ ایک آدمی نے کھڑے ہوکر گواہی دی کہ یہ مجنون ہیں تو مسلم بن عقبہ ان کے جرم سے درگزر ہوا۔ مسلم بن عقبہ کو مسرف کہتے ہیں۔ اس اسراف اور تعدی کی وجہ سے جو اس نے قتل و فساد میں برتی ہیں۔

واقدی کتاب اطرہ میں نقل کرتے ہیں کہ یزید پلید مسرف کے پاس آیا اس کو دیکھا کہ فالج کے مرض میں گرفتار بستر ہلاکت پر پڑا ہوا ہے۔ یزید نے کہا کہ اگر تجھ میں یہ ضعف اور مرض نہ ہوتا تو اس لڑائی کا حاکم اور والی تجھ کو بناتا اس لئے کہ میں تجھ سے بڑھ کر مخلص اور ناصح دوسرا آدمی نہیں پاتا ہوں۔ امیرالمومنین یعنی میرے والد بزرگوار معاویہ ابن ابی سفیان نے مجھ کو اپنے مرض موت میں یہ وصیت کی تھی کہ اگر تجھے اہل حجاز کی طرف سے کوئی لڑائی پیش آئے تو اس کی تدبیر مسلم بن عقبہ کے ذریعہ سے کرنا۔ مسرف اٹھ بیٹھا اور کہنے لگا کہ اے امیرالمومنین تجھے خدا کی قسم ہے اگر تو میرے سوا کسی کو متولی بنائے اس لیے کہ اس کام میں اہل مدینہ کا دشمن میرے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ میں نے اس بارے میں ایک خواب دیکھا ہے۔ ایک درخت کو درختان غرقد سے دیکھتا ہوں جو اپنی شاخوں کے ساتھ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے انتقام کے متعلق فریاد کررہا ہے۔ آگے گیا تو سنتا ہوں وہی درخت کہتا ہے کہ اس کا انجام مسلم بن عقبہ کے ہاتھ سے ہوگا اور اس دن سے میں نے اہل مدینہ سے جنگ کی فال لی ہے اور اپنے دل کو قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ سے انتقام لینے

کی تسلی دی ہے۔ یزید پلید نے جب اس کام کے اجراء میں اس کا پختہ ارادہ پایا تو کہا کہ ہوشیار رہ اور بہ برکت خدا اہل مدینہ کی طرف متوجہ ہو تو جن لوگوں کا حریف مددگار' حمایتی ہوگا اگر وہ لوگ مدینہ میں داخل ہونے کو میری بیعت اور اطاعت قبول کرنے میں تیرے سدراہ ہوں تو تم تیغ بے دریغ قہروسیاست سے کام لینا اور ان کے چھوٹے بڑوں میں سے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑنا۔ تین دن تک لوٹ اور غارت کی داد دینا اور اگر یہ لوگ تجھ سے جنگ نہ کریں تو ان سے تم بھی تعرض نہ کرنا۔ ہاں عبداللہ بن زبیر کی مہم پوری کرنے کی طرف متوجہ ہوجانا بیان کرتے ہیں کہ جب یہ مسرف ناعاقبت اندیش مقتولین حرم پر نظر ڈالتا تھا تو کہتا تھا کہ ان لوگوں کے مار ڈالنے سے اگر میں دوزخ میں جاؤں تو دنیا میں کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر بدبخت نہیں ہے ذکوان سے جو مروان کے غلاموں میں سے ہے۔ روایت ہے کہ مسلم ابن عقبہ نے اس مرض کے سبب سے جو اس کو تھا ایک دوا استعمال کی اور دوا کھاتے ہی فوراً غذا طلب کی۔ طبیب نے کہا اگر غذا میں دوا کے استعمال کے بعد تھوڑی دیر صبر کرو تو بہتر ہے تاکہ جو دوا کھائی ہے اثر انداز ہوسکے۔ مسلم بن عقبہ نے کہا کہ اب مجھ کو زندگی کی آرزو نہیں ہے اب تک میں حیات کو اس واسطے محبوب رکھتا تھا کہ سینہ کی سوزش کو قاتلان عثمان کے ساتھ آب شمشیر سے ٹھنڈا کرنا چاہتا تھا اب جبکہ یہ مراد حاصل ہوگئی ہے تو کوئی چیز میرے نزدیک موت سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور میں اس پر یقین رکھتا ہوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھ کو ان ناپاکوں کے قتل کے سبب سے تمام گناہوں سے پاک کردیا ہے۔ سید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی یہ بات حماقت' جہالت اور شقاوت سے پیدا ہوئی ہے اس لئے اس جماعت کا قتل موجب جرم اور معصیت ہے اور اس کے وبال اور عذاب سے چھٹکارا پانا نہایت دشوار اور مشکل ہے۔ منجملہ ان صحابہ کے جن کو بہ طریق ظلم قتل کیا ان میں عبداللہ بن حنظلہ الغسیل بھی

تھے جو اپنے سات صاحبزادوں کے ساتھ شہید ہوئے تھے اور عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ بھی وہ شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا وضو کرنا بیان کیا ہے اور معقل ابن سنان الاشجعی یہ فتح مکہ مکرمہ میں حاضر تھے اور انہیں کے ہاتھ میں اپنی قوم کا جھنڈا تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ یہی مسرف شقی اور مروان ابن الحکم مقتولین حرم پر بطور سیرو تفریح چکر لگاتے تھے۔ یہ دونوں جب ان مظلوموں کے سرہانے پہنچے تو عبداللہ ابن الغیل کو دیکھا کہ شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے پڑے ہیں۔ مروان نے کہا کہ اگر تم نے موت کے بعد اپنی انگلی آسمان کی جانب اٹھائی ہے تو سمجھ لو ہم نے اپنی حیات میں اپنی انگلیاں تمہارے ہاتھ کی طرح آسمان کی طرف نہیں اٹھائیں اور خدا کے دربار میں زاری نہیں کی اور بددعا بھی نہیں کی ہے۔ ایک آدمی نے جب یہ بات سنی تو کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ اگر اس جماعت کی حالت واقعی ایسی ہے جیسی کہ تو کہتا ہے تو ہماری رائے میں یہ سب مقتول اہل جنت ہیں اس کو سن کر مروان کہنے لگا کہ یہ لوگ دین کے مخالف تھے اور عہد مسلمانی کو توڑتے تھے۔ روایت ہے کہ جب مروان اس واقعہ کے بعد یزید پلید کے پاس گیا تو یزید نے اس کی کوشش کا کامل طور پر شکریہ ادا کیا جو اس نے اس واقعہ میں کی تھی اور اس کو اپنا مقرب بنایا۔

ابن جوزی ایسی سند کے ساتھ کہ جو سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ سے نقل ہے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حرہ کی راتوں میں میرے سوا دوسرا کوئی شخص مسجد نبوی ﷺ میں نہ تھا۔ اہل شام جب مسجد میں آتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ دیوانہ بڈھا اس مقام پر کیا رہا ہے اور نماز کا کوئی وقت ایسا نہ گزرتا تھا جو میں اذان اور اقامت کی آواز حجرہ شریف سے نہ سنتا ہوں پھر اسی اذان و اقامت سے نماز ادا کرتا تھا اور کوئی شخص میرے ساتھ مسجد میں نہ ہوتا تھا۔ اور اس واقعہ کی منجملہ جمیع خرابیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ابو سعید (رضی اللہ عنہ)

حذری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کی داڑھی کے تمام بال نہیں ہیں ان سے دریافت کیا کہ آپ کی حالت کیسی ہے شاید آپ اپنی داڑھی سے کھیل کرتے ہیں فرمایا کہ ایسانہیں ہے بلکہ اہل شام کا مجھ پر جو ظلم ہوا ہے اس کے آثار ہیں اور اس کا تعلق واقعہ حرہ سے ہے۔ ایک گروہ میرے گھر میں گھس آیا تو تمام اسباب خانہ داری لے گئے اس کے بعد دوسری جماعت آئی جب گھر میں کوئی چیز نہ پائی تو ان لوگوں میں غصہ اور قہر کی آگ بھڑکی کہنے لگے کہ شیخ کو ہلاؤ پھر تو ان لوگوں میں سے ہر ایک نے میری داڑھی کا ایک ایک بال اکھیڑنا شروع کیا اور اب جس حالت پر تم مجھے دیکھ رہے ہو ایسا کردیا۔ یہ معاملہ عقل سے خارج اور تصور سے باہر ہے اور ان ظالموں کا جو انجام کار ہوگا ان کی دنیا اور آخرت کے تباہ ہونے کی اس میں واضح دلیل ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ مسرف بدکردار نے اہل مدینہ کو یزید پلید کی اطاعت اور غلامی پر مجبور کیا اکثر لوگوں نے بادل نخواستہ بیعت کا اقرار کیا۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا میں طریقہ اطاعت میں بیعت کرتا ہوں معصیت میں نہیں۔ مسرف نے اس بیعت کو نہ قبول کیا اور قتل حکم دیدیا۔ اس مقتول کی ماں نے قسم کھائی کہ اگر میں قدرت پاؤں گی تو اس مسرف کو زندہ یا مردہ جلا دوں گی۔ اہل مدینہ کے قتل و غارت کے بعد مسرف نے ارادہ کیا کہ اب عبداللہ ابن زبیر کو تباہ کروں۔ اس مقصد کے لئے مکہ مکرمہ کو چلا لیکن دو تین دن کے بعد وہ جس مرض میں مبتلا تھا اسی میں مرگیا۔ وہ عورت اپنے چند غلاموں کے ساتھ اس کی قبر پر گئی تاکہ اس کو قبر سے نکال کر اپنی قسم پوری کرے جب قبر کو کھولا تو اس میں ایک اژدھا دیکھا جو مسرف کی گردن میں لپٹا ہوا تھا اور اس کی ناک کی ہڈی منہ میں لئے چوس رہا تھا سب لوگ اس کی یہ حالت دیکھ کر ڈر گئے۔ اور عورت سے کہا کہ قادر مطلق نے اس کو اس کے اعمال کی سزا دیدی اور تو نے جس بات کا

ارادہ کیا تھا اب اس کے انتقام سے درگزر کر اس کے لئے اتنا ہی عذاب کافی ہے۔ عورت نے کہا ہرگز نہیں۔ میں نے خدا سے جس بات کا عہد کیا ہے جب تک اس کو پورا نہ کرلوں گی۔ اس مسرف کے پاس سے نہ ہٹوں گی پھر اس عورت نے کہا کہ اس کو پیروں کی جانب سے نکالو۔ دیکھا وہاں بھی ایک اژدھا اسی طریقہ پر لپٹا ہوا ہے اس عورت نے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور نہایت گریہ و زاری کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دربار خداوندی میں دعا کی کہ اے خدائے قہار تو جانتا ہے کہ مسلم بن عقبہ پر میرا غصہ تیری رضامندی کے لئے ہے مجھ کو موقع اور قدرت دے تاکہ میں اس کو اس گڑھے سے نکال کر جلاؤں۔ اس کے بعد ایک لکڑی لی اور اس سانپ کی دم پر ماری وہ سانپ اس کے سر سے جدا ہو کر باہر چلا گیا۔ عورت نے اپنے غلاموں سے کہا کہ اس کو قبر سے باہر نکال کر جلاؤ۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کا ثبوت ہمارے نزدیک اس طرح پہنچا ہے کہ وہ عورت یزید بن عبداللہ بن زمعہ کی ماں تھی جب مسرف مکہ مکرمہ کی جانب متوجہ ہوا تو یہ عورت مسرف سے دو تین دن کی مسافت پر اپنی قوم کے لشکر کے ساتھ گشت لگارہی تھی جب مسرف کے مرنے کی خبر سنی تو آئی اور اس کو قبر سے باہر نکال کر دار پر کھینچا۔ ضحاک کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس کو دار پر لٹکا ہوا دیکھا تھا وہ ہم سے بیان کرتے تھے کہ لوگ اس کو دار پر بھی سنگسار کرتے تھے لیکن اس روایت میں جلانے کا ذکر نہیں آیا ہے۔ چنانچہ اس کا احتمال ہے کہ اس کو جلانے کا فعل دار پر لٹکانے سے دو تین روز کے بعد عمل میں آیا ہوگا اور جس شخص نے جلانے کی روایت نہیں بیان کی ہو سکتا ہے کہ اس نے مسرف کی لاش کو اول حالت میں دیکھا ہو جب کہ وہ دار سے نہیں اتارا گیا تھا واللہ اعلم۔

قرطبی کہتے ہیں کہ اس کی موت واقعہ کے تین روز بعد مدینہ کے راستے

میں واقع ہوئی تھی۔ اس کا پیٹ زرد پانی اور پیپ سے بھر گیا تھا۔ نہایت بری طرح سے جان نکلی لیکن وہ نہایت بے وقوفی اور قساوت قلبی سے مرنے کے وقت کہتا تھا کہ اے خدا لاالہ الااللہ کی گواہی دینے کے بعد میرے محبوب ترین عملوں میں سے جو عمل میرے نزدیک ایسا ہے جو تیرے دربار میں قابل قبول ہو۔ وہ اہل مدینہ کے قتال کے سوا وجود میں نہیں آیا ہے اگر تو مجھ کو اس عمل کے باوجود بھی دوزخ کی آگ میں ڈالے تو دوسرا کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر بدبخت نہ ہوگا۔ اس کے بعد حصین بن نمیر سکونی کو بلایا اور کہا امیرالمومنین نے میرے بعد تجھے والی بنانے کو کہہ دیا ہے لہٰذا تو جلد مکہ کی جانب متوجہ ہوا اور ابن الزبیر کے کام میں دیر مت کر اور ان کے قتال میں سستی سے کام مت لے۔ منجنیق نصب کر اور اگر ان کے ساتھی خانہ کعبہ میں پناہ لیں تو ان سے خوف زدہ مت ہو۔ بلکہ اپنے کام کو انجام دو اور منجنیق کو کام میں لانا۔ حصین بن نمیر نے اس کی وصیت کے مطابق مکہ پہنچ کر 64 دن تک اس شہر معظم کا محاصرہ کرکے جنگ و قتال کی داد دی۔ منجنیقوں سے کعبہ مشرفہ پر پتھر برسائے۔ بیان کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں سے ایک شخص نیزہ کے سر پر آگ روشن کئے ہوئے تھا۔ ایک ہوا آئی اور خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی۔ اسی اثناء میں یزید پلید کی موت کی خبر پہنچی۔ یزید ذات الجنب کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

اہل شام اور بنو امیہ میں پریشانی پیدا ہوگئی۔ سب کے سب ذلیل و خوار ہو کر واپس لوٹے۔ اور سب نے بھاگنا شروع کردیا۔ واقعہ حرہ کا وقوع بدھ کے دن 27 یا 28 ذی الحجہ 63 ہجری میں ہوا اور مسلم بن عقبہ کی موت محرم کی چاند رات کو 64 ہجری میں ہوئی اور جنگ مکہ مکرمہ اور منجنیق سے بیت اللہ پر سنگساری ہفتہ کے روز تین ربیع الاول کو ہوئی تھی اور یزید کی موت یکم ربیع الآخر واقعہ کے بعد ہوئی ہے جیساکہ سید سمہودی نے کتاب وفا میں ذکر کیا

ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل: ان نادر واقعات کے منجملہ جو اس شہر مقدس میں واقع ہوتے رہے اور جن کی سید ابرار ﷺ نے پہلے ہی خبر دے دی تھی۔ ان میں حجاز کی آگ کا ظہور بھی تھا جو اس شہر کی عظمت اور شان پر اظہر من الشمس ہے۔ اس آگ کے ظاہر ہونے میں حکمت خداوندی صرف خوف دلانا برے لوگوں کو دھمکانا بھی ہے کیونکہ اس جگہ لڑائیاں اور حوادث ظاہر ہو رہے تھے اسی لئے اس جگہ کو خاص کرنے میں ایک حکمت یہ ہے کہ یہ شہر محل رحمت اور مقام شفاعت ہے چنانچہ اس آگ کا اس جگہ داخل ہونا لوگوں کو خوف دلانے اور عبرت سکھانے کے لئے بہت زیادہ دخل رکھتا ہے۔ اس حکمت کے ظاہر ہو جانے اور مقصود کے حاصل ہو جانے کے بعد نزول رحمت نے جو اس دربار کا خاصہ ہے اپنا کام کیا یعنی غضب الٰہی کی آگ کو آب رحمت سے ٹھنڈا کر دیا۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ابتداء جمادی الاولیٰ 654 ہجری سے تین جمادی الاخریٰ تک زبردست زلزلے آئے جن کی آوازیں ایسی تھیں گویا بادل گرج رہے ہیں۔ تمام مکانات اور دیواریں حرکت میں آگئیں۔ ایک رات میں مسلسل چودہ یا اٹھارہ مرتبہ زلزلہ آتا رہا۔ اس کے تقریباً تین مہینے بعد جبکہ لوگ عشاء کی نماز سے فارغ ہو چکے تھے ایک آگ حجاز کی طرف سے ظاہر ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آگ ایک بہت بڑا قلعہ بند شہر ہے جس میں بڑے بڑے برج دکھائی دیتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آدمیوں کی ایک بڑی جماعت ہے جو اس کو کھینچے لا رہی ہے۔ جو پہاڑ ان کے درمیان آجاتا ہے یہ آگ اس کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور اکثر پہاڑوں کو رانگ کی طرح پگھلا دیتی ہے اور رعد کے مانند آواز کرتی ہے اور دریا کے مثل موجیں مارتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے اس کے درمیان سے سرخ اور نیلی نہریں نکلتی ہیں لیکن جب یہ آگ مدینہ کے قریب پہنچتی ہے تو ان تمام باتوں کے باوجود ایک

ٹھنڈی ہوا مدینہ کی طرف سے اس آگ میں آتی ہے۔ قسطلانی جو اس زمانے میں موجود تھے کہتے ہیں کہ اس آگ کی روشنی تمام اطراف آبادی اور جنگل کو گھیرے ہوئے تھی۔ حرم نبوی اور مدینہ منورہ کے جملہ مکانات کو مثل آفتاب کے روشن کیے ہوئے تھی یہاں تک کہ لوگ رات کو اس کی روشنی سے کام کر لیتے تھے۔ ان ایام میں آفتاب و ماہتاب کو گہن لگ گیا تھا اور ان کی روشنی زائل ہو گئی تھی۔ بعض لوگوں نے مکہ مکرمہ میں بھی اس آگ کی روشنی کو دیکھا اور تیما و بصری میں بھی مشاہدہ کیا۔ حضور ﷺ مخبر صادق نے جس طرح سے خبر دی تھی کہ ایک آگ حجاز کی طرف سے نکلے گی اس کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں بصری میں پڑیں دکھائی دیں گی۔ مورخوں نے بیان کیا ہے کہ اس آگ کا طول چار فرسنگ کے مقدار تھا اور چوڑائی چار میل۔ گہرائی آدمی کے ڈیڑھ قد کے برابر۔ اس کی رفتار اہلے کی مانند اور اس کی موجیں مثل دریا کے تھیں۔ اس آگ میں ایک خاص بات یہ تھی کہ اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ظاہر ہوئی کہ ایک بہت بڑی دیوار نمودار ہوئی جس نے ایک مدت تک لوگوں کو چلنے سے روک دیا اور مویشی اور چوپایوں کی رہ گزر بند ہو گئی لیکن یہ دیوار بھی ایک بڑی حکمت پر مبنی تھی وہ یہ کہ دوسری جانب سے مفسد بدو مدینہ میں پہنچ کر شہر مقدس کے باشندوں کو پریشان کیا کرتے تھے اس دیوار کے وجود نے ان کے داخلے کو روک دیا۔ بیت

تو مپندار کہ درکار خداوند خطاست
زانکہ اوہر چہ کند عین صلاح است و صواب

اس آگ کے عجائبات۔ اور اس کی عظمت تحریر سے باہر اور احاطہ بیان سے باہر ہے جمال مطری جو مدینہ کے مورخین میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ اس آگ کی عجیب باتوں میں سے ایک یہ بات بھی تھی کہ یہ پتھروں کو خاک کر دیتی تھی لیکن درختوں کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ

امیر عزالدین کے آزاد کردہ غلام مجھ سے کہتے تھے کہ مجھے ایک دوسرے شخص کے ساتھ امیر عزالدین نے مدینہ کے باشندے تھے اس آگ کی تحقیقات کے لئے حکم فرمایا۔ ہم دونوں سوار ہو کر اس آگ کے قریب پہنچے۔ کسی قسم کی گرمی ہم کو اس میں محسوس نہ ہوئی حالانکہ یہ پہاڑوں اور قلعوں کو ختم کر دیتی تھی۔ میں نے ترکش سے ایک پتھر نکالا اور اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ تیر کے سب پر تو جل گئے لیکن اس کی لکڑی سلامت رہی۔ جمال مطری اس خبر کو سن کر کہتے ہیں کہ اس حالت کے سننے سے میرے دل میں ایک دوسری بات آئی ہے اس آگ کا درختوں کو نہ جلانا گویا علامت ہے نبی ﷺ کے حرم بنانے کی جس طرح کہ حرم مدینہ کی شان میں آپ نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوقات پر اس کی اطاعت واجب اور کائنات کو اس کے ادب کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔ لیکن قسطلانی کہتے ہیں کہ اس آگ کی شدت حرارت کی وجہ سے کسی شخص کو اس کے قریب جانے کی مجال نہ تھی۔ اور دو تیر کے فاصلے تک اس کی حرارت کے شعلے اور ہیبت پہنچتی تھی اور یہی مورخ یعنی قسطلانی کہتے ہیں کہ ایک صاحب جن کی خبریں ثقہ اور اعتماد کے لائق ہیں۔ میں نے ان سے سنا ہے کہ میدان میں ایک بڑا سا پتھر پڑا تھا۔ جس کا نصف حصہ حرم میں داخل تھا۔ اور باقی آدھا خارج از حرم تھا اس آگ نے خارجی حصہ کو تو جلا دیا لیکن جب داخلی حصے تک پہنچی تو ٹھنڈی ہو گئی۔ جمال مطری کے بیان اور قسطلانی کے کلام میں بظاہر اختلاف ہے۔ سید علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں اور اس آگ کے تمام حالات ان کے آنکھوں دیکھے ہیں اور اس کے جملہ حالات پر علیحدہ ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور جو بات اس بڑے پتھر کے متعلق لکھی ہے حضور سید کائنات کے ابلغ معجزات میں سے ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کے بعد ظاہر ہوا اور شاہ عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ یہ فقیر کہتا ہے عفا اللہ عنہ جب کہ اس آگ کا وجود حقیقت میں آیات الٰہی اور معجزات حضور رسالت پناہ

ﷺ سے تعلق رکھتا ہے تو اگر مختلف اوقات میں مختلف لوگوں پر مختلف آثار اور احوال کے ساتھ ظاہر ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس لئے اس اختلاف احوال میں بھی کمال قدرت خداوندی اور اجلال اعجاز محمدی ﷺ کی علامت موجود ہے کہ بعض کو اس قدر گرم کردے اور بعض کو سرد واللّٰہ علٰی کل شیئی قدیر۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے بشیر و نذیر علیہ التحیۃ والثناء العلیم و خبیر کے مدینہ منورہ کو حرم بنا دینے کی وجہ سے دونوں کلام آگ کے اثر نہ کرنے میں متفق ہیں۔ اور بیان کرتے ہیں مدینہ منورہ کے قاضی و امیر نے تمام باشندوں کے ساتھ جمع ہو کر گریہ وزاری شروع کی اور غلاموں کو آزاد کر کے داد سخاوت دی۔ جمعہ اور ہفتہ کی شب میں تمام اہل مدینہ حتیٰ کہ ان میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے سب نے مل کر حرم شریف میں رات بسر کی اور حجرہ شریف کے گرد ننگے سر گریہ وزاری کرتے رہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی برکت کی وجہ سے اس آگ کا رخ شمال کی جانب پھیر دیا۔ اور شہر پاک کے باشندوں کو اپنے کرم کا امیدوار بنایا۔ بڑھتی ہوئی آگ اور اس کے شعلے جنگلوں کو چلے گئے۔ اس آگ کی مدت بقول مورخین تین مہینے تھی۔ اور قسطلانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اس آگ کی ابتدا چھ جمادی الاخری جمعہ کے دن سے ہوئی اور 27 رجب اتوار کے دن تک رہی تو اس صورت سے اس کی کل مدت باون روز ہوئی۔ اب ان دونوں کلاموں میں بھی اختلاف پڑ جاتا ہے اس لئے بعض بیان کرتے ہیں کہ یہ آگ کبھی تیز ہو جاتی تھی اور کبھی ہلکی بہت ممکن ہے قسطلانی نے اس آگ کے غلبہ کے زمانے کو معین کیا ہو اور مورخین نے اس کی مدت منقطع ہونے اور ٹھنڈا ہونے کی جس وقت کہ اس کا اثر بھی زمین پر باقی نہ رہا ہو بیان کی ہو۔ اس شہر مقدس میں ظاہر ہونے والی آگ کی حالت یہ تھی۔ اور حضرت سید مختار ﷺ کے برکت کی وجہ سے کوئی آفت اس کو نہ

پہنچی۔ اسی سال اطراف عالم میں بعض عجیب واقعات ظاہر ہوئے۔ دجلہ بغداد بہت بڑی طغیانی پر رہا۔ جس نے اس جگہ کے اکثر مکانات غرق کر دیئے اور بڑی بڑی عمارتیں منہدم ہو گئیں۔ دوسرے سال کی ابتدا میں اس آگ کے ظاہر ہونے کے بعد جو قیامت کبریٰ آئی وہ تاتاریوں کی یلغار تھی۔ تاتاریوں کے خروج لشکر سے مدینہ الاسلام بغداد پر جو تباہی آئی اس میں آخری عباسی خلیفہ معتصم باللہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قتل کر دیئے گئے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مہینہ چند دن ان کفار کے ظلم کی تلوار اہل اسلام کے قتل میں کھنچی رہی۔ اس کے علاوہ دینی علوم کی کتابوں کو کتب خانوں سے نکال کر گھوڑوں کے پیروں سے روند ڈالا اور مدرسہ مستنصریہ میں بجائے اینٹوں کے کتابیں رکھ کر جمائیں جس میں چوپائے اپنی غذا کھاتے تھے شہر بغداد اپنے باشندوں سے خالی ہو گیا۔ ان کفار نے آگ جلا کر دارالخلافتہ اور اکثر مکانات و مقامات کے مدفن کا اور محلات کو بالکل جلا دیا۔ بغداد میں موت اور فنا وبا کے طور پر نازل ہوئی تھی اسی زمانہ سے خلفائے عباسیہ کے خلافت کی بساط لپیٹ لی گئی وللہ الخلق والامر له الحکم والیه ترجعون ترجمہ:۔ اللہ ہی کے لئے مخلوق ہے اور امر اسی کے لئے حکم ہے اور اسی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

قدرت خداوندی کے ان عجائبات کے منجملہ جو اس سال میں واقع ہوئے یہ ہے کہ اس آگ کے نرم ہو جانے کے بعد کسی خارجہ سبب سے حضور سرور عالم ﷺ کی مسجد شریف میں آگ لگی تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ رب العزت جل جلالہ کے افعال کی حقیقت اور اس کی حکمت کا ادراک بشر کی قدرت سے باہر ہے ہم کو بجز تفویض و تسلیم کے چارہ نہیں ہے۔ کند ہرچہ خواہد برو حکم نیست لا یسال عما یفعل وھم یسئالون ترجمہ:۔ نہیں سوال کیا جاتا ہے اس چیز سے جو کرتا ہے اور وہ سوال کئے جائیں گے جبکہ آگ کسی خارجی سبب کے بغیر عالم غیب سے تھی تو مدینہ مقدسہ کو اس آگ سے

محفوظ رکھنا اس کی خاص امتیازی صورت اظہار شرافت پر دلیل ہے جس سے
اس کی دوسرے شہروں پر فضیلت اور بزرگی ظاہر ہے۔

تیسرا باب

مدینہ پاک کے قدیم باشندوں کا ذکر

اس باب میں مدینہ پاک کے قدیم باشندوں کے زمانے سے حضور سید انام ﷺ کی تشریف آوری تک کی خبروں کا بیان ہے۔

علماء سیروتاریخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی سے جو لوگ اترے ان کی مجموعی تعداد اسی تھی ان سب نے بابل کے اطراف میں سکونت اختیار کی۔ ان کی آبادی کا طول دس دن کی دوری اور عرض بارہ میل کی دوری تھا ان سب کی اولاد سے ایک کثیر جماعت ہوگئی۔ یہ سب کے سب یکجا رہنے لگے۔ نمرود بن کنعان حام ان کا بادشاہ مقرر ہوا لیکن جب ان لوگوں کے درمیان مذہب کفر اور سرکشی ظاہر ہوئی۔ ان لوگوں میں اختلاف نے جگہ لی اور ہر ایک نے ایک نیا طریقہ اختیار کیا اور یہ بہتر زبانوں میں منقسم ہوگئے۔ ان میں سے ایک جماعت نے جو سام بن نوح کی اولاد تھی اللہ تبارک و تعالیٰ کے الہام سے عربی زبان وضع کی اور سرزمین مدینہ پاک پر سکونت اختیار کی جس نے سب سے پہلے اس زمین پر زراعت کی اور کھجور کے درخت لگائے۔ یہی لوگ تھے ان کو عمالقہ اور عمالیق کہتے ہیں اس لفظ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے۔ عمالقہ کو ایک مدت کے بعد اموال اور ملکیت میں وسعت عظیم حاصل ہوئی۔ بحرین' عمان اور حجاز سے شام اور مصر تک ان کے قبضہ میں آگیا۔ شام کے جبابرہ اور مصر کے فراعنہ انہیں کی ذریت سے تعلق رکھتے

تھے۔ حجاز میں ان کا بادشاہ ارقم ابن ابی الارقم ہوا ہے۔ ان کی عمریں دراز ہوتی تھیں۔ انہیں زمانہ کی موافقت اور خوش عیشی پوری پوری حاصل تھی۔ کہتے ہیں کہ چار چار سو برس گزر جاتے تھے جنازہ کی صورت تک نہ دکھائی دیتی تھی نہ نوحہ کی آواز سنی جاتی تھی۔ اس سرزمین کے اطراف عمالقہ کے بعد یہود کے قدموں سے پامال ہوئے اور اس قوم کا وطن بنے۔ علماء تاریخ یہودیوں کی اور ان کے متوطن ہونے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ زریں جو اکابر علماء حدیث سے تعلق رکھتے ہیں ابوالمنذر شرقی سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی تاریخ کے متعلق میں نے ایک حدیث سلیمان بن عبداللہ بن حنظلہ الغسیل رضی اللہ عنہ سے سنی ہے اور اسی کے موافق حدیث بعض قریش کے ذریعہ عبداللہ بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے بھی پہنچی ہے۔ دونوں حدیثوں کا مادہ اتفاق مورخین کی صورت اختلاف سے زائد ہے۔ میں نے دونوں مضمونوں کو یہاں پر ایک دوسرے کے ساتھ جمع کردیا ہے اور یہ اس طرح ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام ارکان حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اس سفر میں بنی اسرائیل کی کثیر جماعت آپ کے ہمراہ تھی۔ حج سے لوٹتے وقت ان لوگوں کا گزر مدینہ طیبہ کی زمین پر ہوا اور اس مقام میں وہ تمام آثار و اوصاف موجود دیکھے جو نبی آخرالزماں ﷺ کے وطن میں توریت کی پیش گوئی کے مطابق ہونا چاہیئے تھے تو ان میں سے ایک گروہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمراہی ترک کرنے کے متعلق مشورہ کیا اور جدا ہوکر اسی مقام پر مقیم ہوگئے۔ بدوؤں کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہوگئی۔ یہ جماعت حجاز کے اطراف میں سکونت پذیر تھی اس جماعت نے انہیں کا مذہب بھی اختیار کرلیا اس قول کے مطابق جو لوگ پہلے پہل اس جگہ آباد ہوئے وہ یہود ہیں لیکن اصحاب فن تاریخ کے نزدیک یہ بات راجح ہے کہ اس مقام پر یہود سے پہلے عمالقہ سکونت رکھتے تھے اور یہود ان کے بعد پہنچے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ابن زبالہ عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ جب عمالیق اس شہر میں منتشر ہوئے اور مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ 'حجاز اور ان کے علاوہ دوسرے شہر ان کے قبضہ میں آگئے تو تکبر' سرکشی اور نافرمانی ان میں پیدا ہوگئی۔ یہ برائیاں سلطنت اور ملک کے لوازمات میں سے ہیں چنانچہ یہ برائیاں ان میں بھی آگئیں۔ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے فرعون کے غرق ہوجانے کے بعد ملک شام کو فتح کرلیااور جو کنعانی یہاں موجود تھے انہیں ہلاک کردیا۔ یہاں سے فارغ ہوکر عمالیق کے قلع قمع کے لئے ایک بڑی فوج ملک حجاز روانہ کردی اور ان لوگوں کے علاوہ عورتوں اور بچوں کے لئے آپ نے فرمایا کہ ان پر جبراور زیادتی نہ ہو حق سبحانہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق اس قوم کو ان کے بادشاہ ارقم بن الارقم سمیت قتل کردیا لیکن ان لوگوں میں ارقم کی اولاد میں ایک جوان دیکھا گیا جو نہایت ہی حسین و جمیل تھا۔ اس کی حسین صورت دیکھ کر اس کے قتل میں توقف سے کام لیا۔ یہ انسان کی بشری کمزوری ہے اور اس کے لئے حضرت موسی علیہ السلام کے نئے حکم کے متمنی ہوئے۔ یہ لوگ جناب موسی علیہ السلام کی طرف چلے۔ ان لوگوں کے منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کا طائر روح پرفتوح پرواز کرگیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے فتح کی خبر بنی اسرائیل کے کان میں پہنچی تو فرط خوشی میں ان کے استقبال کو آئے اور کیفیت حال دریافت کی۔ ان لوگوں نے کہا کہ بجز اس جوان کے جس کا قتل نبی اللہ کے حکم پر موقف کررکھا ہے اور اپنے ساتھ لائے ہیں اس قوم کے کسی فرد کو عورتوں اور بچوں کے سوازندہ نہیں چھوڑا ہے۔ بنی اسرائیل نے یہ بات سن کر فوج سے کامل علیحدگی اختیار کی۔ انہوں نے کہا کہ یہ گناہ ہے جو تم لوگوں نے اپنے پیغمبر کے حکم کے خلاف راستہ اختیار کیا ہے لہٰذا تم لوگوں کے لیے ہمارے درمیان کوئی جگہ نہیں ہے اس فوج کے لوگوں

نے آپس میں مشورہ کرکے یہ طے کیا کہ موجودہ صورت میں ہمارے دوسرا کوئی مقام اس مقام سے بہتر نہیں ہے جس مقام سے ہم لوگ آئے ہیں اس لئے وہ لوگ سرزمین حجاز کو واپس چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ یہ ہے سرزمین حجاز میں عمالقہ کی ہلاکت اور یہود کے مستقل سکونت اختیار کرلینے کی تاریخی حقیقت۔

ابن زبالہ کہتے ہیں کہ صحیح تر وہی بات ہے جو طبری نے کہی ہے کہ سرزمین حجاز میں بنی اسرائیل کی آمد بخت نصر کے زمانہ میں تھی جس وقت بخت نصر نے ملک شام کو برباد کیا اور بیت المقدس کو ویران کرڈالا اور بعض اصحاب تاریخ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل بخت نصر کے ظلم میں گرفتار ہوئے اور اس قوم میں ذلت نے قبضہ جما لیا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور ملک عرب کے سوا سکونت کی کوئی تدبیر نہ پائی۔ ان کے علماء اور احبار اپنی کتاب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پڑھتے تھے کہ پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم ان صفات کے ساتھ عرب کے شہروں میں سے کسی ایک شہر میں کہ اس کو ذات نخل کہتے ہیں ظہور فرمائیں گے چنانچہ شام کی آبادی سے نکلنے کے بعد عرب کی بستیوں میں سے جس بستی میں بھی نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار پاتے تھے اسی مقام کو اپنا وطن بنا لیتے تھے یہاں تک کہ یثرب کو جمیع صفات کے مذکورہ سے موصوف پایا اور ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک جماعت یہاں پر مقیم ہوگئی۔ ان کی دوسری جماعتیں اس کے اطراف خیبر وغیرہ میں رہ گئیں جب ان کے بزرگ اس دنیا سے سفر کرتے تو اپنی اولاد کو وصیت کر جاتے تھے کہ جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آئے تو ان کی اتباع کو ضروری اور واجب جاننا اور ان کی بیعت و اطاعت سے منہ نہ پھیرنا لیکن طلوع آفتاب نبوت کے بعد مشرق بطحی کے مقابلے میں انصار نے سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کی سعادت حاصل کرلی۔ اس کی تفصیل آگے

وضاحت سے آئے گی۔ یہودو ناعاقبت محمود اپنے حسد اور عداوت کفر کی قید میں گرفتار ہوکر عذاب دائمی میں پھنس گئے ورنہ اس وقت سے پہلے جب یہودوانصار میں لڑائی ہوتی تھی تو یہود کہتے تھے کہ کل جب نبی آخرالزماں ﷺ ظہور فرمائیں گے تو ہم تم کو درست کردیں گے لیکن سعادت ازلی انصار کی طرف سبقت کرگئی اور معاملہ یہود کی توقع کے خلاف ہوا۔ مصرع

ایں کار دولت است کنوں تاکرا رسد

بیت:۔

سعادت بہ بخشائش داور است　　بہ برکتف و بازوئے زور آور است

ابن شیبہ جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ جب موسیٰ اور ہارون علیہم السلام ارکان حج ادا کرنے کے بعد ملک شام کی طرف متوجہ ہوئے تو ان کا گزر سرزمین مدینہ پر بھی ہوا۔ آپ نے یہود بے بہبود سے کچھ خوف محسوس کیا اور آپ نے اپنا سامان اقامت یہودیوں سے علیحدہ کرکے کوہ احد پر فروکش ہوئے اسی مدت میں ہارون علیہ السلام نے دارفانی کو چھوڑ کر دار بقا کو لبیک کہا۔ ہارون علیہ السلام کی وفات کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب قاصد اجل دربار سلطانی سے ان کے لئے آیا تو موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے کوہ احد پر ان کے لئے ایک قبر کھودی اور فرمایا کہ اے میرے بھائی تمہاری موت قریب آگئی ہے اب اس عالم کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔ ہارون علیٰ نبینا وعلیہ السلام زندگی کی حالت میں ہی قبر کے اندر اتر کر لیٹ گئے اور اسی مقام پر آپ کی روح پاک قبض کی گئی۔ موسیٰ علیہ السلام آپ کی قبر کو مٹی سے ڈھانک کر رخصت ہوگئے۔ واللہ اعلم۔

اکثر قبائل یہود کی سکونت مدینہ کے اطراف میں تھی۔ یہ لوگ مسجد قبا کے بالائی حصہ اور اس کے اطراف میں نہایت فارغ البالی اور خوش حالی سے زندگی گزارتے تھے یہاں تک کہ پروردگار عالم کی حکمت اس بات کی مقتضی

ہوئی اور اوس و خزرج (انصار کے قبائل انہیں کی اولاد سے ہیں) ان پر غالب آئے اور انہیں ہلاک کیا۔

فصل: اس فصل میں یہود پر انصار کے غلبہ کا بیان ہے یہاں پر اختلافی روایات کو حذف کردیا گیا ہے اور ان سے قطع نظر کیا گیا۔ روایات کے حذف کرنے اور قطع نظر کے بعد اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یورب بن قحطان کی اولاد میں سے ایک قوم اور اکثر مورخین کے بقول شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح کی ولد نے یمن کے ملک میں سکونت اختیار کی۔ یہ علاقہ سبا کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی صفت قرآن مجید میں بھی بیان کی گئی ہے اور جو بلدۂ طیبہ سے موسوم ہوا ہے یہ لوگ یہاں عیش و عشرت کی زندگی گزارتے تھے یہاں ماء رب سے لیکر زمین شام تک (جیساکہ کلام الٰہی کا بیان ہے) مواضعات اور اور بستیوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ یہ بستیاں مسلسل باغات و عمارات سے آراستہ تھیں۔ اس راستہ پر چلنے والے کے لئے سامان سفر اور زادراہ کی فکر یا منزل کے لئے کوئی تدبیر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی یہاں تک کہ جب اس ملک کے کمزور آدمی گھر سے باہر نکلتے اور سروں پر ٹوکریاں رکھ لیتے اور اپنے ہاتھوں کو بٹنے میں مشغول رکھتے تو ایسی حالت میں جب وہ درختوں کے نیچے سے گزرتے تو بغیر میوہ توڑے ہوئے ان کی ٹوکریاں میووں سے بھر جاتی تھیں۔ اس قسم کی آباد اور شاداب زمین جس کی صفت تم نے سنی اپنے طول اور عرض میں دو ماہ کی مسافت رکھتی تھی اس ملک کے رہنے والے سب کے سب ایک مذہب پر متفق ہوکر امن و امان کی زندگی بسر کرتے تھے چونکہ کفران نعمت اور ناحق شناسی ابن آدم کی فطرت میں ہے۔ اس لئے اس نعمت کی قدر نہ کرتے ہوئے انہوں نے خدا سے درخواست کی کہ اس ملک کی آبادی کم ہوجائے تاکہ سواری کے ذریعہ منزل اور مسافت کو طے کیا کریں اور زادراہ لیکر سفر میں سیرو تفریح حاصل کریں۔ اس دعا کی اجابت قبولیت میں قادر مختار

جل جلالہ نے عجلت فرماکر قہروبلا کی فوجیں ان کے شہر کی طرف بھیج کر جمی جمائی صورت منتشر اور متفرق کردی۔ لئن کفرتم ان عذابی لشدید ترجمہ:۔ بے شک اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔ سیل عرم (بعض مفسرین نے اس کو باران شدید سے تفسیر کیا ہے اور بعضوں نے سیل فنا سے) ان کے ملک پر بھیجا۔ بقول لقمان اکبر آبادی اس سیل عرم کا بند طول میں ایک فرسنگ تھا اور ایک روایت میں یہ ہے۔ سبا بن یشجب کے تمام ملک یمن کے نالوں پر بندھا ہوا تھا' وہ ٹوٹ گیا۔ بیان کرتے ہیں کہ اس کے ایک پتھر کو پچاس صحت مند آدمی اس کی جگہ سے حرکت نہ دے سکتے تھے لیکن اس کو ایک نڈی اس بند سے کھود کر علیحد کردیتی تھی۔ کہلان بن سبا کی اولاد جو یمن کی رئیس تھیں ان لوگوں میں عمرو بن عامر ماء السماء نامی شخص سب سے بڑا رئیس تھا اور اموال و اولاد کی کثرت میں بھی ان سب پر فوقیت رکھتا تھا۔ اس کی بیوی جس کا نام طریقہ حمیریہ تھا بہت بڑی کاہنہ تھی۔ بند کے واقعہ کے وقوع ہونے سے پہلے بعض ایسی علامات کو جن کا پہچاننا جادو گروں کے ساتھ مخصوص ہے اس نے دریافت کرکے اپنے شوہر کو اس سے آگاہ کردیا تھا۔ عمرو نے اپنی بیوی کی پیشگوئی کی وجہ سے اس شہر سے نکلنے کا پختہ ارادہ کرلیا لیکن اس کا اپنی قوم کے درمیان سے بغیر کسی سبب کے نکلنا جو ان کو معلوم نہ ہو مشکل تھا اس لئے اس معاملے میں ایک حیلہ سے کام لیا تاکہ یہ حیلہ اس کی جلاوطنی کا ذریعہ بنے اس کے پاس ایک یتیم تھا جس نے برسوں اس کے سایہ میں پرورش اور تعلیم پائی ں سے تنہائی میں بطور صلاح کے کہا کہ جس وقت قبیلہ کے رؤسا میرے پاس موجود ہوں اس وقت تم مجھ سے سخت کلامی کے ساتھ پیش آنا اور اگر اس وقت میری زبان سے تیرے متعلق توہین آمیز الفاظ نکلیں تو تجھے اس کی اجازت ہوگی کہ حد اعتدال سے تجاوز کرجانا کہ مجھ کو جلاوطنی کے لئے لوگوں کے سامنے ایک عذر صریح واضح

حاصل ہوجائے۔ اس مشورہ کے بعد اس نے رؤسا قبیلہ کی دعوت کی۔ دوران کلام میں اس صلاح مشورے کے مطابق جو اس نے یتیم کو سکھا رکھا تھا کوئی بات سخت کہہ دی۔ یتیم نے اس کے مقابلے میں اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ استعمال کئے اور ایک طمانچہ بھی اس کے چہرے پر رسید کیا۔ عمرو مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ میں اس ملک میں نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ جس یتیم کو میں نے کئی برس اولاد کی طرح پرورش کیا ہے۔ آج اس نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا تو خدا جانے دوسرے لوگ کیا کریں۔ تمام سامان اور زمین جو اس کی ملکیت میں تھی' فروخت کردی۔ اہل قبیلہ میں جو لوگ اس سے عداوت رکھتے تھے۔ اس کو غنیمت سمجھا اور کل اسباب اور جائیداد کو خرید لیا۔ عمرو اپنے تیرہ لڑکوں کے جو سب کے سب طریقہ حمیریہ کی اولاد تھے اور مع دوسری جماعت اولاد کہلان بن سبا کے باہر نکل آیا اس طرح اس نے عذاب غرق اور ہلاکت سیل عرم سے نجات پائی اس ملک کے باقی باشندے طوفان نافرمانی میں غرق ہوگئے لیکن ان سب کی نجات کا اصل سبب یہ ہے کہ حضرت سید مختار ﷺ کے انصار کا وجود انہیں لوگوں سے مقدر ہوچکا تھا لہٰذا ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم کے حکم الٰہی نے ان کی بقاء اور سلامتی کا تقاضا کیا جب عمرو بن عامر نے سفر کرکے ہر ایک شہر کی صفت اپنی اولاد سے بیان کی تو ہر ایک نے اپنی خواہش اور میلان طبیعت کے موافق ایک شہر کو اختیار کیا۔ ان کے بڑے لڑکے نے جن کا نام ثعلبہ بن عمرو ہے۔ (یہی مورث اعلیٰ اوس و خزرج کے ہیں) ملک حجاز کو پسند کیا جب ان کی اولاد کثیر ہوئی تو یثرب کی جانب متوجہ ہوئے اور یہودیوں کے درمیان سکونت اختیار کی۔ اس وقت تک یثرب یہودیوں کا مسکن تھا۔ ان کو یہاں رہتے ہوئے جب ایک زمانہ گزر گیا اور یہودیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے تو اوس و خزرج کو بھی دولت و سرداری حاصل ہوگئی اب قریظہ و نضیر نے جو یہود کے قبائل تھے۔

ان کے ساتھ ستم ظریفی شروع کی اور ان کا مال بھی غصب کرنے لگے۔

اس صورت میں ان کا باہمی عہد اور حلف ٹوٹ گیا۔ بڑھتے بڑھتے یہودیوں کے ظلم ان کے ساتھ اس درجہ کو پہنچ گئے کہ کوئی نئی دلہن اپنے شوہر کے گھر اس وقت تک نہ جا سکتی تھی تاوقت کہ یہود کا دست تصرف اس کی مہر امانت کو پارہ پارہ نہ کر دے اوس اور خزرج اپنی فریاد ابو جلیلہ کے پاس لے گئے۔ ابو جلیلہ ان کا ہم قوم تھا اس نے زمانہ انتشار میں ملک شام پر قبضہ کر کے ایک سلطنت قائم کر لی تھی ابو جلیلہ نے اوس و خزرج کی مدد کرتے ہوئے قبائل یہود سے ان کے ظلم کا بدلہ لے لیا۔ اور یہ اپنے استقلال کی وجہ سے مدینہ کی ہر بلندی اور پستی پر قابض ہو گیا۔ یہود کا مال اور جائیداد چھین لیا جب یہود کو اس جنگ و جدل سے فراغت ہوئی تو ایک دوسرے سے نسبت اخوت قائم کر کے ایک مدت تک اتفاق کے ساتھ رہتے رہے۔ آخر کار اوس اور خزرج کے درمیان بھی آتش جنگ بھڑک اٹھی اور یہ دونوں قبائل ایک سو بیس سال تک آپس میں لڑتے رہے یہاں تک کہ دولت محمدی ﷺ کا ظہور اور کلمہ حید اور اسلام کی سعادت حاصل کرنے کے سبب ان میں محبت اور الفت کا لق مضبوط اور استوار ہو گیا۔ چنانچہ آیت کریمہ ہے۔ یا ایھا الذین نواذکرو انعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم ترجمہ:۔ ے ایمان والو! تم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم آپس میں دشمن ے پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ تمہارے دلوں کے میان میں اوس و خزرج کی عداوت کا محبت سے بدل جانا۔ حضور خاتم الانبیا م کے معجزات میں سے ہے اور مدینہ طیبہ میں انصار کی سکونت کی کیفیت طریقہ پر مشہور ہے وہ بھی خبروں میں سے ہے۔ بعضے مورخین بیان تے ہیں کہ جب تبع ممالک شرقیہ کی تسخیر کو نکلا تو اس کا گزر مدینہ منورہ وا اپنے لڑکوں میں سے ایک کو اس مقام پر خلیفہ بنا کر خود شام و عراق کی

جانب متوجہ ہو گیا۔ اہل مدینہ نے اس کے لڑکے کو دھوکے اور بد عہدی سے مار ڈالا۔ تبع اپنے لڑکے کا انتقام لینے کی غرض سے پھر مدینہ واپس آیا اور ان لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس معرکے میں خود اس کا گھوڑا مارا گیا۔ اس نے قسم کھائی کہ جب تک اس شہر کو خراب نہ کر لوں گا قدم آگے نہ اٹھاؤں گا اس وقت یہود کے بعض علماء اس کے سامنے آئے اور کہا کہ یہ شہر حفاظت الٰہی میں محفوظ ہے اس کو کوئی شخص برباد نہیں کر سکتا۔ ہم نے اپنی کتاب میں اس کے اوصاف پڑھے ہیں اور اس کا نام طیبہ ہے۔ یہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ کا دارالہجرت ہے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے۔ آپ اس کی ویرانی کا خیال تک دل میں نہ لائیں اور اپنے ارادہ سے باز رہیں۔ تبع اس بات کو سن کر اپنے خیال سے باز آیا اور اپنے ہمراہ علماء کی ایک جماعت لے کر یمن کو روانہ ہوا اور علماء یہود کی باتوں سے نصیحت پکڑی۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ تبع نے ایک مکان نبی آخر الزمان ﷺ کے لئے بنوایا اس کے ساتھ چار سو علمائے توریت تھے لیکن انہوں نے اس کا ساتھ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی اقامت اس امید پر اختیار کی کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی صحبت حاصل کریں۔ تبع نے ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک مکان تعمیر کرا دیا۔ اور ان کی خدمت کے لئے لونڈیاں مقرر کر دیں نیز مال کثیر دے دیا اور ایک کتاب لکھی جس میں اپنے اسلام کی گواہی کا اظہار کیا۔ اس کتاب میں سے چند ابیات یہ ہیں۔ شعر

شھدت علٰی احمد انہ رسول من اللّٰہ باری النسم

فلومدعمری الٰی عمرہ لکنت وزیرالہ وابن عم

ترجمہ:۔ میں گواہی دیتا ہوں احمد ﷺ کی کہ بے شک وہ رسول ہیں اللہ کی طرف سے وہ اللہ جو پیدا کرنے والا ہے روحوں کا پس اگر لمبی ہو میری عمر ان کے زمانہ تک تو البتہ ہو جاؤں گا میں ان کا وزیر اور بھائی۔)

اور اس کتاب کو بند کرے اس جماعت کے سب سے بڑے عالم کے سپرد کی اور وصیت کردی کہ اگر وہ نبی آخرالزماں ﷺ کا زمانہ پائے تو اس کتاب کو ان کی خدمت میں پہنچا دے ورنہ اپنی اولاد کو اور وہ اولاد اپنی اولاد کو اسی ہدایت کے ساتھ منتقل کرتی رہے اور ایک مکان خاتم الانبیاء ﷺ کے لئے تعمیر کرایا تاکہ تشریف آوری کے وقت اس میں نزول فرمائیں۔ علمائے یہود میں سے ایک کو اس کا متولی بنا دیا۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں قدم رنجہ فرمایا یہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی عالم کی اولاد میں سے ہیں اور اہل مدینہ میں سے جن لوگوں نے حضور ﷺ کی مدد اور اعانت کی وہ انہی علماء کی اولاد میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ کتاب حضور ﷺ کی تشریف آوری کے زمانہ تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھی اور انہوں نے یہ کتاب حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ واللہ اعلم۔

چوتھا باب

مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کا انتظار

اس کتاب میں ذکر ہے جن ذرائع سے سید کائنات ﷺ اس شہر جامع البرکات میں تشریف لائے۔ حضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوۃ و اکمل التحیات قوانین شرعیہ کی کثرت کے بعد قریش کی شدید جہالت اور عداوت کے پیش نظر تبلیغ رسالت کے لئے سنت الٰہی کے قطعی فیصلہ کے منتظر تھے تاکہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب کوئی سبب پیدا کردے اور کسی قوم کو مقرر فرما دے جو دین کی مددگار اور دشمنوں کو دفع کردینے والی بنے اور احکام شرعی کو حکم خداوندی کے طریقے پر ظاہر کیا جاسکے۔ اسی لئے ان مجمعوں اور میلوں جلسوں میں جہاں پر قوم عرب اور ان کے قبیلے جمع ہوتے تھے۔ تبلیغ دین اور اپنی رسالت منوانے کے لئے حضور ﷺ تشریف لے جاتے کہ شاید کسی شخص کو قبول کرلینے اور مدد کی توفیق حاصل ہو تمام عرب قبائل اس سعادت کے حاصل کرنے اور آپ کی حقانیت کو قبول کرنے میں شک کرتے تھے۔ وہ لوگ آپس میں یہ کہتے تھے کہ جو لوگ آپ کے کنبے قبیلے سے ہیں ان کو ہم سے زیادہ حقانیت پر متوجہ ہونا چاہئے تھا جب وہی ان کے حلقہ اطاعت میں نہ آسکے تو دوسروں کو کیا غرض پڑی ہے اسی اثناء میں قبیلہ بنی عبدالاشہل قریش سے معاہدہ کرنے کی غرض سے مدینہ سے مکہ میں آئے ہوئے تھے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی ان میں سے ایک جوان نے جس کا نام ایاس بن معاذ تھا اپنی قوم سے کہا اے ہماری قوم کے لوگوں ان سے بیعت

کرلو۔ خدا کی قسم یہ عہد اس معاہدہ سے بہتر ہے جو تم قریش سے کرو گے اور یہ کام اس کام سے بہت ہی اچھا ہے جس کے لئے تم آئے ہو۔ اس نوجوان کے بعد ایک دوسرا آدمی جو اس قوم کا سردار تھا' کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ ہرگز نہیں' ہم اس دعوت کو قبول نہیں کریں گے۔ دوسروں نے بھی اس خوف سے خاموشی اختیار کی۔ یہ لوگ عہدنامہ قریش اور بیعت اسلام دونوں باتوں پر غور کرتے ہوئے اپنے شہر کو واپس چلے گئے۔ بعد میں ایاس ابن معاذ نے سفر آخرت اختیار کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس نے حالت اسلام میں انتقال کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب جل ذکرہ کی مشیت کا تقاضیٰ یہ ہوا کہ مدینہ منورہ سے اوس و خزرج کی جماعت حج کے زمانے میں آئی ہوئی تھی اور حضور ﷺ بھی خدا کے حکم سے اہل عرب کے مجمع اور مجلسوں میں اظہارحق فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اس جماعت پر بھی آپ کا گزر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگ مدینہ سے آئے ہو ان لوگوں نے عرض کیا ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ بیٹھو تو ہم تم سے ایک بات کہیں' وہ سب کے سب بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پروردگار عالم نے مجھ کو مخلوق میں رسول بناکر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب بھی نازل کی ہے میری قوم اوامرالٰہی کی تبلیغ سے مانع ہوتی ہے اگر تم لوگ ایمان لاؤ اور دین اسلام کی تائید کرو تو سعادت ابدی کو پہنچ جاؤ گے۔

یہ لوگ اس بات کو سن کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور آپس میں کہا کہ یہ وہی پیغمبر آخرالزماں ہیں جن سے یہود ہم کو ڈرایا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس روز فروایں آفتاب رسالت نبی آخرالزماں ﷺ طلوع ہوگا اور ہم ان کے سایہ حمایت میں تم کو اس طرح قتل کریں گے جس طرح عادوارم کو قتل کیا تھا۔ ان پر جلد از جلد ایمان لے آؤ تاکہ دنیا اور آخرت کی

سعادت حاصل ہو چنانچہ اوس خزرج نے بیعت اسلام کی سعادت حاصل کی اور دین حق کی مدد و عہد کو قبول کر کے اپنے شہر کو واپس ہوئے۔ تاریخ میں اس بیعت کو بیعت العقبتہ الاولیٰ کہتے ہیں اس لئے یہ بیعت پہلی مرتبہ عقبہ کے نزدیک (جو منا کا ایک پہاڑ ہے) واقع ہوئی ہے اس وقت یہاں پر لوگوں نے ایک مسجد بنائی تھی وہاں کی حاضری اور اس قصہ کو یاد کرنا آج بھی شوق رکھنے والوں کو نور اور ایمان بخشتا ہے۔ عقبہ اولیٰ کے لوگ بقول چھ آدمی ہیں انہیں میں اسعد ابن زراہ و جابر بن عبداللہ شامل ہیں جب یہ جماعت مدینہ منورہ واپس پہنچی اور اپنی قوم کو سیدالمرسلین ﷺ کی رسالت کی خبر پہنچائی تو انصار کا کوئی گھر اور کوئی مجلس ایسی نہ تھی جو حضور ﷺ کے ذکر سے منور اور معطر نہ ہوئی ہو۔

دوسرے سال زمانہ حج میں بارہ شخص آئے ان میں چھ آدمی مذکورہ بالا بھی شامل تھے اور عبادہ بن الصامت اور عویم بن ساعدہ بھی انہیں میں سے ہیں۔ یہ لوگ حاضر ہوکر اسی عقبہ کے قریب سیدالمرسلین ﷺ کے شرف بیعت سے مشرف ہوئے لیکن اس زمانے میں فرائض اسلام میں سے بجز توحید و نماز کے کوئی چیز واجب نہ ہوئی تھی۔ ان لوگوں کی درخواست پر آنحضرت ﷺ نے مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو تعلیم قرآن، فقہ دین اور اقامت جماعت کے لئے ان کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر جب ان بارہ آدمیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچے اور ایک روایت کے مطابق چالیس آدمیوں کے ساتھ گئے تو اسعد بن زرارہ کی مدد سے مدینہ منورہ میں جمعہ قائم کیا یہ سب سے پہلا جمعہ تھا جو اس شہر معظم میں ادا کیا گیا۔ اس کے بعد دعوت اسلام اور مسائل شرعیہ کی تبلیغ میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ ایک دن بنی عبدالاشہل کے ایک باغ میں مجمع ہوا۔ مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر نے تلاوت قرآن پاک فرمائی اور احادیث پیغمبر ﷺ کا ذکر کیا یہ خبر سعد بن معاذ تک پہنچی۔ سعد بن معاذ قوم کے

اکابر میں سے تھے اور اسعد بن زراہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے اس باغ کے دروازے پر آکر کھڑے ہوگئے اور جیساکہ روسا اور بڑے لوگوں کا طریقہ ہے زجروتوبیخ شروع کی اور کہا کہ اپنے شہر کا نکالا ہوا یہ غریب کس لئے ہمارے مکان کے دروازے پر آیا ہے اور احمقوں کو راہ سے بے راہ کرتا ہے جو باتیں کسی نے آج تک نہیں سنی تھیں یہ کہتا ہے اگر آج کے بعد یہ یہاں دوبارہ آئے گا تو سزا پائے گا سعد بن معاذ کی اس تقریر سے مجمع میں جو امیدافزا صورت پیدا ہوئی تھی، وہ ٹوٹ گئی۔

دوسرے دن مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر اسعد ابن زرارہ کے ہمراہ اسی مقام کے قریب دعوت اسلام اور تلاوت قرآن کے لئے دوبارہ پہنچے یہ خبر سعد بن معاذ کو پہنچائی گئی وہ فوراً آگئے آج بھی اگرچہ وہ منکر تو تھے لیکن اس درجہ کا غصہ نہ تھا جیساکہ کل رکھتے تھے اسعد بن زرارہ نے جب ان کو کسی قدر نرم دیکھا تو سامنے آئے اور کہنے لگے کہ اے میرے خالہ زاد بھائی پہلے سن لو کہ یہ آدمی کیا کہتا ہے اگر بری بات کہتا ہو یا گمراہی کے راستہ راہ پر بلاتا ہو تو آپ کوئی اس سے بہتر چیز پیش کیجئے اور راہ راست دکھایئے اگر یہ اچھی بات کہتے ہیں اور ہدایت پر ہیں تو کس لئے ان کو برا کہتے ہو اور ان کے وجود کو غنیمت کیوں نہیں سمجھتے۔ سعد بن معاذ نے کہا کہ اچھا کہیں کیا کہتے ہیں۔

مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر نے یہ سورہ تلاوت کی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حٰم والکتاب المبین انا جعلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون وانہ فی ام الکتاب لدنیا لعلی حکیم ط افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم قوما مسرفین وکم ارسلنا من نبی فی الاولین وا یاتیھم من بنی الا کانو بہ یستھزؤن فاھلکنا اشد منھم بطشا ومضٰے مثل الاولین۔

ترجمہ:۔ قسم ہے اس کتاب واضح کی، ہم نے اسے عربی قرآن اتارا شاید تم

سمجھو اور وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ضرور بلندی حکمت والا ہے تو کیا ہم تم سے ذکر کا پہلو پھیردیں اس پر تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو اور ہم نے کتنے ہی غیب بتانے والے نبی پہلوں میں بھیجے اور ان کے پاس جو غیب بتانے والا نبی آیا اس کی ہنسی ہی بنایا۔ پھر ہم نے وہ ہلاک کردیئے جو ان سے بھی پکڑ میں سخت تھی اور اگلوں کا حال گزر چکا۔ (سورۃ الزخرف۔ پارہ 25)

سعد بن معاذ یہ کلمات سن کر اپنی جگہ سے اٹھے اور عبرت پکڑی اگرچہ فوراً کلمہ شہادت کا اظہار تو نہیں کیا لیکن ان کے دل میں نور ایمان نے جگہ پکڑ لی تھی۔ سعد بن معاذ جب اپنی قوم میں واپس پہنچے تو تمام قبیلہ بنی عبدالاشہل کو بلاکر اظہار اسلام کیا اور ان لوگوں کو بھی دین اسلام کی دعوت دیکر کہا کہ جس شخص کو بھی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس میں اگر کوئی شک ہو تو بسم اللہ اس سے بہتر چیز لائے تاکہ میں بھی جان لوں کہ کیا لاتا ہے قسم خدا کی یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس پر جانیں قربان ہوں گی اور سر اس کے راستے میں رکھے جائیں گے اس کے بعد دریافت کیا اے بنی عبدالاشہل اپنی قوم میں مجھ کو کس درجہ کا سمجھتے ہو اور مجھے کتنا عاقل و دانا شمار کرتے ہو لوگوں نے کہا کہ انت سیدنا وافضلنا یہ سن کر کہنے لگا کہ تمہارے زن و مرد سے مجھے کلام کرنا۔ اس وقت تک حرام ہے جب تک خدا اور رسول پر تم لوگ ایمان نہ لاؤ گے۔

اس کے بعد اسلام نہایت تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا اور انصار کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو نور اسلام سے منور نہ ہوا ہو۔ اشراف قبائل اور اکابر قوم ایمان لے آئے اور بتوں کو توڑ کر توحید و اسلام کے سایہ عاطفت میں آ گئے۔ والحمدللہ علٰی ذالک جناب رسول خدا ﷺ کے فرمان کے مطابق احکام اور قوانین شرعیہ کی تعلیم دینے لگے۔

فصل: مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بعد موسم حج میں جناب رسالت ماب ﷺ

کی خدمت میں واپس تشریف لائے ان کے ہمراہ جماعت کثیر شوق ملاقات اور شرف بیعت سید ابرار ﷺ حاصل کرنے کی غرض سے اپنے ہم قوم مشرکین حجاج کے قافلے کے ساتھ مکہ میں پہنچی۔ اس جماعت نے سعادت ملاقات سید کائنات ﷺ حاصل کی اور تشریق کی درمیانی راتوں میں عقبہ مذکور میں جمع ہونے کا وعدہ کیا جب وعدہ کی رات آئی تو دو تہائی رات گزرنے کے بعد تہتر آدمی خفیہ طریقے سے اپنے ہم قوم مشرکوں کے درمیان سے نکل کر چلے آئے اور عقبہ کے قریب پہاڑ کے درہ میں جمع ہوکر طلوع جمال سید کائنات ﷺ کے انتظار میں بیٹھے۔ آنحضرت ﷺ بھی اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے ہمراہ جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ مقام مذکور میں تشریف لائے تاکہ اس جماعت سے بیعت لیں۔ عباس نے کہا اے قوم تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ ہم میں عزت و شرف کی حیثیت سے بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں ہم نے ہرچند ان کو منع کیا لیکن انہوں نے ہماری بات نہیں سنی اور آپ لوگوں کے اجتماع سے باز نہ آئے۔ اب اگر آپ لوگوں کے وفائے عہد کا پختہ اور مضبوط ارادہ ہے تو فہوالمراد ورنہ اسی وقت کہہ دو تاکہ پھر پشیمان نہ ہو اور ہم کو عداوت و دشمنی کے مقام پر مت آنے دو۔

لوگوں نے کہا کہ اے عباس جو کچھ تم نے کہا ہم نے سنا اور جان لیا یارسول اللہ ﷺ اب آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ اپنے یا اپنے پروردگار کے لئے جو اقرار ہم سے لینا چاہتے ہیں وہ لے لیجئے۔ بسم اللہ ہم تیار ہیں۔ حضور سید کائنات علیہ افضل الصلوات نے قرآن عظیم کی تلاوت فرمائی اور انہیں دین اسلام کی ترغیب دی اور فرمایا خدا کا عہد یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور میرا عہد یہ ہے کہ رسالت کی تبلیغ میں میری امداد اور اعانت کرتے رہو جو کوئی اس امر میں رکاوٹ پیدا کرے اس کے ساتھ جہاد اور قتال سے پیچھے نہ ہٹو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ

یارسول اللہ ﷺ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا سے لڑائی اور جنگ کا کام چلا آتا ہے لیکن ہمارے اور یہود کے درمیان عہدوحلف کا راستہ ہے لیکن اب ہم اس کو بھی قطع نظر کرتے ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے وطن کو واپس آئیں' اپنی قوم سے رجوع کرلیں اور ہم کو تنہا چھوڑ دیں۔ سرور انبیاء ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ ایسا نہ ہوگا۔ میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے۔ جان جان کے ساتھ اور تن تن کے ساتھ۔ میری زندگی تمہیں میں گزرے گی اور میری موت بھی تمہارے ہی ساتھ ہوگی۔ وہ کہنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ اگر ہم آپ کی محبت میں مار ڈالے جائیں اور ہماری جان و مال آپ پر قربان ہوں تو اس کا کیا بدلہ ہے۔ فرمایا جنات تجری من تحتھا الانھار ترجمہ:۔ (جنتیں ہیں کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں) سب نے عرض کیا کہ یہ بیع نفع مند ہے۔ بسم اللہ یارسول اللہ ﷺ۔ البسط یدک فقد یایعناک ترجمہ:۔ (بسم اللہ یارسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ کو بڑھایئے۔ ہم نے آپ کی بیعت کی) اس کو بیعت عقبہ کبریٰ کہتے ہیں اور بعض مورخین اس کا نام عقبہ ثانیہ رکھتے ہیں لیکن بہ مقتضائے سیاق کلام سید ﷺ جیساکہ اوپر مذکور ہوا ہے اس کا نام عقبہ ثالثہ معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

جب عہد بیعت انصار عالی مقدار رضوان اللہ عنہم اجمعین مستحکم ہوگیا آیت کریمہ۔ ان اللّٰہ اشترے من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنتہ۔ ترجمہ:۔ (بے شک اللہ تعالیٰ نے خرید لیا ہے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو بعوض اس بات کے کہ ان کے لئے جنت ہے) نازل ہوئی اس کے بعد ان کے بارہ گروہ کئے اور ہر گروہ پر ایک نقیب اور ایک سردار مقرر فرمایا تاکہ ان کی حالتوں کانگراں رہے اور دنیا و آخرت کے جملہ امور درست ہوجائیں اور یہ بارہ نقیب انصار کے رئیس تھے۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں ان کے اوصاف درج ہیں انہیں لوگوں میں سے ایک انصاری نے

عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ فرمائیں تو ان تمام مشرکین کو جو اس وقت منیٰ میں جمع ہیں ہم قتل کر ڈالیں تاکہ ان میں سے کسی ایک کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ فرمایا ولم اومر بذالک ترجمہ:۔ (مجھ کو میرے پروردگار سے حکم نہیں ہوا ہے کہ تلوار اٹھاؤں اور مشرکین سے جہاد کروں) اس کے بعد گروہ انصار اپنی جگہ پر آرام سے بیٹھ گیا اور حضور ﷺ سے درخواست کی کہ اب ہمیں واپسی کی اجازت دیجئے اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر رسول خدا ﷺ ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں اور ہمارے شہر کی طرف توجہ فرمائیں تو ہماری خوش نصیبی ہوگی۔ ہم لوگ آپ کے فرمان کے مطابق ہوں گے آپ جیسا حکم کریں گے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی تک میرے لئے اللہ کی طرف سے مکہ سے باہر نکلنے کا حکم نہیں ہوا ہے اور ہماری ہجرت کے لئے کوئی مقام مقرر نہیں فرمایا گیا جس وقت اور جس جگہ کے لئے حکم ہوگا میں ہجرت کروں گا۔ یہ فرماکر انصار کو رخصت کیا۔ (ﷺ)

رسول اللہ ﷺ کا مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی سرزمین میں پہنچنا

جب قبائل انصار عہد اور اقرار کے بعد اپنے شہر کو واپس ہوئے اسی وقت حضور ﷺ دربار خداوندی میں متوجہ ہوگئے تاکہ مقام ہجرت متعین فرمایا جائے۔ پہلے آپ نے ان مقامات پر غور فرمایا جن کے صفات دو تین مقامات میں مشترکہ معلوم ہوتے تھے اول ہجر جو بحرین کے شہروں میں سے ہے دوسرے قنسرون جو ملک شام میں ہے تیسرے یثرب جو سرزمین حجاز میں ہے۔ اس کے بعد مدینہ نہایت ظہور اور امتیاز کے ساتھ متعین ہوا۔ لیکن سفر کا وقت ابھی تک نہیں بتایا گیا تھا آپ نے وحی آسمانی کے تقاضے کے مطابق اپنے بعض اصحاب کرام کثرت سے مدینہ کی طرف رخصت فرمایا۔ چند دن گزرنے کے بعد اصحاب کرام کثرت سے مدینہ کو رخصت ہوئے۔ ان میں عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب ان کے بھائی زید بن خطاب' حمزہ بن عبدالمطلب' عبدالرحمن بن عوف' طلحہ بن عبداللہ' عثمان بن عفان' زید بن حارثہ اور صہیب وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔ آپ کے اصحاب میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا حضور ﷺ کے ساتھ مکہ میں کوئی نہیں رہا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس کلام کا مقصد یہی ہے کہ اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سوائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کوئی شخص آپ کے ساتھ نہیں

رہا۔ لیکن بہت سی روایتوں میں آیا ہے کہ سرور انبیا ﷺ کے مکہ سے تشریف لے جانے کے بعد ابو سفیان اور دیگر مشرکین نے کمزور صحابہ کو جو حضور ﷺ کے ساتھ نہیں جا سکتے تھے قید کر دیا نیز انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین قریش حضور ﷺ کے مراتب کی بلندی کو تیزی سے بڑھتا ہوا دیکھتے تھے اور دین کے انتظام کا احساس کرتے ہوئے ان بدبختوں کی آتش حسد وعداوت رسول مختار ﷺ اور آپ کے صحابہ کے خلاف تیز ہوتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے سے وہ خیال کرتے تھے کہ حضور ﷺ بھی آج کل میں ہی ہجرت کر جائیں گے۔ آپس میں ایک مجلس مشاورت قائم کی مجلس کا سرغنہ ابو جہل ملعون تھا اور ابلیس لعین بھی آکر ان لوگوں کا شریک حال ہوا۔ بعض نے حضور ﷺ کو جلا وطن کر دینے کی رائے دی اور بعض نے قید کرنے کا مشورہ پیش کیا ابو جہل لعین نے کہا کہ پانچ آدمی قبیلے سے لے لو اور ان کے ہاتھ میں تلواریں دو تاکہ یہ سب ایک ہی بار حضور ﷺ پر حملہ کر دیں۔ ان متفرق قبائل سے بنی ہاشم کو قصاص یا خون کا بدلہ لینے میں دقت ہوگی فوراً جبریل امین تشریف لائے اور سید المرسلین ﷺ پر یہ آیت لا کر ان بدبختوں کی خبیث حرکت سے خبر کر دی۔ واذیمکر بک الذین کفرو الیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک و یمکرون ویمکرواللّٰہ ط واللّٰہ خیر الماکرین۔ ط

ترجمہ:۔ (اور یاد کرو جب کافر آپ کے ساتھ مکر کرتے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا شہید کر دیں یا جلا وطن کریں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔)

سید عالم ﷺ نے اس حالت کے مشاہدہ کرنے کے بعد سفر کی طرف متوجہ ہو کر ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو ہجرت کے اختیار کرنے کی اجازت اس آیت سے ہوئی ہے۔ قل رب

ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانانصیرا۔ ترجمہ:۔ (فرما دیجئے اے میرے رب داخل کر تو مجھ کو سچائی کی جگہ میں اور بنا دے تو میرے لئے اپنے نزدیک سے غلبہ مدد کرنے والا) اس کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم رات کو ہمارے بستر پر آرام کرو تاکہ مشرکین اشتباہ میں پڑ کر حقیقت حال سے فورا واقف نہ ہو سکیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چھوڑنے کی اصل غرض یہ تھی کہ آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ کفار قریش کی امانتیں واپس کی جا سکیں کیونکہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بے حد اعتماد کرتے تھے اور اپنی امانتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امین صادق کہتے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو ہجرت کے حکم سے آگاہ کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بھی آپ کی خدمت میں رہوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دو اونٹنیاں بہت محبوب تھیں اور چار مہینے سے ان کو چارہ وغیرہ کھلا کر خوب صحت مند کیا تھا۔ ان دونوں کو آپ کی خدمت میں حاضر کیا اور عرض کیا ایک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمالیں آپ نے فرمایا کہ میں نے قبول کیا لیکن بشرط خرید۔ لہٰذا آٹھ سو درہم میں اس اونٹنی کو ان سے خرید لیا۔ اس خریداری میں باوجود سچی محبت اور انتہائی دوستی کے یہ حکمت تھی کہ آپ نے خدا کی راہ میں کسی سے مدد نہ لینی چاہی۔ چنانچہ اس آیت کا اشارہ یہی ہے۔ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ ترجمہ:۔(اور نہ شریک کیجئے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو)اس اونٹنی کا نام صحیح روایت کیمطابق قصوا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ جدعا تھا۔ اس کے بعد بنی دیل میں سے ایک شخص کو جس کا نام رقیط تھا اور رہبری کے کام میں ماہر تھا یہ امانت اور راز کے محفوظ رکھنے میں بھی مشہور تھا مزدوری پر رکھ لیا تاکہ دونوں اونٹوں کو ثور پہاڑ پر حاضر کرے یہ رقیط کفار کے دین میں تھا امام نزدی کہتے

ہیں کہ اس کا مسلمان ہونا معلوم نہیں ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر حضور سید کائنات ﷺ اپنے مکان کو واپس تشریف لائے آپ کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آئے اب تو تمام قریش کا ہجوم دروازہ پر آکر جمع ہو گیا تاکہ اپنے ارادہ میں کامیابی حاصل کریں اسی حالت میں حضور ﷺ ایک چادر سر مبارک سے اوڑھ کر باہر تشریف لائے ابو جہل ملعون نے استہزا کے طور پر کہا کہ یہ محمد ﷺ ہیں جو کہتے ہیں کہ اگر تم ہمارے تابع ہو جاؤ تو ملک عرب و عجم تمہارا ہو جائے اور بہشت بریں تمہارا گھر بن جائے اگر میری تابعداری نہ کرو گے تو دنیا میں میرے ہاتھ سے قتل کئے جاؤ گے اور آخرت میں تمہارا ٹھکانہ ہاویہ جہنم میں ہوگا۔

اس کو سن کر سرور انبیاء ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہی کہتا ہوں اور ایسا ہی ہوگا اور ان دوزخیوں کے جن کی میں نے خبر دی ہے ان میں ایک تو بھی ہوگا اور دست اقدس میں ایک مٹھی خاک لے کر سورہ یٰسین فہم لا یبصرون تک اور واذا قرئت القرآن جعلنا بینک وبین الذین لا یوء منون بالاخرۃ حجابا مستورا۔ پڑھی اور کفار کی طرف پھینکی اور اسی حالت میں سامنے سے نکلتے ہوئے چلے گئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور جو کھڑکی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھی اس میں نکل کر ثور پہاڑ کی جانب روانہ ہوگئے اور بقول صحیح تین دن تک اس غار میں (جو اس پہاڑ میں تھی) اقامت فرمائی۔ اسی دوران میں ایک شخص نے حضور ﷺ کے مکان کا محاصرہ کرنے والے کفار کی جماعت سے آکر کہا کہ یہاں کیوں کھڑے ہو اور کس کا انتظار کر رہے ہو کفار کہنے لگے ہم صبح ہو جانے کے منتظر ہیں تاکہ محمد ﷺ کو قتل کریں وہ شخص کہنے لگا کہ تم پر افسوس ہے۔ وہی تو محمد ﷺ تھے جو ابھی تمہارے سامنے سے گئے ہیں ابو جہل اور تمام کفار اپنے سروں پر خاک ندامت ڈالتے ہوئے واپس چلے گئے۔ حفاظت الٰہی اپنے حبیب ﷺ کی حفاظت میں کام کر چکی

تھی۔ صبح کے وقت جب علی بن ابی طالب کو دیکھا تو کفار نے دریافت کیا کہ تمہارے سردار کہاں گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللّٰہ اعلم بحال رسولہ
ترجمہ:۔ (اللہ خوب جانتا ہے اپنے رسول کے حال کو)۔

حضور ﷺ کی مکہ سے روانگی بیعت عقبہ کے ڈھائی مہینے بعد ہوئی یہ ربیع الاول کی چاند رات اور جمعرات کا دن تھا لیکن صحیح تر یہ ہے کہ سوموار تھا ان دونوں روایتوں کے جمع ہو جانے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ گھر سے روانگی کی ابتدا جمعرات کو ہوئی اور غار سے سوموار کے دن۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے حضور ﷺ کی روانگی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بیت اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی مطلع نہ تھا۔ مواہب لدینہ میں ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہر روز حضور ﷺ کے لئے پہاڑ پر کھانا لے جاتی تھیں اور محمد ابی بکر رضی اللہ عنہ تمام کافروں کی خبریں پہنچاتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی مدت اقامت مشہور روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تیرہ سال ہے اور دوسری روایت میں پندرہ سال۔ لیکن ان معجزات کی تفصیل جو ابتدائے روانگی حضور ﷺ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک ظہور میں آئی ہیں۔ مثلاً مکڑی کا جالا تاننا۔ کبوتر کا انڈے دینا۔ کفار کا انتہائی کوشش کے باوجود آپ کو نہ پانا' غار کی تلاش کرنا' سراقہ کے گھوڑے کا پاؤں زمین میں دھنس جانا' اس نے حضور ﷺ کا پیچھا کیا تھا۔ آپ کا ام معبد کے مکان میں نازل ہو کر ان بکریوں کو دوہنا جن کے دودھ لاغری کی وجہ سے خشک ہوگئے تھے اور کفار قریش کا جبل ابی قبیس سے رسول اللہ ﷺ کی سلامتی کی آواز غیبیہ کا سننا اور ان کے علاوہ دوسرے معجزات کی تفصیلات کتب تاریخ واحادیث سے معلوم ہو گی۔ چونکہ یہاں پر مقصود اصلی احوال مدینہ منورہ کا ذکر ہے لہٰذا بعض حکایتوں کی درگزر بلکہ اکثر روایتوں کا ترک کرنا جو ہجرت کے متعلق منقول ہیں۔ تنگئی وقت کے سبب مناسب معلوم ہوا۔ ابو سلیمان خطابی بیان کرتے ہیں کہ جب سرور انبیاء

ﷺ مدینہ کے قریب پہنچے تو بریدہ اسلمی مع ستر آدمیوں کے جو اس کے ہم قدم تھے کفار قریش کے اشارے پر جو محمد ﷺ کے گرفتار کرنے پر قریش کی طرف سے مقرر ہوا تھا اور اس کو اس غرض میں سو اونٹ بھی دینے کا وعدہ تھا۔ یہ سرور انبیاء ﷺ کی گرفتاری کے لئے نکلا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیرا کیا نام ہے اور تو کون شخص ہے؟اس نے کہا میرا نام بریدہ ہے۔ حضور ﷺ نے شگون کے طور پر نام کے مادہ اشتقاق سے کہ سلامتی اور جمعیت سے بردہ ہے۔ ابوبکر سے کہا کہ قد بردا مرنا و صلح۔(یعنی خوش اور ٹھنڈا ہے کام' ہمارا انجام بھلائی کا رکھتا ہے۔) پھر دریافت فرمایا کہ تو کس قبیلہ سے ہے اس نے کہا بنی اسلم سے۔ آپ نے فرمایا کہ خیر اور سلامتی ہے۔ پھر دریافت فرمایا کہ کون سے بنی اسلم اس نے جواب دیا کہ بنی سہم سے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے اپنا حصہ اسلام سے پالیا۔ اس کے بعد بریدہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ کون شخص ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں محمد ﷺ ابن عبداللہ رسول اللہ ہوں۔ بریدہ فورا نام مبارک حضور ﷺ کا سن کر ایمان لے آیا اور اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ پڑھ لیا اور اس کے ساتھ جو جماعت تھی سب کے سب مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ بریدہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جس وقت آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوں ایک جھنڈا آپ کے ہمراہ ہونا چاہئے۔ یہ کہہ کر بریدہ نے اپنے عمامہ کو سر سے اتار کر نیزہ پر باندھا اور سرور انبیاء ﷺ کے آگے چلا اور التماس کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سا مکان ہے جس کو اپنے نزول سے مشرف فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میری اونٹنی اللہ کی طرف سے مامور ہے جس جگہ بیٹھے گی میرا مکان وہی ہوگا۔ بیت

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

بخودرہ نیست در کوئیتو مشتاقان شیدارا
خم زلفت .قلاب محبت میکشد مارا

بعض صحابہ کرام بغرض تجارت ملک شام کو گئے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام کا یہ گروہ حضور ﷺ سے ایک منزل میں اتفاق سے مل گیا۔ انہوں نے حضور ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے سفید کپڑے ہدیتاً" پیش کیے اس جانب انصار بڑی مسرت کے ساتھ حضور ﷺ کے منتظر رہا کرتے تھے اور ہر روز صبح کو مدینہ کے ٹیلوں پر چڑھ کر طلوع آفتاب تک جمال محمدی ﷺ کے انتظار میں کھڑے رہتے تھے۔ جب دھوپ تیز ہوجاتی تو اپنے مکانوں کو واپس چلے آتے۔ اس طرح ایک دن اپنے مکانوں کو واپس ہو رہے تھے کہ اچانک ایک یہودی کی نظر جو اس ٹیلہ پر کھڑا تھا لشکر محمدی ﷺ کے آنے پر پڑی اس نے سمجھ لیا کہ یہی حضور ﷺ ہیں جو تشریف لا رہے ہیں انصار کا وہ قبیلہ جو اس کے قریب تھا ان سے بہ آواز بلند کہنے لگا کہ اب تمہارا مقصد اور مقصود حاصل ہوگیا۔

نظم

اینک آں سرو خراماں میرسد
اینک آں گلبرگ خنداں میرسد
شادباش اے خستہ ہجراں بلا
کز پیے درد تو درماں میرسد
شوق کن ای بلبل گلزار عشق
کاں گل نواز گلستاں میرسد
در دل افسردہ روحے میدہد
مردہ تن رمژدہ جاں میرسد
تازہ باش اے تشنہ وادی غم

کز برایت آب حیواں میرسد
دور شوای ظلمت شام فراق
کافتاب وصل تاباں میرسد

- مبارک ہو کہ وہ سرور جیسے نازنین تشریف لے آئے
مبارک ہو کہ وہ پھول کی طرح مسکراتے ہوئے تشریف لے آئے
- ہجر و فراق کے مارے ہوؤ خوشی و مسرت سے جھوم جاؤ
تمہارے زخموں پر مرہم رکھنے والے جلوہ افروز ہو گئے
- گلزار عشق کی بلبلو مستی سے چہچہاؤ
کیونکہ گلستان کی جان رونق افزا ہو گئی
- پریشان دل کی روح آ گئی
اور مردہ جسم کو بشارت ہو کہ اس کی زندگی آ پہنچی
- غم و الم سے بھرپور وادیو اب خوش ہو جاؤ۔
کہ تمہاری ہمیشہ کی آبادی کے لئے آب حیات جاری ہو گیا۔
- غم و فرقت کی کالی رات اب تو کنارہ کر، کیونکہ اب وصل کا آفتاب طلوع ہو چکا ہے۔

: مسلمان اپنے بدن پر ہتھیار لگا کر آپ کے استقبال کے لئے نکلے۔ سب سے پہلی برکت حضور ﷺ کے پہنچنے کی بنی عمرو بن عوف کے مکانوں کو حاصل ہوئی۔ یہ مسجد قبا کے اطراف میں تھے۔ یہ سوموار کا دن بارھویں ربیع الاول سنہ اول ہجری تھا۔ منجملہ فضائل سوموار کے یہ ہے کہ سرور انبیاء ﷺ کی ولادت آپ کی ابتدائے بعثت اور ہجرت آپ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری اور آپ کی روح پاک کا قبض ہونا یہ سب سوموار کے دن ہوا اسی طرح سے شرف المصطفےٰ لابن جوزی میں ہے اور بعض مورخین کے نزدیک تاریخ لکھنے

کی ابتداء بھی اسی دن سے رسول خدا ﷺ کے حکم سے ہوئی۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ تاریخ لکھنے کی ابتدا ماہ محرم سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ تین دن ایک روایت میں ہے کہ چار دن تک اور دوسری روایت میں ہے کہ اس سے زائد دنوں تک اسی مقام پر قیام فرماکر مسجد قبا کی بنیاد رکھی اور مدت قیام میں اسی مجلس کے اندر نماز ادا فرماتے تھے اور اسی مقام پر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تین دن کے بعد مکہ مکرمہ میں لوگوں کی امانتیں سپرد کرکے سیدالمرسلین ﷺ کی خدمت میں پہنچے تھے اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ جس روز حضور ﷺ تشریف لائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں سے ملنے اور ان کے حالات دریافت کرنے میں مشغول تھے۔ حضور ﷺ خاموشی کی حالت میں بیٹھے تھے جب آفتاب جمال جہاں آرائے روئے محمد ﷺ کے مقابل آیا تو اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر کو پھیلایا اور سامنے کھڑے ہوگئے تاکہ حضور اقدس ﷺ پر سایہ ہو جائے اور یہ روایت بھی ہے کہ بعض آدمیوں کو رش کی وجہ سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیغمبر خدا ہیں۔ حضور ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو نئے کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھے وہ بھی یکساں تھے۔ حضور ﷺ اپنے سر مبارک کو نیچے کئے ہوئے خاموش بیٹھے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی دانائی سے لوگوں کے شبہات کو سمجھ لیا آپ اٹھے اور اپنی چادر کو پھیلا کر حضور ﷺ پر سایہ کرکے کھڑے ہوگئے تاکہ لوگوں کا شبہ دور ہوجائے۔

فصل:۔ سرور انبیاء ﷺ نے اقامت مدت معلومہ کے بعد جمعہ کے دن جب کہ آفتاب کچھ بلند ہو چکا تھا مدینہ منورہ میں داخلے کا ارادہ فرمایا انصار کے قبائل سوار و پیادہ جمع ہوئے اور ہتھیار بند حضور ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے بنی عمرو بن عوف جو قبا کے باشندے تھے عذر خواہی کے لئے حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا ممکن ہے یہاں کوئی صدمہ سید المرسلین ﷺ کو پہنچا ہو

جس کی وجہ سے آپ نے دوسری جگہ منتقل ہونے کا ارادہ فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس آبادی کے لئے مامور ہوں جو اکالہ قری ہے یعنی مدینہ طیبہ (اکالہ قری اس شہر کے ناموں کے بیان میں اس کے معنی گزر چکے ہیں) آفتاب رسالت کے روانہ ہونے کے بعد انصار کے قبائل اس امید اور انتظار میں راستے میں سامنے آکر کھڑے ہوگئے کہ شاید آپ کی نظران امیدواروں پر پڑ جائے۔ انہوں نے التماس کیا کہ ہمارے گھر نزول ہوا اور دعا نعمت وغیرہ کی کرائی۔ حضور ﷺ ان کے لئے دعائے خیر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری اونٹنی مامور ہے جس جگہ یہ بیٹھے گی وہیں پر میرا مقام ہوگا۔ یہاں تک کہ قبیلہ بنی اسلم آگیا جو وادی کے بطن میں قبا کے قریب واقع ہے۔ جمعہ کی نماز کا وقت آچکا تھا اقامت جمعہ اسی مقام پر فرمائی جو جگہ اب مسجد جمعہ کے نام سے مشہور ہے اور ایک خطبہ بلیغ ادا کرکے اہل ایمان کے دلوں کو منور کیا۔ آپ کا یہ خطبہ خوشخبری اور ڈرانے کے مضامین پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد راس ثانئے کی طرف کا راستہ اختیار کرکے مدینہ منورہ کو متوجہ ہوئے ہر قبیلہ آپ کے سامنے آکر آپ کی اونٹنی پر ہاتھ رکھتا اور آپ کے نزول کی درخواست کرتا تھا۔ حضور ﷺ دعائے خیر فرماتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے اور اونٹنی کے بیٹھنے کا انتظار کرتے تھے کہ کہاں بیٹھتی ہے۔ آخر کار آپ اس مقام پر پہنچے جہاں مسجد نبوی ﷺ کا منبر شریف ہے اونٹنی بے اختیار وہیں بیٹھ گئی اور حضور ﷺ کو اونٹنی ہی پر وہ حالت خاص طاری ہوگئی جو نزول وحی کے وقت ہوتی تھی۔ پھر اونٹنی اچانک اس مقام سے جہاں بیٹھ گئی تھی اٹھی اور وہاں سے چند قدم آگے چل کر خود بخود واپس ہوئی اور اسی مقام اول پر واپس آکر بیٹھ گئی اور ایک روایت میں ہے کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اونٹنی کی پشت سے حضور ﷺ کے اسباب اور سامان کو اتارا اور آپ کو کھا کر اپنے مکان میں لے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا المرمع

رحلہ یعنی مکان ہر شخص کا وہاں ہے جہاں پر اس کا اسباب اور اشیاء ہوں لہذا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کو شرف نزول بخشا۔ ذلک فصل اللہ یؤتیہ من یشآ۔ بیت

مبارک منزلے کانخانہ راما ہے چنین باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنین باشد

ترجمہ :۔ جب منزل مبارک ہو تو وہاں کا مکین بھی ایسا ہی محبوب و مبارک ہونا چاہئے اور جب ملک مبارک ہو تو اس کا شہنشاہ بھی ویسا ہی محبوب و مبارک ہونا چاہئے۔

اس سے پہلے جہاں انصار کے نسب کا بیان لکھا گیا ہے اس میں گزر چکا ہے کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہی کا وہ مکان تھا جو تبع نے علماء یہود سے سرور انبیاء علیہ السلام کی بعثت اور تشریف آوری کی خبر سن کر آپ کے لئے بنوایا تھا۔ ابن جوزی کتاب شرف المصطفیٰ میں بیان کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی ابوایوب رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بیٹھی اس وقت بنی نجار کی لڑکیاں ایک جماعت بن کر سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد میں دف بجاتی اور گاتی ہوئی نکلیں۔ شعر

نحن جوار من بنی النجار
یا حبذا محمد من جار

ہم بنی نجار کی بیٹیاں ہیں' کیا ہی اچھا ہو کہ ہمیں نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑوسی ہونے کا شرف نصیب ہو۔

آپ نے فرمایا کہ اے قبائل انصار کیا تم مجھے دوست رکھتے ہو سبھی نے بیک آواز عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا کہ خدا کی قسم میں بھی تم کو دوست رکھتا ہوں۔

رزین' جو کہ بڑے علماء حدیث میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آواری کے وقت قبائل انصار کی عورتیں گلیوں اور دروازوں

پر نکل کر گا رہی تھیں۔ شعر

طلع البدر علینا -- من ثنیات الوداع

وجبت شکر علینا -- ما دعا للہ داع

ہمارے لئے چودھویں کا چاند جلوہ گر ہوا' ثنیات الوداع کی پہاڑیوں سے اس لئے ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا فرض ہوا' اس وقت تک جب تک اللہ تعالیٰ کے نام لینے والے باقی رہیں۔

غلام اور آزاد خوردوکلاں مرد اور عورت سب کے سب حضور ﷺ کی تشریف آوری سے خوش ہو کر کہتے تھے جاء رسول اللّٰہ وجاء نبی اللّٰہ۔ ترجمہ:۔ (اللہ کے رسول تشریف لائے اور اللہ کے نبی تشریف لائے) اور فوجیں بھی اپنی عادت کے موافق نیزہ بازی کرتی ہوئی خوشی کی داد دیتی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان کی عمر اس وقت نو برس کی تھی فرماتے ہیں کہ مجھے خوب یاد ہے جس دن حضور ﷺ مدینہ میں تشریف لائے مدینہ منورہ کے درو دیوار آپ کے چہرہ انور سے ایسے روشن ہوئے جیسے کہ طلوع آفتاب سے چمک پیدا ہو جاتی ہے اور جس دن کہ اس عالم سے تشریف لے گئے ہر جگہ تاریک ہوگئی تھی۔ جیسی کہ غروب آفتاب کے وقت ہو جاتی ہے۔ محمد بن اسحاق ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سرور انبیاء ﷺ نے ان کے مکان کو اپنے نزول سے مشرف کیا تھا تو مکان کے نیچے والے حصہ کو پسند فرمایا اور میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ بالاخانے پر رہتا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں میں اوپر کی رہائش میں بہت تکلیف پاتا ہوں۔ یہ کس طرح جائز ہے کہ سرور انبیاء ﷺ تو نیچے رہیں اور ہم بالاخانہ پر رہیں۔ یارسول اللہ ﷺ آپ بالاخانہ پر تشریف لے جایئے اور ہم لوگ نیچے آجائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے لئے نیچے کا حصہ بہت مناسب ہے اس لئے کہ ہمارے ساتھ ایک جماعت ہے اس کے علاوہ جو لوگ ہم سے ملنے آتے ہیں وہ بھی زیادہ

ہوتے ہیں تم اپنے گھر والوں کے ساتھ بالاخانے پر ہی رہو۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن جس جگہ ہم لوگ رہتے تھے وہاں پانی کا گلاس ٹوٹ گیا۔ اس وقت رات میں اوڑھنے کا صرف ایک کپڑا ہمارے پاس باقی تھا اور سوائے اس کے کوئی کپڑا نہ تھا جلدی جلدی پانی کو اسی کپڑے سے خشک کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو یہ پانی چھت کے نیچے گرے اور اصحاب رسول ﷺ کی تکلیف کا باعث ہو اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ بالائی حصہ میں منتقل ہوجانے کی درخواست کرتے رہے یہاں تک کہ حضور ﷺ بالاخانہ پر تشریف لے گئے اور ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ نیچے آگئے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس زمانہ میں حضور ﷺ میرے گھر میں تشریف فرماتے تھے۔ سعد بن عبادہ، سعد ابن معاذ اور دوسرے انصار حضور ﷺ کے اصحاب کے لئے کھانا بھیجتے تھے۔ ایک دن ایک شخص نے کھانے میں بہت تکلف کرکے کچھ سبزیاں یعنی پیاز اور لہسن ڈال کر حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں بھیجا۔ حضور صلوات اللہ علیہ نے اسے تناول نہ فرمایا اور کراہیت کا اظہار کیا لیکن اپنے اصحاب کو حکم فرمایا کہ تم کھاؤ میں تمہاری طرح نہیں ہوں میرے ایک دوست ہیں کہ اس کھانے کی بو سے ان کو تکلیف ہوتی ہے میں نہیں چاہتا کہ اپنے دوست کو ایذا تکلیف دوں۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ سے اور بھی روایت ہے کہ ایک دن میں نے حضور ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا جس میں لہسن ڈالا حضور ﷺ نے اسے تناول نہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا لہسن کھانا حرام ہے آپ نے فرمایا حرام نہیں ہے لیکن میں مناجات کرتا ہوں اور اپنے دوست سے بہت قریب ہوکر باتیں کرتا ہوں اس لئے اس کا کھانا مکروہ سمجھتا ہوں۔ تم کھاؤ کوئی خوف نہیں ہے۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے لہسن پھر کبھی نہ کھایا اور میں ہر اس چیز کو مکروہ سمجھتا تھا جس سے رسول اللہ ﷺ کراہیت فرماتے تھے۔ آنحضرت

ﷺ کی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں اقامت صحیح روایت کے اعتبار سے سات مہینے ہے۔ دوسری روایت میں مدت اقامت کم و بیش بھی آئی ہے اتنے دنوں کے قیام کے بعد آپ نے ابورافع و زید بن حارثہ کو پانچ سو درہم دیئے اور دو اونٹوں پر مکہ مکرمہ روانہ کیا تاکہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا و ام کلثوم و ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا' ام ایمن زید بن حارثہ کی بیوی اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو لے آئیں۔ ان کے ہمراہ عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی گئے تاکہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کو یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی والدہ ام رومان اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بھی لے آئیں جب رسول خدا صلوات اللہ علیہ کو ظاہری اور باطنی دل جمعی حاصل ہوئی تو دعوت دین کے مقاصد اور رسالت رب العالمین کی تبلیغ میں مشغول ہوئے۔ وماالنصرالا من عنداللّٰہ العزیزالحکیم ترجمہ:۔ (نہیں ہے مدد مگر اللہ عزیز حکیم کے نزدیک سے) مصرع

کجا حد است حسنت راہنوز آغازمی نینم

بیت:۔

باش تابیش جمال تو بہار دگراست
یک گل ازصد شگفتہ است گلستاں ترا

اور جب اس صبح سعادت کا طلوع انصار کے مکانوں سے ہوچکا اور ان کی گمراہی کی تاریکی نوروہدایت سے بدل گئی تو یہود نابہبود حسدوعداوت کے سبب سے حضور ﷺ کے دشمن ہوگئے اور طرح طرح کی خباثتیں اور فساد کرنے لگے بعض دشمنی کے اظہار میں حتی الامکان کوشش کرتے اور اپنی ہلاکت میں قصر کرتے تھے۔ چنانچہ حی بن اخطب جس کا بھائی یاسر بن اخطب تھا اور جو یہودیوں میں عداوت اور بدباطنی میں اسی کی طرح مشہور تھا۔ صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا جو فتح خیبر میں ان لوگوں کی مخالفت کرکے شرف اسلام سے

مشرف ہوگئی تھیں۔ روایت کرتی ہیں کہ میں تمام اولاد میں اپنے باپ اور چچا کے نزدیک بہت محبوب تھی جس زمانے میں حضور ﷺ مدینہ میں تشریف لائے۔ یہ لوگ بھی حضور ﷺ کے دیدار کو گئے۔ اول صبح سے غروب آفتاب تک آپ کے پاس رہے رات کو یہ لوگ جب گھر واپس آئے تو میں نے ان لوگوں کو دیکھا یہ لوگ سستی اور غم و محنت کے بوجھ میں ایسے دبے ہوئے تھے کہ اس سے زائد کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ مکان میں آکر گر پڑے۔ میں اپنی عادت معینہ کے مطابق ان لوگوں کے پاس گئی ان پر اس قدر بار غم طاری تھا کہ ان میں سے کسی میں اس بات کی طاقت نہ تھی کہ میری طرف منہ کرے۔ میرا چچا میرے باپ سے کہنے لگا کہ کیا یہ وہی ہیں۔ یعنی کیا یہ وہی پیغمبر آخرالزماں ہیں جن کے اوصاف ہم نے توریت میں پڑھے ہیں۔ میرے باپ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ وہی ہیں پھر چچا نے کہا کیا تم یہ یقیناً جانتے ہو کہ یہ وہی ہیں باپ نے کہا کہ ہاں قسم خدا کی یہ وہی ہیں۔ چچا نے کہا کہ تم اپنے دل میں ان کے متعلق عداوت پاتے ہو یا محبت؟ باپ نے جواب دیا کہ عداوت اور واللہ جب تک میں زندہ رہوں گا ان کی عداوت میں کوشش کرتا رہوں گا۔

بس وہ دونوں ازلی بدبخت سرور انبیاء ﷺ سے عداوت اور حسد رکھنے کی وجہ سے عذاب ابدی میں گرفتار رہے نعوذ باللہ منہا۔ انہیں بدبختوں کے گروہ میں سے بعض دوسرے لوگوں نے بھی بہانہ اور نفاق کو سامان دنیوی کے جمع کرنے کا ذریعہ بنایا اور حیات فانی کی حفاظت کو بہتر جانا اوس و خزرج کی ایک جماعت نے بھی نفاق کے مرض میں مبتلا ہوکر ان کے ساتھ اتفاق کیا اور جہنم میں گئے لیکن انہیں میں ایسے یہود اور ان کے علماء بھی تھے کہ ازل ہی میں رحمت الٰہی نے ان کی پیشانیوں پر حرف سعادت لکھ دیا تھا اور یہ اس علامات کے سبب جو توریت میں آپ کی صداقت و رسالت پر موجود تھیں۔ دین

اسلام کی طرف سبقت کر گئے اور بغیر کسی تردد کے اپنی گردن اطاعت حلقہ اسلام میں ڈال دی۔ چنانچہ عبداللہ بن سلام جو علماء یہود میں سے تھے اور ان میں شریف ترین تھے۔ نیز یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے جس دن حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر میں نزول فرمایا ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور فوراً کلمہ شہادت سے مشرف ہوئے۔ شعر

مدتے بود کہ مشتاق لقایت بودم
لاجرم روئے ترا دیدم واز جار فتم

لیکن آپ حضور ﷺ سے درخواست کرتے تھے کہ میرے اسلام کے ظاہر ہونے اور یہودیوں کے کان تک پہنچنے سے پیشتر میری حالت کو ان سے دریافت فرماکر یہودیوں کی خباثت کا امتحان کر لیجئے۔ ان سے دریافت فرمایئے کہ تم عبداللہ بن سلام کے متعلق کیا کہتے ہو اور اس کے متعلق کیا خیال رکھتے ہو۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ یہود کی جماعت کو بلاو جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے گروہ یہود تم پر افسوس ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے۔ باوجودیکہ تم مجھ کو یقیناً پہچانتے ہو اور بالتحقیق جانتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں اور سچی بات لایا ہوں۔

یہودیوں نے کہا خدا کی قسم ہم آپ کو نہیں پہچانتے اور نہ اپنی کتاب میں آپ کا تذکرہ پاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا عبداللہ بن سلام کے متعلق کیا کہتے ہو اور وہ تم لوگوں میں کس درجے کے آدمی ہیں سبھی نے عرض کیا۔ ھوسیدنا وابن سیدنا واعلمنا وابن عالمنا یعنی وہ ہمارا سردار اور سردار زادہ ہے اور عقلمند و عقلمند زادہ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اگر وہ ایمان لے آئیں اور میری سچائی پر گواہی دیں تو قبول کرلو گے یا نہیں؟ سبھی نے کہا کہ اگر وہ ایمان لے آئیں اور آپ کی سچائی پر گواہی دیدیں۔ حاشاوکلا۔ آپ نے تین مرتبہ اس کلام کو دہرایا۔ یہود

نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ عبداللہ بن سلام سے کہو کہ باہر آئیں عبداللہ بن سلام باہر نکلے اور اپنی قوم کو خطاب کر کے کہا کہ اے قوم تم خوب جانتے ہو کہ آپ سچے رسول ہیں اور خدا کے بھیجے ہوئے ہیں پھر تم کیوں انکار کرتے ہو اور کیوں اپنے آپ کو جہنم میں ڈالتے ہو۔ یہود نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو ہم نہیں جانتے کہ یہ خدا کے رسول ہیں اس کے بعد عبداللہ بن سلام کی شان میں کہنے لگے۔ ھوشرنا وابن شرنا واجھلنا وابن اجھلنا۔ یعنی عبداللہ بن سلام بدترین اور بدترین زادہ اور جاہل ترین اور جاہل زادہ ہے۔ یہود کی مکاری اور خباثت کی تفصیلات کتب تاریخ اور تفاسیر سے معلوم ہو سکتی ہیں فی الحقیقت حضور ﷺ کے احوال اور رسالت کی حقیقت کا جاننے والا یہود سے بڑھ کر دوسرا کوئی نہ تھا اور آسمانی کتب میں آپ کے احوال اور اوصاف پڑھتے رہے تھے اور آپ کی بعثت و ہجرت کے منتظر تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کو آپ پر ایمان لانے کی وصیت بھی کرتے رہتے تھے اور خوشخبری سناتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم ترجمہ:۔ (آپ کو پہچانتے تھے جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں) انہیں کی شان میں ہے۔ باپ کو بیٹوں کی شناخت یقینی ہے اسی طرح سے یہودیوں کو حضور ﷺ کے احوال و اوصاف کی شناخت تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا جیسا کہ اپنے باپوں کو پہچانتے ہیں اس علم کے باوجود ازلی بدبختی میں گرفتار ہے۔ نعوذ باللّٰہ من علم لا ینفع وقلب لا یخشع۔ ترجمہ:۔ ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس قلب سے کہ جو نہ ڈرے) مصرع علمے کہ رہ بحق نماید جہالت است

حضرت رسالت مآب ﷺ کی مدینہ منورہ میں مدت اقامت باتفاق علماء مورخین دس سال تھی۔ مدت مذکور کی تفصیل' سوانح اور واقعات جہاد اور

فتوحات و فیوضات و قوانین شریعت اور وہ احکام جن سے عالم کو نوید ہدایت و اسرار حکمت سے منور کیا اور جہالت کی تاریکیوں اور گمراہی اور جہالت کے فساد سے پاک کیا۔ تاریخ کی کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں چونکہ یہ اوراق مدینہ منورہ کے حالات کے لئے مخصوص ہیں اس لئے زبان وقت اس کی شرح و بسط کے لئے موافقت نہیں کرتی۔ ان تفصیلات کو ایک علیحدہ تالیف میں کسی دوسرے وقت کے لئے موقوف کررکھا ہے اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے لیکن اس کے باوجود اگر اجمالاً ان واقعات کی طرف جو ہجرت کے زمانہ میں واقع ہوئے ہیں اشارہ کردیا جائے تو نامناسب نہیں تاکہ یہ اوراق بھی ان بعض حالتوں سے خالی نہ رہیں فما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ ترجمہ:۔ (اس لئے جو چیز تمام نہ حاصل ہو اس کو کلیتاً چھوڑنا نہ چاہئے) چونکہ ہمارا مقصود اختصار ہے اس لئے یہاں پر اختلافی روایات کو ترک کردیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ سرور انبیاء ﷺ ہجرت کے پہلے سال میں جب مسجد قبا اور مدینہ طیبہ کی مسجد شریف کی بنیاد رکھ چکے اور پروردگار عالم کے حکم کے بموجب مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخات فرما چکے تو جہاد کے لئے آمادہ ہوئے تاکہ عالم کو شرو فساد کے مادہ سے پاک کرکے تاریکی کفر و جہالت کو نور علم اور ایمان سے تبدیل کریں۔ گیارہ ماہ کے بعد صفر کی دوسری تاریخ غزوہ ابوا پیش آیا۔ ابوا مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام ہے۔ آپ ساٹھ آدمیوں کو لیکر کفار قریش کی تلاش میں وہاں پہنچے۔ ابوا کے قریب ایک اور مقام ہے جس کا نام ودان ہے یہاں پر کفار سے ملاقات ہوگئی لیکن آپ بغیر جنگ کئے ہی مدینہ منورہ واپس آگئے۔ پھر اسی سال حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ایک سفید جھنڈا دیکر تیس مہاجرین سواروں کے ساتھ سیف البحر کی جانب روانہ کیا یہاں سے ابوجہل لعین تین سو سواروں کے ساتھ گزر رہا تھا۔ اہل عرب کی ایک جماعت نے ان دونوں کے درمیان پڑکر فریقین میں صلح کرادی۔

عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کو ساٹھ اور بعض کے بقول اسی آدمی مہاجرین میں سے دیکر ایک جھنڈے کے ساتھ ایک بہت بڑی جماعت پر روانہ کیا اس جماعت کا سردار ابوسفیان اور بعض کہتے ہیں کہ عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ بعض مورخین کے بقول یہ سب سے پہلا جھنڈا ہے جو اسلام میں تیار کیا گیا اس موقع پر بھی لڑائی نہیں ہوئی۔ سوائے اس کے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کفار کی جانب تیر پھینکے یہ پہلا تیر تھا جو خدا کی راہ میں پھینکا اور یہی بات سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ کے مناصب میں سے ہے۔ (رضی اللہ عنہ) اسی سال کے ابتداء میں عبداللہ بن سلام جن کا پیچھے ذکر آچکا ہے۔ اسلام لے آئے اور اسی سال سلمان فارسی بھی مسلمان ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق اس وقت ان کی عمر 350 برس اور ایک روایت میں دو سو پچاس برس کی تھی۔ اس مدت میں دین حق کی طلب اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق ملاقات میں پھرتے تھے۔ آپ ابتداء میں فارس کے مجوس تھے۔ اس کے بعد دین نصاریٰ اختیار کیا۔ آخر میں ایک نصرانی عالم کی وصیت کے مطابق دین محمدی حاصل کرنے کے شوق میں مدینہ منورہ آئے اور اس مدت میں دس جگہ سے زیادہ فروخت ہوئے اور غلام بنے۔ بعد ظہور نور نبوت اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ) اسی سال شہر مدینہ سے باہر ایک بھیڑیا ہم کلام ہوا اور سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقت نبوت کی خبر دی۔ اور اسی سال میں سودا اور عائشہ رضی اللہ عنہما جو اس وقت آپ کے نکاح میں تھیں اور فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا نیز دوسری صاحبزادیاں مع عیال ابی بکر رضی اللہ عنہ کے مکہ سے مدینہ منورہ میں طلب فرمائیں اور اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے سات مہینے بعد شب زفاف فرمایا۔ ایک اور روایت میں زفاف کا واقعہ ہجرت کے دوسرے سال میں ہے لیکن قولِ اول صحیح تر اور معتبر تر ہے اور اسی سال میں ہجرت کے ایک ماہ بعد حضر میں چار رکعت نماز فرض ہوئی حالانکہ ہجرت سے پہلے دو رکعت نماز فرض

تھی جیساکہ اب سفر میں ادا کرتے ہیں اور اسی سال اذان کی ابتدا ہوئی اور یوم عاشورا کے روزے کا حکم دیا لیکن بعد نزول روزہ رمضان کے جو اہتمام صوم عاشورا کا تھا جاتا رہا لیکن اس کا مستحب ہونا اب بھی باقی ہے اور آپ نے آخر عمر میں فرمایا تھا کہ اگر آئندہ سال تک ہماری حیات نے وفا کی تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے۔

ہجرت کے دوسرے سال ربیع الاول کے مہینے میں غزوہ بواط میں دو سو صحابہ کو قریش کے قافلے سے جنگ کے لئے روانہ کردیا۔ ان میں امیہ بن خلف تھا۔ یہ لوگ رضویٰ کے اطراف میں پہنچ گئے۔ یہ جگہ مدینہ سے تین منزل مکہ کی طرف ہے۔ یہ لوگ بھی جنگ کے بغیر مدینہ مشرفہ واپس آگئے۔ جمادی الاولیٰ میں غزوہ عشرہ (یہ ایک مقام کا نام ہے) کو بنی مدلج سے روانہ ہوئے اور بنی مدلج و بنی ضمیرہ سے صلح کرکے بغیر حرب و قتال کے واپس آئے اس کے بعد سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو آٹھ مہاجرین کے ہمراہ روانہ فرمایا وہ بھی لڑائی کے بغیر واپس آئے۔ پھر کرز بن جابر فہری نے مدینہ کے جانوروں پر لوٹ مار کی تھی تو حضور ﷺ اس کی جستجو میں روانہ ہوئے اور اسے وادی بدر کے قریب تک تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا۔ اس غزوہ کو بدر اولیٰ کہتے ہیں اور اسی دوسرے سال جمادی الاخریٰ کے آخر میں عبداللہ بن جحش اسدی کو جو حضور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ آٹھ آدمیوں کے ساتھ ایک اور روایت میں ہے کہ بارہ آدمیوں کے ہمراہ قافلہ قریش کے انتظار میں روانہ فرمایا مکہ کے قریب قریش کے قافلے سے جو شام کی تجارت سے واپس آرہے تھے، ملاقات ہوگئی۔ رجب کی پہلی تاریخ کو اور بعض کا خیال ہے کہ تیس جمادی الاخریٰ کو لڑائی ہوئی اور مال غنیمت قبضہ میں آیا۔ اسلام میں یہ پہلا غنیمت ہے لیکن حضور ﷺ کو یہ جنگ اس لئے پسند نہ آئی کہ یہ رجب کے مہینے میں ہوئی تھی۔ اور رجب کا مہینہ حرمت والا ہے اس میں لڑنا مناسب نہ تھا اس لئے آپ

نے مال غنیمت بھی قبول نہ فرمایا حتیٰ کہ آیت یسئلونک عن الشھر الحرام الٰی آخرہ نازل ہوئی۔ تب حضور ﷺ نے بحکم خداوندی مال غنیمت لیکر تقسیم فرمایا۔ اس لشکر میں عبدالرحمٰن بن جحش کو امیرالمومنین کہتے تھے اور بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلا شخص جس نے امیرالمومنین کا خطاب فرمایا ہے عمرابن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ مراد یہ ہے کہ خلفاء میں اول وہ شخص کہ جن کو امیرالمومنین کہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور اسی طرح علماء نے تشریح فرمائی ہے اور آپ اسی سال صفر کے مہینے میں نیز دوسری روایت میں رجب کا مہینہ آیا ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمادیا۔ اس وقت حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی عمر شریف سولہ سال اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اٹھارہ سال تھی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف اکیس سال پانچ ماہ کی تھی اور اسی سال ہجرت کے سترہ مہینے بعد قبلہ بھی بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی جانب مقرر ہوا اور اسی سال شعبان کے مہینے میں فریضہ رمضان اور صدقہ فطر کے احکام نازل ہوئے۔ آپ نے مدینہ منورہ کی عیدگاہ میں نماز عید ادا فرمائی۔ عبداللہ بن زبیر ہجرت سے بیس ماہ بعد پیدا ہوئے۔ آپ اول بچے ہیں جس نے ہجرت کے بعد عالم وجود میں قدم رکھا اور اسی سال مشہور غزوہ بدر کبریٰ پیش آیا۔ یہ رمضان شریف کی سترہ تاریخ صبح کو واقع ہوکر کفار کی ذلت اور اسلام کی عزت کا باعث ہوا۔ اس جنگ میں ابوجہل ملعون' دوسرے رؤسائے قریش اور ستر آدمی مارے گئے اور ستر آدمی قید ہوئے انہیں قیدیوں میں عباس بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابی طالب بھی تھے ابولہب بھاگ کر مکہ پہنچا اور وہاں عدسہ کی بیماری میں مبتلا ہوکر واصل جہنم ہوا۔ مسلمانوں میں سے انصار کے آٹھ مہاجرین میں سے پانچ آدمیوں نے شرف شہادت حاصل کیا اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی جن میں 77 مہاجرین اور دو سو چھتیس انصار تھے ان کے پاس ستر اونٹ دو

گھوڑے، چھ زرہ اور آٹھ تلواریں تھیں اب مشرکین کی تعداد سنئے نو سو پچاس مشرکین اور سو گھوڑے تھے۔ قابل بیان یہ ہے کہ منجملہ دیگر سامان غنیمت کے شمشیر ذوالفقار اسی غزوہ میں ہاتھ آئی تھی۔ حضور ﷺ نے یہ اپنی ذات خاص کے لئے مال غنیمت سے پسند فرمائی تھی اور اسی دن رومیوں کو فارسیوں پر فتح ہوکر مسلمانوں کی زیادتی خوشی کا باعث ہوا انہیں ایام میں رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں مدینہ منورہ میں وفات پاگئیں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان ان کے دفن میں مشغول تھے کہ اس فتح عظیم کی خوشخبری مدینہ منورہ پہنچی اور سرور عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سات دن قیام فرماکر غزوہ بنی سلیم کے لئے روانہ ہوگئے جب اس مقام پر پہنچے جس کو کدر کہتے ہیں تو یہاں تین روز قیام فرماکر بغیر جنگ و قتال کے واپس ہوئے اور اسی سال اسماء بنت مروان جو کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتی تھی اور مسلمانوں کی ہجو کرتی تھی، مار ڈالی گئی اور اسی سال پندرہ شوال کو ہفتہ کے دن غزوہ بنی قینقاع (یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے) روانہ ہوئے اور پندرہ دن تک محاصرہ کرکے عبداللہ بن ابی منافق کی سفارش پر قتل و غارت نہ کیا اور درگزر فرماکر انہیں جلاوطن کردیا۔ اسی سال آپ نے نماز عیدالضحیٰ ادا فرمائی اور اسی سال شاعر امیہ بن صلت کا انتقال ہوگیا۔ یہ جاہلیت میں بھی دینداری کا خیال رکھتا تھا۔ اور کتب متقدمہ کے پڑھنے اور نصاریٰ کے دین میں داخل ہونے کی وجہ سے بتوں کی عبادت سے متنفر تھا اور اپنی ذات میں ان فضائل کو محسوس کرکے اپنی نبوت اور رسالت کا گمان رکھتا تھا جب حضور ﷺ کے ظہور نبوت کی خبر سنی تو بوجہ کینہ و حسد ازلی کے منکر ہوگیا جب آنحضرت ﷺ نے اس کے شعر کو سنا جس میں علم و حکمت کے مضامین تھے تو اس کے متعلق فرمایا امن لسانہ وکفر قلبہ یعنی اس کی زبان مومن اور اس کا قلب کافر ہے۔ ایک

اور روایت میں امن شعرہ وکفر قلبہ آیا ہے۔ واللّٰہ الھادی وھوامضل ونعوذباللّٰہ من الضلال اور 3 ہجری میں پانچویں ذی الحجہ کو غزوہ سویق واقع ہوا۔ ابوسفیان نے غزوہ بدر کی شکست کے بعد قسم کھاکر اپنے اوپر روغن اور غسل جنابت کو حرام کرلیا تھا۔ اس نے عہد کیا تھا کہ جب تک محمد ﷺ سے مقتولین بدر کا بدلہ نہ لے لوں گا آرام سے نہ بیٹھوں گا۔ اس نے دو سو سواروں کے ہمراہ مکہ سے چل کر مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر آکر ایک انصاری کو جو اس اطراف میں رہتے تھے، شہید کرڈالا اور چند مکان جو ان کے قریب تھے ویران کرکے بھاگ گیا۔ حضور ﷺ بھی دو سو آدمیوں کے ہمراہ اس کے پیچھے روانہ ہوئے لیکن اس کی جماعت نہایت ہی خوف زدہ ہوکر ستو کی جھولیاں جسے وہ اپنے ہمراہ کھانے کے لئے لائی تھی راستہ میں پھینک کر بھاگ کھڑی ہوئی اسی لئے اس غزوہ کو غزوۂ سویق کہتے ہیں۔ پانچ دن کے بعد حضور ﷺ نے مدینہ منورہ واپس آکر بقیہ ذی الحجہ میں اقامت فرمائی۔ اس کے بعد غزوۂ نجد کے لئے روانہ ہوئے اور صفر کے مہینے تک وہاں اقامت فرمائی۔ یہاں سے بھی بغیر جنگ کے واپس ہوکر ربیع الاول کا اکثر حصہ مدینہ منورہ میں گزارا پھر قریش کی جستجو میں نجران کی سمت روانہ ہوئے ربیع الاخریٰ اور جمادی الاولیٰ میں وہاں اقامت فرمائی اور بغیر جنگ کے مدینہ منورہ کو واپس آئے۔ اس کے بعد شوال کے مہینے میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ذی قرد روانہ فرمایا۔ اور قریش کے قافلے کو جس میں ابوسفیان بھی تھا، شکست دیکر بہت سی چاندی غنیمت میں حاصل کی اور اسی سال محمد بن مسلمہ کو دوسرے چار آدمیوں کے ساتھ اور کعب ابن اشرف کو جو اکثر مسلمانوں کی ہجو کرتا رہتا تھا اور غزوۂ بدر کے مقتولین پر رو رو کر مشرکوں کو مسلمانوں کے قتل کی ترغیب دیتا تھا، قتل کیا گیا اور اسی سال عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ سے نکاح کیا اور سید الانبیاء ﷺ نے حضرت حفصہ بنت عمر بن

خطاب رضی اللہ عنہا سے ماہ شعبان میں نکاح فرمایا۔ اس سے پہلے حضرت حفصہ جیش ابن حدیبیہ بدری کے نکاح میں تھیں جن کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔ رمضان میں زینب بنت خزیمہ کے ساتھ نکاح فرمایا چونکہ مسکینوں کو کثرت سے کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لئے ان کو ام المساکین کہتے ہیں یہ اٹھارہ دن کے بعد دوسری روایت میں ہے کہ دو ماہ بعد اور ایک تیسری روایت کے مطابق تین ماہ کے بعد وفات پاگئیں اور اسی سال امام المومنین حسن ابن علی بن ابی طالب پندرہ ماہ رمضان کو پیدا ہوئے۔ امام شہید حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہجرت کے چوتھے سال میں ہوئی۔ شعبان کی چار یا پانچ تاریخ تھی۔ اسی سال چار شوال کو غزوۂ احد واقع ہوا۔ اس میں آپ کے دندان مبارک اور ہونٹ مبارک زخمی ہوئے اور سیدالشہداء حمزہ بن عبدالمطلب دوسرے ستر صحابیوں' مہاجرین اورانصار کے ساتھ شرف شہادت کو پہنچے۔ مشرکین کے بائیس آدمی مارے گئے۔ مشرکین کا سردار ابوسفیان تھا۔ غزوہ احد کے بعد غزوہ حمراء الاسد ہوا جو مدینہ کے قریب ایک مقام ہے۔ جب آپ غزوہ احد سے واپس ہوئے اس کی صبح سولہ شوال کو اسی حالت میں اور انہیں آدمیوں کے ہمراہ جو جنگ احد سے واپس آئے تھے دشمنان دین کے پیچھے روانہ ہوئے تاکہ کفار یہ نہ سمجھیں کہ مردان دین کمزور پڑ گئے ہیں۔ آٹھ میل تک پیچھا کرکے اور وہاں تین دن قیام کرکے واپس ہوئے اور اسی سال حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئیں۔ ولادت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پچاس روز بعد حسین ابن علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے بطن شریف میں قرار پکڑا تھا۔ چوتھی ہجری میں سریہ بیر معونہ ہوا۔ انصار کے ستر جوان جن کو قراء کہتے ہیں اس مقام پر شہید ہوئے اور ان قبائل عرب پر جنہوں نے ان کو شہید کیا تھا سیدالمرسلین ﷺ نے چالیس دن تک قنوت فجر میں بددعا فرمائی۔ اسی سال سریہ رجیع ہوا۔ اس میں مشرکوں کی ایک جماعت نے آکر

اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ سے درخواست کی کہ صحابہ کی ایک جماعت بغرض تعلیم احکام دین ان کے ہمراہ کردی جائے۔ حضور ﷺ نے ان کی یہ درخواست قبول فرما لی اور صحابہ کی ایک جماعت ان کے ہمراہ کردی جب یہ لوگ رجیع نامی جگہ پر پہنچے تو مرتد ہوگئے اور قبیلہ بنی ہذیل کو آواز دی اور ان کے ساتھ ملکر ان اصحاب میں سے بعض کو تو شہید کرڈالا اور بعض کو قید کرکے کفار مکہ کے ہاتھ فروخت کردیا تاکہ اہل مکہ مقتولین بدر کے انتقام میں ان کو بھی قتل کردیں۔ ان شہدائے رجیع میں عاصم بن ثابت بھی تھے انہوں نے حق سبحان تعالیٰ کی درگاہ میں شہادت سے پہلے کفار کے ہاتھوں سے اپنے جسم کی حفاظت چاہی تھی ان کی دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اور حق تعالیٰ شانہ نے شہد کی مکھیوں کو اس خدمت کے لئے مقرر کردیا انہوں نے عاصم بن ثابت کے جسم کا احاطہ کرلیا جس سے کسی شخص کو مجال نہ ہوسکی کہ ان کے نزدیک آتا جب رات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے پانی کا سیلاب بھیج دیا۔ پانی ان کے جسم کو اس مقام سے بہاکر لے گیا۔

اسی سال ربیع الاول کے ماہ میں غزوہ بنی النضیر واقع ہوا۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا یہاں کے لوگوں کو چھ دن تک محصور رکھا گیا۔ آخرکار جب یہ لوگ شام اور ضمیر کی جانب جلاوطنی پر راضی ہوگئے تو انہیں جانے کی اجازت مل گئی۔ اسی سال ذی قعدہ کی چاند رات کو بدر صغریٰ ہوا۔ ابوسفیان جب جنگ احد سے واپس ہوا تھا تو اس نے آواز دیکر کہا تھا کہ ہمارے تمہارے درمیان میں یہ وعدہ ہے کہ آئندہ سال کے شروع سے بدر میں جمع ہوکر لڑیں گے لیکن جب وعدے کا وقت قریب آپہنچا تو ابوسفیان ڈرا۔ اس نے نعیم بن مسعود کو سونے کے تین ٹکڑے دے کر کہا کہ جناب محمد ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو لڑائی کے نتائج سے خوفزدہ کرے۔ سیدالمرسلین ﷺ ایک ہزار پانچ سو اصحاب اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہوئے اور صحیح سالم مدینہ منورہ واپس

ہوئے۔ آیہ کریمہ اذ قال لھم الناس ان الناس قدجمعوالکم فاخشوھم الا یتہ۔ (جبکہ کہا لوگوں نے اصحاب محمد ﷺ سے کہ بہت سے لوگ جمع ہوئے ہیں تم سے لڑنے کے لئے پس تم ان سے ڈرو) کا شان نزول یہی واقعہ تھا۔

اسی سال زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت رسالت ماب ﷺ کے حکم سے یہودیوں کی خط و کتابت کو سیکھا تاکہ ان کے خفیہ امور کی حفاظت کی جاسکے اور اسی سال کے ذیقعدہ میں یہودی اور یہودیہ کے رجم کا مقدمہ ہوا اور اسی سال بنی النضیر کے حصار کے قضیہ میں شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ شراب کی تحریم ہجرت کے تیسرے سال میں ہوئی ہے لیکن بالتحقیق بات یہ ہے کہ شراب کی حرمت چند مرتبہ پہلے بھی نازل ہوئی تھی لیکن بقول صحیح آخری بار اسی سال اتری۔ ایک اور قول میں ہجرت کے چھٹے سال کا ذکر ہے اس درمیان غزوہ حدیبیہ ہوا۔ شراب کی تحریم کا اعلان بذریعہ آیہ کریمہ۔ یاایھاالذین امنو انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ۔ ترجمہ:۔ (اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر نجس اور عمل شیطانی ہیں، پس بچتے رہو اس سے) ہوا اور شراب کی قطعی حرمت ہو گئی اور اسی سال شوال کے مہینے میں حضور ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اور ان کے پہلے شوہر ابوسلمہ، ام المومنین زینب بنت خزیمہ اور فاطمہ بنت اسد ام علی بن ابی طالب نے اسی سال وفات پائی۔

سنہ پانچ: ربیع الاول کے مہینے میں جنگ کے بغیر غزوہ دومتہ الجندل واقع ہوا۔ محرم کے مہینے میں غزوہ ذات رقاع ہوا اسی غزوہ میں صلوۃ خوف مشروع ہوئی۔ غزوہ کا نام، ذات رقاع رکھنے کے متعلق بہت سے قول ہیں لیکن صحیح قول یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ابی موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے برہنہ پا ہونے کی وجہ سے کپڑے کے ٹکڑے پیروں میں

لپیٹ لئے تھے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں ذات رقاع ایک درخت یا کسی مقام کا نام ہے۔ اس مقام کی بعض جگہ سیاہ تھی اور بعض سفید۔

اسی سال شعبان کی دوسری تاریخ کو غزوہ مریسیع ہوا۔ مریسیع بنی خزاعہ کے ایک تالاب کا نام تھا۔ اس غزوہ کو غزوہ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں جویریہ بنت الحارث جن کا اصلی نام برہ ہے۔ اسی غزوہ کے قیدیوں میں آئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو آزاد شرف زوجیت بخشا۔ اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کا قصہ پیش آیا اور زینب بنت جحش سے آپ نے نکاح فرمایا۔ حضور کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور اس سے پہلے یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں۔ ایک روایت کے مطابق آیت تیمم کا نزول بھی اسی سال ہوا۔ اس سال کے ذیقعدہ میں غزوۂ خندق واقع ہوا جس کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔ اسی غزوہ میں سید ابرار ﷺ نے حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی کمر سے شمشیر ذوالفقار باندھی تھی اور نعیم بن مسعود نے حضور ﷺ کے پاس آکر اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا تھا اور پھر حضور ﷺ کے حکم سے قبائل یہود اور کفاران قریش کے درمیان ایک بہترین تدبیر سے پھوٹ ڈلوا دی تھی۔ کفار قریش کا سردار ابوسفیان تھا اس پھوٹ سے دونوں ذلیل ہوگئے تھے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کے چھ اور مشرکین میں سے تین مقتول ہوئے تھے اور کفار پر ہوا کا لشکر غالب کردیا گیا تھا پھر اس کے بعد کبھی کفاران قریش نے مدینہ منورہ کا رخ بھی نہ کیا۔ اس غزوہ کی واپسی پر اس وقت جبریل امین نے آکر غزوہ بنو قریظہ کے لئے برا گیختہ کیا۔ پچیس دن تک بنو قریظہ کو محاصرہ میں رکھا گیا اور سعد بن معاذ کے فیصلہ رضامندی کے بعد سب کو قتل کردیا گیا۔ انہی میں "حی بن اخطب یہودی بھی مقتول ہوا۔ ابولبابہ کا معاملہ اور اس کا اپنے آپ کو مسجد سے باندھ دینا' چاند گرہن ہونا اور صلوت خوف کا شروع ہونا اسی سال شروع ہوا اور اسی سال حضور ﷺ

گھوڑے پر سے گرے جس سے آپ کی ران مبارک پر خراش آگئی۔ آپ پانچ دن تک گھر کے اندر ہی تشریف فرما رہے اور بیٹھ کر نماز ادا فرماتے رہے۔ اور اسی سال میں بقول اصح اور بقول جمہور کے چھٹے سال اور بقول علماء کی ایک اور جماعت کے نویں سال فریضہ حج نازل ہوا۔

سنہ چھ ہجری: اس سال غزوہ بنی لحیان واقع ہوا۔ حضور ﷺ دو سو سواروں کو لیکر اصحاب رجیع کی جستجو میں روانہ ہوئے ان اصحاب کو کہ بیر معونہ پر قراء کو شہید کیا تھا آپ نے عنفان وادی کے قریب نزول فرمایا۔ بنو لحیان بھاگ کر پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ اسی غزوہ میں آپ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور رونے لگے آپ کے رونے سے اصحاب بھی روئے جیساکہ مشہور ہے اور اسی سال میں غزوہ غابہ ہوا جس میں قبیلہ غطفان کے لوگوں نے حضور ﷺ کی اونٹنیوں کو چھڑا لیا۔ اسی سال نماز استسقا کا واقعہ ہوا اور حضور ﷺ کے دعا فرمانے سے سات دن تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ اسی سال شوال میں واقعہ عرنیئن ہوا اور اسی سال میں غزوۂ حدیبیہ ہوا۔ ایک روایت کے مطابق غزوہ بنی المصطلق' جویریہ بنت الحارث کا حاصل ہونا' واقعہ افک کا پیش آنا بھی ہوا۔ نیز مہر کا تیار کرنا' یہ سارے اس سال کے واقعات ہیں اور اسی سال دنیا بھر کے بادشاہوں کے پاس قاصد روانہ کئے گئے۔ جواب میں اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے آپ کی خدمت میں ہدیے روانہ کئے۔ اس ہدیے میں ماریہ قبطیہ' ان کی بہن سیرین' ۔عفور گدھا اور خچر دلدل شامل تھے۔ حضور ﷺ نے ماریہ قبطیہ کو اپنے لئے پسند فرمایا اور سیرین کو حسان بن وہب کو بخش دیا ۔عفور گدھا حجتہ الوداع کی واپسی میں مرگیا اور دلدل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک باقی رہا۔ اسی سال سورج گرہن پڑا۔ نماز کسوف شروع ہوئی اور خولہ بنت اپنے خاوند کے ظہار کرنے کی شکایت کی۔ سورنہ قد سمع اللہ قول اللتی تجادلک فی زوجھا۔ نازل ہوئی اور اسی سال میں

ام رمان یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے وفات پائی اور ابو ہریرہ نے اسلام قبول کیا۔ یہ قبیلہ اوس کے ہمراہ مدینہ منورہ آئے تھے اس وقت حضور ﷺ خیبر میں رونق افروز تھے۔ ابو ہریرہ بھی وہیں تشریف لے گئے اور غزوہ خیبر میں حاضر رہے۔ یہ اس سال کے آخر کا واقعہ ہے۔

سنہ سات ہجری: غزوۂ خیبر ہوا۔ امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک سے جب سپر گر پڑی تو آپ نے خیبر کے دروازے کو اکھیڑ کر سپر بنائی اور جب تک کہ یہ فتح نہ ہوگیا اپنے ہاتھ ہی مین اس کو رکھا۔ یہ اتنا وزنی دروازہ تھا جس کو سات آدمی پوری طاقت اور ایک دوسرے قول کے مطابق چالیس آدمی بھی اتنی قوت نہ رکھتے تھے کہ اس کو حرکت دے سکتے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی طرف سے گیارہ آدمی شہید ہوئے اور یہودیوں کے 93 جہنم واصل ہوئے اور صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حی جو امہات المومنین میں شامل ہیں (یہ ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں) اسی غزوہ کے قیدیوں میں ہاتھ آئی تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کو آزاد کرکے اپنے نکاح کا شرف بخشا تھا۔ حضور ﷺ کے کھانے میں زہر ملا دینے کا واقعہ جو ایک یہودیہ کے ہاتھ میں ہوا تھا اور آفتاب کے غروب ہوجانے کے بعد دوبارہ پھر طلوع ہوجانا امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصر کی نماز فوت ہوگئی تھی اس لئے کہ سرورانبیاء ﷺ اپنے سرمبارک کو وحی کی حالت میں ان کی گود میں رکھے ہوئے تھے۔ یہ بھی غزوہ خیبر ہی کا واقعہ ہے اور اس غزوہ میں پالتو گدھا اور صاحب دانت کا کھانا' مال غنیمت کو قبل از تقسیم بیچنا اور باندیوں سے وطی کرنا استبرا سے پہلے منع فرما دیا۔ اسی غزوہ میں متعہ کا نکاح حرام ہوا جو ابتدائے اسلام سے اس وقت تک حلال تھا اور دوسری مرتبہ اوطاس کے دن بعد فتح مکہ پھر حلال کردیا اور تین دن کے بعد بحرمت قطعی ابدی باتفاق جمیع علماء پھر حرام ہوگیا اور اس مسئلہ میں سوائے روافض کے

کوئی مخالف نہیں ہے اسی سال واقعہ لیتہ التعریس اور خیبر کی واپسی میں حضور ﷺ نیز آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم کی نماز کا قضا ہوجانے اور پھر نماز کو مع اذان و جماعت کے ادا کرنے کا واقعہ پیش آیا۔ اسی سال ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا ملک حبش میں انتقال ہوگیا۔ یہ اپنے شوہر کے ہمراہ ملک حبش گئی ہوئی تھیں جب ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے حضور ﷺ سے ان کا نکاح کردیا اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نکاح چھ ہجری میں ہوا تھا اسی سال حضور ﷺ نے دو ہزار ایک سو سواروں کے ہمراہ عمرہ قضا ادا کیا اور واپسی کے وقت میمونہ بنت الحارث سے بمقام سرف نکاح فرمایا۔ سرف مکہ مکرمہ کے قریب ہے اور اسی مقام پر آپ نے خلوت فرمائی۔ میمونہ بنت الحارث کی وفات ہجرت کے 63 برس بعد اسی مقام پر ہوئی اور اب تک آپ کی قبر شریف اس مقام پر موجود ہے۔ (رضی اللہ عنہا) آپ بحیثیت نکاح سب سے آخری بیویوں میں ہیں اور ایک قول سے وفات میں بھی آخری ہیں لیکن ایک روایت یہ بھی ہے کہ وفات میں سب سے آخری حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں واللہ اعلم۔

سنہ آٹھ ہجری: میں صفر کے مہینے میں عمرو بن العاص و خالد بن الولید اور عثمان بن ابی طلحہ ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ بعض کے نزدیک ان حضرات نے سنہ سات ہجری کے آخر میں اسلام قبول کیا تھا۔ (اسی سال ذی الحجہ میں ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ اسی سال مسجد نبوی میں منبر قائم کیا گیا اور ایک دوسری روایت کے مطابق قیام منبر ساتویں سال میں ہوا اوراسی سال سریہ موتہ ہوا اور حارث بن عمیر کو بصرہ کے بادشاہ کے بعد مع خط کے روانہ فرمایا۔ حارث بن عمیر کو شرجیل بن عمرو غسانی نے شہید کردیا اس سال حضور ﷺ نے زید بن حارث کو تین ہزار سواروں کے ہمراہ شرح بیل پر روانہ کیا۔ شرح

نیل نے ایک لاکھ سے زائد آدمی جمع کر لئے تھے۔ اس لئے جنگ نے بہت سختی اختیار کی۔ جھنڈا زید کے ہاتھ میں تھا جب زید شہید ہو کر گر پڑے تو جھنڈا جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا جب یہ بھی شہید ہو گئے تو جھنڈے کو عبداللہ ابن رواحہ نے سنبھال لیا۔ اس ترتیب کا حضور سرور عالم ﷺ نے اشارتاً پہلے سے حکم فرمایا تھا۔ آخرکار اس لڑائی کی فتح خالد بن ولید کے ہاتھ پر ہوئی اور ان کو اس غزوہ میں سیف اللہ کا خطاب ملا اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو طیار کا لقب حاصل ہوا اسی سال سریہ خبطہ واقع ہوا۔ عبیدہ بن جراح قریش کے ایک قافلہ کی جستجو میں گئے ہوئے تھے کہ سامان خوراک ختم ہو گیا۔ ایک جانور جس کا نام غبر تھا اور یہ نہایت بڑے جسم والا تھا (جیسا کہ کتب تاریخ میں مذکور ہے) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے اس کو دریا سے باہر نکال دیا۔ نصف مہینے تک اور ایک قول کے مطابق تقریباً ایک ماہ تک یہی جانور ان لوگوں کی غذا رہا۔ اسی سال مکہ فتح ہوا۔ حضور ﷺ دس رمضان المبارک کو دس ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بمقام جحفہ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے عیال کے ساتھ حضور ﷺ سے ملاقات فرمائی۔ عباس بن عبدالمطلب اس سے پہلے حضور ﷺ کے حکم سے مکہ میں حاجیوں کو پانی پلانے کا کام انجام دیتے تھے۔ اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ ان کی بیوی ہندہ اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ نے اسلام قبول کیا حالانکہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل کے قتل کا حکم صادر فرما دیا تھا لیکن عکرمہ کی بیوی حکیمہ بنت حارث نے اسلام قبول کر لیا اور اپنے شوہر عکرمہ کو ساتھ لیکر امن طلب کرنے دربار رسالت پہنچ گئیں وہاں عکرمہ بھی ایمان لے آئے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اجنادین کے دن شہید کئے گئے۔

جب حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ابو قحافہ کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ حضور ﷺ نے ان کو بٹھا لیا اور اپنے دست مبارک کو ان کے سینہ پر پھیرا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ فوراً ایمان لے آئے جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد ابو قحافہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے تھے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم نے بوڑھے آدمی کو کیوں تکلیف دی۔ میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔ مکہ بیس رمضان کو فتح ہوا اس کے بعد حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ میں پندرہ دن اقامت فرمائی۔ اس دوران یہیں سے مکہ کے اطراف میں فوج و لشکر روانہ فرماتے رہے اور ہر جانب سے فتح کی خوشخبری آتی رہی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزیٰ کے توڑنے پر۔ عمرو بن العاص کو سواع کے اور سعد ابن فیروز کو منات کے توڑنے پر مقرر فرمایا (یہ تینوں بڑے بتوں کے نام ہیں۔) اس طرح خانہ کعبہ سے شرک کی بنیاد ختم کردی۔ اس کے بعد دس شوال کو بارہ ہزار کے ہمراہ جو اہل مدینہ اور شرفاء مکہ تھے حنین کی جانب روانہ ہوئے جب صحابہ کی نظر اپنی شوکت و کثرت پر پڑی تو آپس میں فخریہ کہنے لگے کہ اب تو ہم ہرگز مغلوب نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی اور غیرت خداوندی نے ان حضرات پر قضائے امتحان ایک قسم کی شکست ڈال دی۔ وہ دیہاتی عرب کہ جن کے دلوں میں ابھی تک اچھے طریقے سے ایمان نے گھر نہیں کیا تھا آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ شکست دریا کے کنارے تک نہ پہنچے گی۔ دوسروں نے کہا کہ جادو کی ملمع سازیاں آخرکار باطل ثابت ہوں گی۔ اس وقت حضور ﷺ نے اپنے پروردگار سے مدد طلب کرکے چند کنکریاں اٹھا کر کفار کی جانب پھینک دیں کنکریوں کا پھینکنا تھا کہ کفار کے تمام لشکر شکست کھا گئے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کے لشکر میں سے صرف چار آدمی شہید ہوئے اور مخالفین کے ستر آدمی واصل جہنم ہوئے۔ اس کے بعد ابو عامر کو ایک لشکر کے

ہمراہ اوطاس بھیجا گیا وہاں سے بہت سا مال غنیمت ہاتھ میں آیا۔ چھ ہزار آدمی تو قید کرلئے گئے اور چوبیس ہزار اونٹ' چالیس ہزار سے کچھ زائد بھیڑ بکریاں' چار ہزار اوقیہ چاندی اور ان قیدیوں کے درمیان میں شیماء بنت الحارث جو حضور ﷺ کی رضاعی بہن تھیں' وہ بھی قید ہو کر آئی تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کا احترام کیا اور انہیں ان کے اہل و عیال کی طرف واپس بھیج دیا۔ اس کے بعد طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں کو اٹھارہ دن تک محاصرہ میں رکھا اس کے بعد فرمایا کہ اعلان کردو کہ جو شخص باہر آجائے گا' آزاد ہے۔ اس اعلان کو سن کر دس آدمیوں سے زائد باہر نکل آئے۔ ابوبکرہ بھی ان کے درمیان تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو قلعہ سے کنوئیں کے ذریعہ چرخی سے سے نیچے اتارا تھا۔ صحابہ میں سے بارہ آدمی طائف میں شہید ہوئے اور یہاں سے کامل فتح اور جنگ ختم کئے بغیر واپس ہوئے اور جعرانہ سے احرام باندھ کر چھ ذیقعدہ کو عمرہ ادا فرمایا پھر اسی جگہ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا گیا۔ ہوازن سے ایک وفد آیا اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔ ان کے قیدی اور مال واپس دے دیئے گئے اس کے بعد مالک بن عوف جو ہوازم کا سردار تھا آکر مسلمان ہوا۔ آپ نے سو اونٹ اس کو انعام میں دیئے اور اس کے اہل و عیال بھی واپس کردیئے۔ مزید اس پر اس کو طائف کا عامل مقرر کردیا۔ اسی مقام پر سخت دل اہل عرب غنیمت کی تقسیم اور اس کی طلب میں حضور ﷺ کے ساتھ گستاخانہ پیش آئے۔ چنانچہ حضور ﷺ کو ایک درخت کے نیچے بٹھا کر آپ کی چادر شانہ مبارک سے اتار کر لے گئے اور بعض جوانان انصار بھی غنیمت کے معاملے میں چہ میگوئیاں کرنے لگے اور حضور ﷺ نے جوانان انصار کو دنیا کی ذلت بتاتے ہوئے آخرت کے ثواب اور اپنی مخصوص عنایت کی بشارت فرما کر درجہ خصوصیت میں ممتاز فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سامان دینا حقیر ہے چونکہ یہ لوگ میری قوم کے ہیں اور ضعیف الایمان بھی ہیں۔ ان کے مال و

اسباب غارت ہوگئے ہیں۔ ان کی ملکیت اور ان کے شہر قبضہ سے جاتے رہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس مال غنیمت کے ساتھ ان کو خاص کردوں اور ان کے مال بھی انہیں کو واپس دے دوں تاکہ یہ ان کے ایمان کے زوال کا سبب نہ بنے۔ اس کے بعد عتاب ابن اسید اور معاذ رضی اللہ عنہ کو مکہ میں خلیفہ بناکر مدینہ منورہ کو واپس ہوئے اور اسی سال کعب بن زہیر نے قصیدہ بانت سعاد لکھ کر حضور ﷺ کے حضور میں پیش کیا اور قتل سے محفوظ ہوئے۔ اسی سال حضور ﷺ نے سودہ رضی اللہ عنہا کے طلاق کا ارادہ فرمایا۔ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ کو بخش دی اور ازواج مطہرات کے سلسلے سے منسلک رہیں اور اسی سال زینب رضی اللہ عنہا نے جو حضور ﷺ کی بڑی صاحبزادی اورابی العاص کی بیوی تھیں' وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہا)

سنہ نو ہجری: عینیہ بن حصین کو مع پچاس سواروں کے روانہ فرمایا۔ عینیہ دشمنان دین کے تقریباً پچاس آدمیوں کو گرفتار کر لائے۔ اقرع بن جابس اور ایک جماعت نے جوان کی سفارشی تھی۔ حضور ﷺ کو دروازے کے باہر سے آواز دی اور آیتہ ان الذین ینادونک من ورالحجرات نازل ہوئی۔ ترجمہ:۔ (بے شک جو لوگ آپ کو آواز دیتے ہیں مکان کے باہر سے) آخر تک۔ ولید بن عقبہ کو صدقات کے وصول کرنے کے لئے قبیلہ خذاعہ کی طرف بھیجا جب خذاعہ کے لوگ پیشوائی کے لئے آئے تو ولید بن عقبہ نے خیال کیا کہ شاید خذاعہ کے لوگ جنگ کے لئے نکلے ہیں چنانچہ مدینہ منورہ واپس ہوکر ان کی شکایت حضور ﷺ سے کی۔ اور آیہ کریمہ ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا ترجمہ:۔ (اگر آپ کے پاس کوئی فاسق خبرلائے تو اس کو تحقیق کیجئے) نازل ہوئی اور اسی سال حضور ﷺ ایک ماہ کے لئے اپنی بیویوں سے علیحدہ ہوگئے تھے۔ اسی سال میں غزوہ تبوک کے لئے نکلے اور امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اہل و عیال پر خلیفہ بنایا جب انہوں نے حضور

ﷺ کی جدائی اور منافقین کے طعنہ دینے کے سبب مدینہ کے قیام میں تنگی ظاہر فرمائی تو بذریعہ احادیث انت منی بمنزلته هارون من موسی ترجمہ۔ (تم میرے نزدیک بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ علیہ السلام سے) کے تسلی و تشفی دے کر اس منقبت عظمیٰ کے ساتھ ممتاز کیا۔ اسی غزوہ تبوک میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نصف مال لاکر حاضر کردیا تھا۔ عثمان ذوالنورین کا جیش عسرہ کو اور پیچھے رہ جانا ان تین صحابیوں کا جس کی آیہ کریمہ وعلی الثلثته الذین خلفوا (اور ان تین آدمیوں کو جو پیچھے رہ گئے ہیں) نے خبر دی ہے اسی غزوہ تبوک میں تھا۔ حضور ﷺ نے دو مہینے وہاں پر قیام فرمایا اور بغیر لڑائی کے واپس آگئے اور وہیں پر صاحب ایلہ' اہل حربی اور ازرج آئے اور جزیہ قبول کیا اور یہیں سے آپ نے خالد کو مع چار سو سواروں کے اکیدر پر جو ذومتہ الجندل کا بادشاہ تھا' روانہ فرمایا اس کو قید کرلیا اور اس کے بھائی کو قتل کر دیا پھر اس کو بھی جزیہ کی شرط پر رہا کردیا اور سفر کی واپسی میں مسجد ضرار پر گزر ہوا۔ یہ مسجد منافقوں نے بوجہ حسد اہل قبا کے بنائی تھی تاکہ اس مسجد کی جماعت کم ہوجائے۔ آپ نے اس مسجد کو وحی الٰہی کی وجہ سے خراب کرکے جلا دیا۔ قرآن مجید اس واقعہ کی خبر دیتا ہے۔ والذین اتخذوا مسجداً ضراراً الایته ترجمہ:۔ (جن لوگوں نے کہ مسجد ضرار تیار کی ہے) رمضان کے مہینے میں مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت ثقیف کا وفد آکر مسلمان ہوا اور آپ نے ان پر یہ شرط عائد کی کہ وہ جب تک لات و طافیہ کو گرا نہ دیں گے اور توڑیں نہ گے اور نماز نہ ادا کریں گے مسلمان کامل نہ سمجھے جائیں گے ان شرائط کو پورا کرنے کے بعد حلقہ اسلام میں داخل ہوکر رسم اطاعت بجا لائیں۔ اس شرط فاسد کو ان سے رد کرکے واپس لیا اور آیہ کریمہ ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیهیم الایته ترجمہ:۔ (اور اگر ہم نہ ثابت رکھتے آپ کو۔ البتہ قریب تھا کہ آپ ان کی طرف مائل

ہوجائیں) (الا آخرہ) کا شان نزول یہی واقعہ ہے۔ عثمان بن ابی العاص کو ان کے اوپر امیر بنایا۔ ان کے پیچھے ابو سفیان بن حرب اور مغیرہ کو اس کے گرانے اور اس بت کے توڑنے کے لئے جو طائف میں تھا روانہ فرمایا۔ اسی سال حمیری بادشاہوں کے خط اور قاصد دربار رسول میں آئے۔ ساتھ ہی ساتھ ان کے اسلام کی بھی خبر لائے اور اسی سال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کے لئے بھیجا۔ ان کے پیچھے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ فرما دیا تاکہ سورۂ برات پڑھ کر سنا دیں اور مشرکین کے عہد کو توڑ دیں اور لوگوں کو برہنہ طواف کرنے سے منع کردیں کسی مشرک کو حج نہ کرنے دیں اور خبر دیدیں کہ جنت میں سوائے مومن کے کوئی نہ داخل ہوگا اور اسی سال غامدیہ زانیہ کو رجم فرمایا اور عویمر بن الحارث نے اپنی عورت کے ساتھ لعان کیا اور اسی سال رجب کے مہینے میں نجاشی نے حبشہ میں وفات پائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ شافعیہ اسی سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے اور نجاشی کا جنازہ آپ پر ظاہر کردیا گیا تھا اس لئے حقیقت میں آپ نے نماز حاضر میت پر ادا فرمائی نہ کہ غائب پر۔

اور اسی سال ام کلثوم (عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیوی) نے وفات پائی اور اسی سال کے ماہ ذیقعدہ میں عبداللہ بن ابی منافق جہنم روانہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعدہ کے مطابق جو اس سے آپ فرما چکے تھے اپنا کرتہ اس پر ڈال دیا۔ آپ کا خیال تھا کہ ہمارے ایسا کرنے سے شاید اس کی قوم پر اچھا اثر پڑے اور وہ مسلمان ہو جائیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کے مطابق ہی اثر ظاہر ہوا اور جب اس کی قوم نے یہ دیکھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیض اس پر ڈال دیا ہے تو ایک ہزار آدمی ایمان لے آئے اور اسی سال عرب کے وفود ہر چار جانب سے آنا شروع ہو گئے اسی لئے اس سال کا نام عام وفود

ہے۔ تمام عرب مہم اسلام کو مکہ مکرمہ کی فتح پر موقوف رکھے ہوئے تھے۔ جب ان لوگوں نے یہ دیکھا کہ پیشوائے عرب یعنی قریش نے بھی اطاعت قبول کرلی ہے اور اسلام لے آئے ہیں تو سب نے یقین کر لیا کہ اب کسی میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں رہ گئی ہے اور محمد ﷺ ہی کا دین بھی سچا ہے اور بت پرستی باطل ہے۔ جاء الحق وذهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ ترجمہ:۔ (حق آیا اور باطل بھاگا۔ باطل تو بھاگنے ہی والا ہے) جماعتوں پر جماعتیں ہر جانب سے آتیں اور اپنی گردنوں میں حلقہ اسلام ڈال لیتیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اذا جاء نصر اللّٰه والفتح ورايت الناس يدخلون فی دين اللّٰه افواجا۔ ترجمہ:۔ (جس وقت اللہ کی مدد اور فتح آئے گی تو آپ دیکھیں گے کہ جماعتوں کی جماعتیں اللہ کے دین میں داخل ہوں گی) سنہ دس ہجری: ربیع الاخر کے مہینے میں قبیلہ بنی حارث پر نکلے اور ان کو مشرف باسلام کیا اور اسی سال سلامان، غسان، عامر وازد اور زبید کے وفود حاضر ہوئے۔ انہیں کے درمیان میں عمرو بن معد یکرب بھی تھے جو اسلام لائے اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے۔ اس کے بعد پھر اسلام لائے اور اسی سال وفد عبدالقیس واشعث و وفد بنی حنیفہ آئے انھیں میں مسیلمہ کذاب بھی تھا جس نے مرتد ہو کر نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ محمد ﷺ نے مجھے اپنا شریک بنایا ہے اور اسی سال میں نجران کے انصاریوں سے مباہلہ ہوا اور اسی سال وفد بجیلہ آیا۔ جریر بن عبداللہ بجلی نے اپنی ہم قوم ایک سو پچاس آدمیوں کے ہمراہ اسلام قبول کیا آپ نے۔ اس کو ذی الخلصہ کی جانب روانہ فرمایا تاکہ وہاں جو بت ہے اس کو ختم کر دے۔ اسی سال میں جام کا مقدمہ ہوا جس کو تمیم داری اور عدی نصرانی نے چرایا تھا اور آپ نے اسی سال علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔ واقعہ حجتہ الوداع بھی اسی سال کا ہے۔ حضور ﷺ نے ہجرت کے بعد اس کے علاوہ کوئی حج ادا نہیں فرمایا تھا۔

اعلانِ نبوت سے پہلے اور اس کے بعد آپ نے بہت سے حج کیے تھے۔ علماء کو ان عدد کی اطلاع نہیں ہے اسی وجہ سے ان کی تعداد کو احاطہ ضبط میں نہ لایا جا سکا۔ لیکن ہجرت کے بعد عمرے بالاتفاق چار کیے ہیں اور اسی سال حجتہ الوداع کے دن آیہ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم۔ آخر تک نازل ہوئی۔ حج کی واپسی میں غدیر خم کی منزل پر امیرالمومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو خصوصیت سے من کنت مولاہ الحدیث۔ (جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں) سے مخصوص کیا۔ اور اسی سال ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور اسی سال ضمام بن ثعلبہ نے آکر حضور ﷺ سے احکام دین دریافت کیے اور پھر اپنی قوم میں واپس جا کر ان کو مشرف بہ اسلام کیا اور اسی سال حاتم طائی کے قبیلہ بنی طئی کو قید کر کے لائے۔ ان قیدیوں میں حاتم طائی کی لڑکی بھی تھی۔ اس کا بھائی بہن کو چھوڑ کر ملک شام کو بھاگ گیا۔ حضور ﷺ نے حاتم طاری کی لڑکی کو رہا کر کے خلعت بخشی اور وہ اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس واپس بھیج دی گئی اور پھر دونوں نے واپس آکر اسلام قبول کر لیا۔ ایک دوسرے قول کے مطابق حاتم کی اولاد کا واقعہ نو ہجری کا ہے اور اسی سال خالد بنی حارث پر جو نجران میں تھے بھیجا گیا وہ سب کے سب اسلام لے آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپ کی نظر مبارک ان کے وفد پر پڑی تو فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں گویا ہندوستانی معلوم ہوتے ہیں۔ اسی سال باذان جو والی یمن تھا انتقال کر گیا اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن و حضرموت کی طرف بھیجا ان کی سواری کے ہمراہ پاپیادہ چل کر۔ آپ نے انھیں شرف رخصتی سے مشرف فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اے معاذ! شاید ہم کو اس سال کے بعد تم نہ پاؤ اور یہی ہماری تمہاری آخری ملاقات ہو یہ سن کر معاذ رو پڑے پھر حضور ﷺ نے ان کو رخصت کیا اور اسی سال جزیر بن عبداللہ کو ذی الکلاغ بن ناکور پر روانہ فرمایا وہ اور اس کے امراء مسلمان ہو گئے اور اسی سال فروہ بن عمر الجذامی جو

شاہ روم کی طرف سے ان حدود عرب پر جو روم سے متصل ہیں گورنر تھا مسلمان ہوگیا۔ روم کے بادشاہ نے اس کو گرفتار کرلیا اور اس کے مرتد ہونے کا باعث ہوا۔ فروہ نے کہا تو خوب جانتا ہے کہ یہ وہی رسول ہیں جن کے ظہور کی بشارت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام نے دی ہے۔ لیکن تو اپنی سلطنت کے زوال سے ڈرتا ہے اور اسلام کی سعادت سے مشرف نہیں ہوتا۔ شاہ روم نے فروہ کو قید کرکے مار ڈالا۔

؎ یہ حدیث ضعیف ہے جس کی تشریح کتاب جامع البیان میں موجود ہے۔ (مترجم)

گیارھویں سنہ ہجری: سید المرسلین ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل بقیع کے لئے استغفار کی اور فرمایا کہ اے اہل بقیع تمہارا وقت بہت ہی اچھا تھا کہ اس دنیا سے گزر گئے فتنے ظاہر ہو رہے ہیں جو اندھیری رات سے بھی زیادہ تاریک ہیں۔

اسی سال سوموار کے دن چھبیس صفر کو اسامہ بن زید ایک بڑے لشکر کے ہمراہ بابل ابنی کو روانہ فرمائے گئے۔ جس میں ان کے والد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ اور بدھ کے دن حضور ﷺ کو بخار اور سردرد پیدا ہوا جمعرات کے روز ایک جھنڈا اپنے دست مبارک سے تیار کرکے جرف میں تشریف لائے۔ جرف مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔ آپ نے ایک لشکر تیار کیا اس میں بڑے بڑے مہاجرین وانصار مثل ابوبکر و عمر اور سعد بن ابی وقاص وابو عبیدہ اور انہیں کی طرح دوسرے شامل تھے۔ ان حضرات کو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کیا۔ بعض لوگوں کو اس مقام پر کچھ قیل و قال پیدا ہوئی آپ نے ایک بلیغ خطبہ اسامہ اور ان کے باپ کی تعریف میں پڑھا۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم ان کے باپ امارت و ریاست کے لائق تھے اور یہ بھی اپنے باپ کے بعد اس کام کے لائق ہیں۔

ہفتہ کے دن دس ربیع الاول کو گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ اتوار کے

دن مرض نے شدت اختیار کی۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی لعنتہ اللہ علیہما کے ظہور کی خبر پہنچی۔ حضور ﷺ نے بذریعہ وحی الٰہی اسود کے مارے جانے کی خبر دے دی اور یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ اسود عنسی نے صنعاء یمن میں خروج کیا اور شہر بن باذان کو قتل کر کے اس کی عورت سے نکاح کر لیا۔ یہ عورت فیروز کے چچا کی لڑکی تھی جو نجاشی کی بہن کا بیٹا تھا۔ فیروز کے بیٹے نے حیلہ کر کے اسکے محل میں نقب لگائی اور اندر گھس گیا وہاں پہنچ کر اسود عنسی کو ہلاک کر دیا۔ اس نے مرتے وقت ایک بلند آواز نکالی۔ یہ آواز ان پاسبانوں کی آواز کے مشابہ تھی جو اس کے مکان کے اردگرد متعین تھے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیسی آواز ہے۔ اسود عنسی کی عورت نے جو اس کے قتل میں شریک تھی لوگوں سے کہا کہ تم لوگ اپنی حالت پر قائم رہو۔ یہ آواز وحی کی ہے۔ جو تمہارے پیغمبر پر نازل ہوئی ہے۔

اسوذ ملعون کا نام عبہلہ بن کعب تھا اور اس کو ذوالحمار بھی کہتے تھے یہ کاہن تھا اور لوگوں کو عجیب و غریب باتیں دکھاتا تھا۔ اس کے خروج کی ابتدا حجتہ الوداع کے بعد ہوئی تھی۔

مسیلمہ کذاب کا قاتل وحشی تھا۔ وحشی نے ہی حمزہ بن عبدالمطلب کو شہید کیا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ میں آدمی قتل کرتا ہوں جو سب سے بہتر ہو یا سب سے بدتر ہو۔ مسیلمہ ملعون بوڑھا تھا بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ اسلام میں داخل ہوا تھا لیکن جب یمامہ واپس پہنچا تو مرتد ہو گیا اور دعویٰ کیا کہ نبی ﷺ نے مجھ کو اپنی نبوت میں شریک فرمالیا ہے۔ اس نے شراب اور زنا کو جائز اور فریضہ نماز کو ساقط کر دیا۔ اہل فسق وفساد کی ایک جماعت اس کے تابع ہو گئی اور وہ قرآن مجید کے مقابلے میں گیا۔ چنانچہ والغادیات کے مقابلہ میں اس نے کہا ہے۔ والزارعات زرعا والحاصدات حصدا الطاحنات طحنا والخابزات خبزا واالثار

ذات ثردا۔ دوسری یا صفدع بنت ضفدعین الی کم تبقین لا الماء تکدرین ولا الشاربین تمنعین راسک فی الماء و ذنبک فی الطین۔ وکفنہ الفیل ما الفیل لہ خرطوم طویل ان ذالک من خلق ربنا الجلیل۔ کہتے ہیں کہ اس ملعون سے بعض خوارق و استدراج بھی ظاہر ہوتے تھے۔ لیکن سب اس کے مدعا کے خلاف ہوا کرتے اگر کسی کے لئے درازی عمر کی دعا کرتا تو وہ فوراً مرجاتا آنکھ کی روشنی کے لئے دعا کرتا تو فی الفور اندھا ہو جاتا۔ ایک مرتبہ سید المرسلین ﷺ کی خدمت میں ایک خط اس عبارت میں لکھا۔ من مسیلمہ رسول اللّٰہ الی محمد اما بعد فان الارض لنا نصف و للقریش نصف ولکن القریش یعتدون۔ ترجمہ:۔ (مسیلمہ رسول اللہ کی جانب سے محمد کی طرف اما بعد زمین نصف ہماری ہے اور نصف قریش کی لیکن قریش زیادتی کرتے ہیں) حضور ﷺ نے اس کے جواب میں لکھا من محمد رسول اللّٰہ الی مسیلمۃ الکذاب اما بعد فان الارض للّٰہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین ط۔ ترجمہ:۔ (محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو اما بعد بے شک زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس شخص کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور آخرت کی بھلائیاں پرہیز گاروں کے لئے ہیں۔) سوموار کے دن حضور سید المرسلین ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ صبح کی نماز میں مشغول ہیں خوش ہوئے اور خوش خوش مکان میں داخل ہوئے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آج کا دن بنسبت دوسرے دنوں کے اچھا ہے۔

دوپہر کو ایک اور قول ہے کے چاشت کے وقت آپ بارہ ربیع الاول کو اپنے پروردگار کے دربار میں تشریف لے گئے۔ منگل کے دن آپ کو آپ کے اہل بیت نے غسل دیا اور تمام دن گروہ در گروہ زیارت کرتے رہے بدھ کی رات کو دفن کیا۔ صلے اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

باب ششم

مقامات شریفہ مسجد نبوی ﷺ و منبر عالی اور حجرات منیقہ کے بیان میں

: علمائے تاریخ (اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کی جزا دے) بیان کرتے ہیں کہ جب سرور انبیاء ﷺ کی اونٹنی مسجد کے دروازہ پر بیٹھ گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا ھذا لا منزل انشاء اللہ تعالیٰ۔ ترجمہ:۔ اگر اللہ کو منظور ہوا تو یہی منزل ہے اونٹنی سے اتر کر یہ آیت پڑھی رب انزلنی منزلا مبارکا وانت خیر المنزلین۔ ترجمہ:۔ (اے میرے رب نازل کر مجھ کو نزول برکت کے ساتھ اور تو بہترین نازل کرنے والا ہے) اس زمانہ میں یہ خطہ مبارک نخلستان تھا۔ اس کے درمیان مربد تھا جو دو یتیموں کا حق تھا اور یہ یتیم بعض انصار کی تربیت میں پرورش پاتے تھے مربد اس مقام کو کہتے ہیں جہاں خرمہ کو خشک کرکے تمر بناتے ہیں مسلمانوں کی ایک جماعت آں سرور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے یہاں نماز پڑھا کرتی تھی۔ سید المرسلین نے ان دونوں یتیموں کو بلایا اور اس مقام پر مسجد بنانے کے لئے ان سے خریدلیا۔ ان لوگوں نے بہت کوشش کی کہ اس قطعہ زمین کو بغیر قیمت دے دیں لیکن حضور اقدس ﷺ راضی نہ ہوئے۔ پہلے زمین کی قیمت دی بعد میں مسجد کی بنیاد رکھی۔ بعض انصار نے اس کی قیمت کے علاوہ صاحبان زمین کو اپنے مالوں میں سے کھجور کے درخت دے کر انھیں راضی کیا اور اس مقام کے اونچ نیچ کو دور کرکے اس کی سطح

برابر کردی جو درخت بے محل تھے کاٹ ڈالے پھر مسجد کی بنیاد رکھی ۔بقیع کے قریب' مسجد ابراہیم کے شمالی جانب' بیرایوب کے پاس اینٹیں تیار کی جاتی تھیں۔ حضور ﷺ بہ نفس نفیس اور صحابہ کا ایک گروہ اینٹ پتھر ڈھوتے تھے۔

صحابہ کے شوق اور تسلی کی خاطر آپ یہ پڑھتے تھے مترجم: (اے اللہ نہیں ہے بھلائی مگر بھلائی آخرت کی پس بخش دے تو انصار اور مہاجرین کو) مسجد کی چھت کھجور کی چھال سے اور ستون کھجور کی لکڑیوں سے تیار کئے گئے۔ حدیث میں ہے کہ جب حضور ﷺ مسجد کی بنیاد رکھ رہے تھے تو جبریل امین اللہ کی طرف سے حکم لائے کہ اس کا عریش موسیٰ کلیم اللہ کے عریش کے مطابق بنایئے اس کی بلندی سات گز سے زیادہ نہ ہو اور اس کی تزئین اور آرائش میں تکلف سے کام نہ لیا جائے حضور ﷺ کے زمانے میں مسجد کی چھت ایسی تھی کہ اگر بارش ہوتی تو اوپر سے لوگوں کے سر پر مٹی گرا کرتی تھی۔ جب شروع شروع میں مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی گئی تھی تو اس کا طول قبلہ سے حد شمال تک چون گز اور مشرق سے مغرب تک تریسٹھ گز تھا۔ فتح خیبر کے بعد سنہ سات ہجری میں اس کی تجدید کر دی گئی اور ہر طرف سے اس کو سو سو کر دیا گیا طبرانی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری سے جو مسجد شریف کے پڑوس میں رہتے تھے فرمایا کہ کیا تم اپنے زمین کے اس ٹکڑے کو جو اس مکان کے عوض تمہیں بہشت میں ملے گا بیچ سکتے ہو تاکہ ہم مسجد کو وسیع کر دیں۔

جب اس انصاری نے اس معاملہ کی توفیق نہ پائی تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں غریب آدمی ہوں اور عیال بھی رکھتا ہوں میرے پاس سوائے اس ٹکڑے کے اور زمین نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے اس انصاری کو مجبور نہیں کیا۔ بعد میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو انصاری سے دس ہزار درہم میں خرید لیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس قطعہ

زمین کو مجھ سے اس گھر کے عوض جو مجھ کو بہشت میں ملے گا خرید لیجئے اس وقت حضور ﷺ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے زمین کو بہشت کے بدلے کے عوض خرید کر مسجد شریف میں داخل فرما دیا۔ بنیاد میں ایک اینٹ اپنے دست مبارک سے رکھی اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا تاکہ وہ بھی پیغمبر ﷺ کی اینٹ کے برابر ایک اینٹ رکھ دیں اسی طرح عمرو عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا اور ہر ایک نے ایک ایک اینٹ رکھی۔ یہی طریقہ قبا کی بنیاد رکھنے کے دوران اختیار کیا گیا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق البتہ شک ہے اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی ہجرت کے وقت مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے حبشہ کی ہجرت سے ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔ واللہ اعلم۔

امام احمدؒ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابی اینٹیں اٹھاتے تھے اور حضور ﷺ بھی صحابہ کی مدد فرماتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ پیٹ سے لے کر سینہ تک بہت سی اینٹیں اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ اینٹیں مجھ کو دے دیجئے تاکہ پہنچا دوں۔ فرمایا کہ اینٹیں تو بہت ہیں تم بھی اٹھاؤ اور یہ میرے لئے چھوڑ دو۔ یقیناً یہ واقعہ تعمیر ثانی کا ہے۔ اس لئے کہ ابوہریرہ کا اسلام قبول کرنا اور فتح خیبر کا واقعہ سنہ 7 ہجری کا ہے اور تعمیر اول پہلے کی ہے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ہر صحابی ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے۔ لیکن عمار بن یاسر دو دو اٹھاتے تھے۔ جب سرور انبیاء ﷺ کی نظر ان پر پڑی تو فرمایا ویح عمار تقیلہ الفئۃ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار۔ ترجمہ:۔ (افسوس ہے کہ قتل کرے گی عمار کو ایک جماعت باغیوں کی عمار بلائیں گے ان کو جنت کی طرف اور وہ لوگ بلائیں گے ان کو جہنم کی طرف)

قبلہ اول تعمیر کے دوران سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی جانب رہا اور مسجد کے تین دروازے تھے۔ ایک دروازہ جو کہ اس وقت قبلہ ہے اور

ایک دروازہ غربی جانب کہ اس وقت اس کو باب الرحمت کہتے ہیں۔ تیسرا دروازہ جس طرف سے حضور ﷺ تشریف لاتے تھے وہ باب آل عثمان ہے۔ اب اس کو باب جبریل کہتے ہیں۔ یہ حضور ﷺ کی جائے تہجد ہے نہ کہ وہ کھڑکی جس کو عوام الناس باب جبریل کہتے ہیں۔جب قرآن مجید میں تحویل قبلہ کے متعلق حکم نازل ہوا جبریل امین نے دربار رب العالمین سے آکر جس قدر پردے درمیان میں حائل تھے (پہاڑ خواہ درخت) کعبے کے سامنے سے ہٹا دیئے۔ جس مقام پر اب مسجد نبوی کی بنیاد ہے۔ قبلہ کے سمت والے منظر پر میزاب کو درست کیا۔ تحویل قبلہ کے چودہ پندرہ دن بعد تک حضور ﷺ کی نماز کامقام اسطوانہ کے پیچھے تھا جس کو اب اسطوانہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں اس کے بعد محراب کا مقام جو آج تک مقرر ہے متعین ہوا۔ حضور ﷺ کے زمانے میں محراب کی علامت نہ تھی۔ جس طرح کہ اب مسجدوں میں پائی جاتی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جو ولید ابن عبدالملک اموی کی جانب سے مدینہ منورہ کے امیر مقرر ہوئے تھے انھوں نے اس کی ابتداء کی۔ حضور ﷺ کا بیت المقدس کے قبلہ میں وہ مقام تھا کہ اگر آپ اسطوانہ مذکور کی طرف پشت کرکے شام کی جانب منہ کریں اور باب عثمان کے مقابل اس طرح کھڑے ہو جائیں کہ باب مذکور داہیں شانہ پر واقع ہو جائے تو مقام قبلہ حاصل ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ منبر رکھنے پے پہلے محراب کے قریب متصل جانب غربی کھڑے ہو کر صحابہ کو خطبہ سے مشرف فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھی طول قیام کے سبب جب تھکاوٹ ہو جاتی تو اس لکڑی سے جو اس مقام پر نصب کی گئی تھی ٹیک فرمایا کرتے تھے۔ ملک عرب کا ایک شخص مدینہ منورہ میں حاضر ہوا لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ وہ مدینہ ہی کا باشندہ تھا اور کسی انصاری کا غلام تھا اس نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ اگر حضور ﷺ فرمائیں تو ایک ایسا منبر تیار کیا جائے کہ اس پر کھڑا ہونا اور بیٹھنا بھی آسان ہو جائے آپ نے اس

کی التماس کو منظور فرمایا اس نے تین درجہ کا ایک منبر تیار کیا اس کا تیسرا درجہ بیٹھنے کا مقام تھا۔ اصح روایت کے مطابق جب سرور انبیاء ﷺ نے اس منبر کو اس مقام پر رکھا کر جہاں اب منبر شریف ہے اور مقام معینہ سے جہاں پہلے خطبہ پڑھتے تھے منتقل ہوگئے تو وہ لکڑی جس سے کبھی کبھی آپ ٹیک فرمایا کرتے تھے آپ کے فراق صحبت میں شق ہوگئی اور آہ و بکا شروع کردی وہ ایسی آواز نکالتی تھی کہ جیسے اونٹنی نکالتی ہے۔ تمام حاضرین نے بھی اس آواز کو سنا اور یہ لوگ بھی اس عجیب و غریب حال کو دیکھ کر رونے لگے۔ حضور ﷺ منبر سے اتر آئے اور اس پر دست شفقت رکھ کر فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تجھ کو تیری جگہ پر سابقہ حالت میں کردوں اور اگر چاہے تو بہشت جاوداں میں بٹھادوں تاکہ اس کی نہروں اور چشموں سے سیراب ہوا کرے اور دوستان خدا تیرا میوہ کھائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اصحاب کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس نے دارالخلد میں رہنا پسند کیا۔ روایت ہے کہ جب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو سنتے تو روپڑتے اور فرماتے کہ اے بندگان خدا جب ایک خشک لکڑی فراق رسول اللہ ﷺ میں فریاد کرتی ہے تو کیا تم اس سے زیادہ اس بات کے لائق نہیں ہو۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حنین کے رونے کی حدیث مشہور ہے بلکہ تو اتر کو پہنچی ہے اور صحابہ کی ایک کثیر جماعت راوی ہے۔ ستون مذکور بعض اصحاب کے زمانہ تک موجود رہا آخر کار بسبب لمبا زمانہ بوسیدہ ہوگیا اور ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ کے حکم سے جس مقام پر وہ کھڑا تھا وہیں دفن کر دیا گیا۔ قول صحیح میں اس منبر شریف کی لمبائی ایک گز تھی۔ چوڑائی نصف گز تھی اور ہر درجہ کی چوڑائی نصف بالشت۔ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے تک بدستور رہا۔ جس شخص نے سب سے پہلے اس کو جامہ قبطیہ سے لپیٹا ہے وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے اپنی

خلافت کے چھ سال بعد نیچے کے درجے سے جس کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد اختیار کیا تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست پر گئے اور ہر ایک قول میں حضرت امیر معاویہ نے سب سے پہلے منبر شریف کو لباس پہنایا تھا اور اپنی امارت کے زمانے میں جب وہ شام سے مدینہ منورہ آئے تو ارادہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شام لے جائیں اور اسی ارادہ سے جب اس کو اپنی جگہ سے حرکت دی تو اس وقت آفتاب کو ایسا گہن لگا کہ آسمان کے تارے نظر آنے لگے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ارادے سے باز رہے اور پشیمان ہو کر صحابہ کے سامنے کہنے لگے کہ میرا قصد اس بات کی تحقیق تھی کہ منبر کو زمین نے نہ کھالیا ہو اس کے بعد چھ درجے زیادہ کئے اور منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اوپر رکھا۔ اس کے بعد خلیفہ مہدی نے ارادہ کیا کہ اسی قدر اور زیادہ کروں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منع کیا۔

جب معاویہ والا منبر بھی دراز زمانہ کے سبب خراب ہونے لگا تو بعض خلفائے عباسیہ نے نیا منبر بنا کر منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیہ حصہ کے .بقصد تبرک کنگھے بنوائے۔ صحیح یہ ہے کہ جو منبر 154ھ کی آگ میں جل گیا وہ خلفائے عباسیہ کا منبر تھا لیکن بعضے مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا منبر تھا۔ اور یہ منبر مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تھا۔ لیکن قول اول صحیح ہے واللہ اعلم۔

اس کے بعد ہر بادشاہ نے منبر کی تجدید کرائی اور جو تغیر ممکن ہو سکتا تھا کرتے تھے یہاں تک کہ سلطان روم کے حکم سے سلطان مراد خاں بن سلطان سلیم خاں نے (اللہ ان کی اور ان کے لشکر کی مدد کرے) 998ء ہجری میں ایک بلند منبر سنگ مرمر سے بنایا اور سات رنگ کی پالش استعمال کی اور بعض فضلائے روم سے اس منبر شریف کی تاریخ تعمیری میں یہ عبارت پائی گئی ہے۔

منبرا عمر سلطان مراد

فصل: مسجد نبوی ﷺ کے اسطوانات جن سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے آٹھ ہیں۔ اول وہ اسطوانہ جو محراب نبوی کے متصل امام کے داہنی جانب ہے۔ حضور ﷺ منبر تیار ہونے سے پہلے اسی جگہ خطبہ فرمایا کرتے تھے اور وہ ستون جو حضور ﷺ کی جدائی میں رویا تھا اسی مقام پر تھا۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ اسطوانہ مخلق اسی کا نام ہے۔ اس نام کا سبب یہ ہے کہ خلوق ایک مشہور خوشبو ہے جو اس پر لگائی گئی تھی۔ اس لئے کہ یہ اسطوانہ کسی مکروہ چیز سے آلودہ ہوگیا تھا۔ بعض لوگ اس مقام کو نفل پڑھنے کے لئے بھی پسند فرماتے ہیں۔

دوسرا اسطوانہ عائشہ ہے اس کو اسطوانۃ القرع واسطوانۃ المہاجرین بھی کہتے ہیں۔ لیکن اس شہرپاک کے مورخ مطری کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخلق اسی اسطوانہ کا نام ہے یہ اسطوانہ حجرہ شریف کی جانب تیسرے منبر کی طرف ہے اور روضہ مطہرہ کے درمیان واقع ہے سرورانبیاء ﷺ تحویل قبلہ کے زمانہ تک اسی ستون کی جانب نماز ادا فرماتے رہے۔ اس کے بعد جس مقام پر محراب نبوی ہے منتقل ہوگئے بڑے بڑے مہاجرین مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی ستون کی جانب نماز پڑھتے اور اجتماع کیا کرتے تھے۔

طبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مسجد میں اس ستون کے آگے ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر لوگ اس کی فضیلت سے آگاہ ہو جائیں تو قرعہ ڈالے بغیر کسی کو اس حصہ میں نماز پڑھنی میسر نہ ہو۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت بیان کی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم میں سے ایک جماعت نے دریافت کیا کہ وہ ٹکڑا کہاں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس قطعہ زمین کا تعین نہ کیا۔ حاضرین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے

باہر آگئے عبداللہ بن زبیر (جو ام المومنین کے بھانجے تھے) اس جماعت میں شامل تھے جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس قطعہ زمین کے متعلق دریافت کیا تھا لیکن عبداللہ بن زبیر نے کوئی سوال نہ کیا تھا اور خاموش رہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی رکے رہے۔ صحابہ کی دوسری جماعت اس خبر کو معلوم کرنے کے لئے مسجد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کی منتظر تھی کہ تھوڑی دیر میں عبداللہ بن زبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت سے واپس آگئے اور اسی اسطوانہ کے داہیں جانب نماز ادا کی۔ لوگوں نے جان لیا کہ جس ٹکڑے کی سرور انبیاء ﷺ نے خبردی ہے یہی ہے اور اس اسطوانہ کے قریب دعا قبول ہوتی ہے۔

تیسرا اسطوانہ توبہ ہے یہ حجرہ شریف سے دوسرا اور منبر شریف سے چوتھا اسطوانہ عائشہ صدیقہ کے برابر حجرہ کی طرف ہے۔ کہتے ہیں کہ اسطوانہ اور قبر شریف کے درمیان بیس گز کا فاصلہ ہے واللہ اعلم۔ اس کو اسطوانہ ابولبابہ بھی کہتے ہیں ابولبابہ نقباالنصار میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس اسطوانہ سے اس لئے باندھ دیا تھا کہ ان کی توبہ دربار رسالت میں قبول ہوجائے۔ اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ ان کا یہود کے قبیلہ بنو قریظہ سے عہد و پیمان تھا جس وقت سرور انبیاء ﷺ نے بنو قریضہ کا محاصرہ کیا تو یہ لوگ ابولبابہ کے مشورہ سے اتر آئے اور یہ شرط کی کہ ابولبابہ جو کچھ فیصلہ کریں گے ہم اس پر عمل کریں گے پھر بنو قریضہ کے بچے اور عورتیں ابولبابہ کے پاؤں پر گر پڑے اور گریہ وزاری کرکے کہنے لگے کہ ہم سب کو دربار رسالت میں لے جا کر سفارش کر دیجئے۔ ابولبابہ نے کہا کہ میں وہی کروں گا جیساکہ تم لوگ کہتے ہو لیکن درمیان کلام میں ابولبابہ نے یہ حرکت کی کہ اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی انجام کار تمہارا حضور ﷺ کے پاس قتل ہے۔ یہ بات ابولبابہ سے بہ تقاضائے بشریت اور بنو قریضہ کے رونے دھونے کی وجہ سے

صادر ہوگئی۔ بعد میں ابولبابہ کو یہ احساس ہوا کہ اللہ و رسول کے معاملے میں مجھ سے ایک بہت بڑی خیانت ہوگئی ہے۔ ابو لبابہ نے اس حرکت کی ندامت اور اس قصور کے عذر میں اپنے آپ کو اس لکڑی سے ایک وزنی زنجیر کے ذریعہ باندھ دیا جو اس اسطوانہ کی جگہ پر تھی اور دس روز سے زائد اسی حال میں گریہ و زاری کرتے رہے ان کی لڑکی نماز اور پیشاب پاخانے کے وقت آکر کھول دیتی تھی۔ بھوک و پیاس کی شدت اور گریہ و زاری کی کثرت سے قوت سماعت تو جاتی رہی تھی اور قریب تھا کہ بینائی بھی جواب دے جائے کہ ان کے حق میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ یاایھاالذین امنوا لاتخولواللّٰہ والرسول انہوں نے قسم کھائی تھی کہ اپنے آپ کو اس وقت تک نہ کھولوں گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ خود نہ کھولیں اور کھانا پینا بھی نہ استعمال کروں گا یہاں تک کہ یا تو مرجاؤں گا یا حضور ﷺ معاف فرمائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ پہلے ہی میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لئے استغفار کرتا لیکن چونکہ انہوں نے اپنے آپ کو بارگاہ رب العزت میں باندھ رکھا ہے۔ اس لئے اب جب تک کہ حکم اللہ عزوجل نہ ہو میں نہیں کھول سکتا یہاں تک کہ صبح کے وقت ان کی توبہ قبول ہونے کی آیت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی۔ حضور ﷺ نے آکر ان کو کھول دیا۔ انہوں نے عہد کرلیا کہ اب بنو قریظہ کے گھر میں قدم نہ رکھوں گا۔ اس لئے کہ وہاں پر اللہ اور رسول ﷺ کے گھر میں خیانت واقع ہوئی تھی۔

بعض روایتوں میں بعض قصور کی وجہ سے دوسرے صحابیوں کا باندھنا بھی آیا ہے۔ ابن زبالہ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نفلی نماز اسطوانہ توبہ کے پاس ہوتی تھی اور نماز صبح کے بعد بھی اسی جگہ تشریف رکھتے تھے اور کثرت سے کمزور لوگ، مساکین، صحابہ اور مولفۃ القلوب، اصحابہ صفہ، مہمان اور وہ لوگ جو حضور کی مسجد کے سوا رات

گزارنے کا کوئی ٹھکانہ نہ رکھتے تھے اسی ستون کے اردگرد بیٹھتے تھے۔ حضور ﷺ تشریف لاتے اور فقراء و مساکین کے درمیان بیٹھ جاتے اور جتنا قرآن مجید رات میں نازل ہوا ہوتا ان کے سامنے پڑھتے اور ان کو احکام الٰہی سے آگاہ فرماتے۔ ان سے خود بھی باتیں کرتے اور ان کی باتیں سنتے۔ اللھم صلی علٰی ھذالنبی الکریم الذی ارسلتہ رحمتہ اللعالمین راحم الفقراء ومعینا للضعفاء والمساکین۔

طلوع آفتاب کے قریب جب مالدار لوگ اور اصحاب شرف و بزرگی آتے اور بیٹھنے کی جگہ مجلس میں نہ پاتے تو اس وقت تالیف قلوب کے خیال سے حضور ﷺ کا دل بھی ان کی طرف مائل ہوجاتا۔ حکم آیا۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ الایتین۔ ترجمہ۔(اور روکے رکھیئے اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جو دعا کرتے ہیں اپنے رب سے صبح و شام ارادہ کرتے ہیں اس کی رضا مندی کا) کبھی اعتکاف کی حالت میں حضور ﷺ کی چارپائی اور بستر بھی اس اسطوانہ کے پیچھے ہوتا تھا اور حضور ﷺ اس اسطوانہ سے ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے۔

چوتھا اسطوانہ سریر ہے جو مشرقی جالی سے ملا ہوا ہے اور اسطوان التوبہ کے متصل ہے ہم یہ تسلیم کرتے ہیں آپ کی چارپائی اور چٹائی کا فرش کبھی اسطوانہ توبہ کے قریب اور کبھی اس اسطوانہ کے پاس ہوتا تھا لیکن اس وقت اسطوانہ سریر اسی اسطوانہ کو کہتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے تھے تو عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے سر مبارک میں کنگھا کیا کرتی تھیں۔ حضور ﷺ کے پاس کھجور کی چھال کی ایک چارپائی تھی جس کو آپ کبھی اعتکاف کی جگہ (جو اسطوانہ اور قنادیل کے درمیان میں ہے) رکھ لیتے تھے اور اکثر اوقات ایک چٹائی تھی جس کو رات میں بچھاتے تھے اور دن میں پاؤں کے نیچے ڈال لیا کرتے تھے۔

پانچواں اسطوان محرس تھا اس کو اسطوان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم بھی کہتے ہیں اس جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر اوقات نماز پڑھا کرتے تھے اور اکثر راتوں میں اس مقام پر بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے تھے۔ مطری نے کہا ہے کہ یہ اسطوانہ اس دروازہ کے مقابلہ میں ہے جس دروازہ سے رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں سے ہوتے ہوئے مسجد شریف میں آتے تھے۔

چھٹا اسطوان الوفود' اسطوان محرس کے پیچھے شمالی جانب ہے وفود جمع ہے وافد کی اور وافد اس جماعت کو کہتے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ کو جائے۔ جب عرب کے وفود مختلف اطراف سے سعادت اسلام حاصل کرنے اور احکام دین سیکھنے کی غرض سے خدمت اقدس میں آتے تھے تو آپ اسی جگہ بیٹھ کر ان سے ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ بڑے بڑے صحابہ اور بڑی بڑی جماعتیں یہیں آپ کی صحبت میں بیٹھتی تھیں۔

ساتواں مرخة الیعر ہے۔ اس مقام جبریل بھی کہتے ہیں۔ جبریل کا اکثر اوقات وحی لے کر حاضر ہونا اسی مقام پر تھا۔ اس کے اور اسطوان الوفود کے درمیان ایک اور اسطوانہ ہے۔ جو حجرہ شریف کی جالی سے فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے ملا ہوا ہے۔ جب حضور ﷺ حجرہ شریف سے باہر تشریف لاتے تو اسی مقام پر کھڑے ہو کر علی اور فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام سے خطاب کرکے فرماتےالسلام علیکم یا اهل البیت انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ ترجمہ:۔ (سلامتی ہو تم پر، اے اہل بیت اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے تاکہ دور کر دے تم سے نجاست کو اے نبی کے گھر والو اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے) سید علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ آج اس اسطوان سریر کے تبرک کو حاصل کرنے سے لوگ محروم ہیں کیونکہ حجرہ شریف کے گرد اگرد دروازوں کی جالیاں حصول تبرک کی راہ

میں آڑے آتی ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ سید کا مقصود اپنی اس عبارت سے یہ ہے کہ اس اسطوانہ کے کسی بھی طرف نماز پڑھنا اور بیٹھنا ممکنات میں سے نہیں ہے ورنہ حقیقتاً نصف اسطوان سریر تو مغربی جانب سے مسجد کے اندر داخل ہے اس لئے اس کے قرب میں نماز پڑھنا یا بیٹھنا بہت آسان ہے۔ یہی حال اسطوان وفود کا ہے۔ پھر تخصیص کی کیا وجہ ہے اور جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ کے اعتکاف کی جگہ اسطوان سریر میں کھڑکی کے داخلی جانب جو حجرہ سے متصل ہے وہی ہے اور اسی سبب سے گویا برکت حاصل کرنے کی محرومی سمجھی واللہ اعلم۔

آٹھواں اسطوان تہجد۔ یہ حضور ﷺ کے تہجد پڑھنے کی محراب تھی یہ اب تک موجود ہے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پیچھے شمالی جانب ہے۔ روایت ہے کہ حضور ﷺ ہر رات اس مقام پر چٹائی بچھا کر نماز تہجد ادا فرماتے تھے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ ہر رات نماز ادا فرماتے ہیں تو حضور ﷺ کے اتباع کی خواہش میں صحابہ نے بھی نماز شروع کر دی۔ جب آپ نے اجتماع صحابہ کو ایک ہجوم کی شکل میں مشاہدہ فرمایا تو چٹائی لپیٹ کر مکان میں تشریف لے گئے۔ جب صبح ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہر شب آپ نماز پڑھتے تھے تو ہم بھی آپ کے اتباع کی سعادت حاصل کر لیتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہوا کہ تم پر تہجد فرض ہو جائے اور تم اس کو ادا نہ کر سکو۔

یہ مسجد شریف کے بقیہ ستونوں میں سے وہ ستون ہیں جو فضیلت اور برکت کے ساتھ مخصوص ہیں ویسے تو تمام ستون بلکہ تمام مسجد نبوی ﷺ ہی متبرک ہے اور اس میں ایسا کوئی ستون نہیں ہے۔ کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے اس جگہ نماز ادا نہ کی ہو۔ صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بڑے صحابہ

کو میں نے اس حالت میں دیکھا کہ مغرب کے وقت ان میں سے ہر ایک اسطوانہ کی طرف سبقت کرتے تھے اور روضہ شریف میں ہر اسطوان پر ان اسطوانوں کے نام لکھے ہیں۔ اس اسطوانہ پر جو محراب نبوی کے مقابل بجانب شمال غربی اسطوان عائشہ ہے لکھا ہوا ہے۔ اسطوان ابی بکر و عمرو عثمان و علی رضی اللہ عنہم ان اسطوانوں پر لکھا ہے جو اس اسطوان کے متصل مغربی جانب ہیں لیکن اسطوان سعید بن زید اور اسطوان ابن عباس رضی اللہ عنہ ذکر سید علیہ الرحمتہ کی تاریخ میں نہیں ہے۔

فصل: صفہ مسجد واصحاب صفہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صفہ بضم صاد مہملہ و ادغام فا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختتام پر ایک سائبان تھا۔ جس میں فقرا و مساکین صحابہ جو اہل وعیال نہیں رکھتے تھے رہتے تھے۔ اسی مکان کی وجہ سے ان کو اصحاب صفہ کہتے ہیں اور ذہبی کہتے ہیں کہ تحویل سے پیشتر قبلہ مسجد کے شمالی جانب تھا لیکن جب قبلہ کی تحویل ہوئی تو قبلہ اول کی دیوار اس کی جگہ پر قائم رکھی تاکہ مساکین وفقراء کے لئے بھی جگہ رہے۔ اصحابہ صفہ کے نکاح کر لینے' موت آجانے یا مسافرت کے اختیار کرنے کی وجہ سے ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیفہ میں ایک سو سے زیادہ ان کے نام شمار کئے ہیں۔ ان کی خواب گاہ بھی مسجد میں تھی۔ یہ لوگ اس کے علاوہ کوئی دوسری جگہ نہیں رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بحکم الٰہی واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم۔ ترجمہ:۔ اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو۔ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ ان لوگوں کے ساتھ آپ کی ہم نشینی مخصوص تھی۔

بیت دلا خوش باش کاں سلطان دیں را بدرویشان و مسکیناں سرے ہست

اکثر اوقات ان حضرات کی کئی کئی جماعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر بھوک کی سختی اور انتہائی پریشانی سے پڑی رہتی تھیں۔ انہیں دیکھ کر آنے والوں کو

خیال گزرتا تھا کہ شاید یہ دیوانے ہیں۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے اور تسلی دیتے ہوئے فرماتے کہ تم لوگ بہ امن ہو اور مزید فرماتے کہ اگر تم لوگ اپنے اس مرتبہ سے آگاہ ہو جاؤ جو تمہارا مرتبہ اللہ کے سامنے ہے تو تم لوگ یہ خواہش کرنے لگو کہ فقروفاقہ زیادہ ہو جائے۔

کبھی کبھی ان میں سے دو دو ایک ایک کو اپنے مالدار اصحاب کے سپرد فرما دیتے تھے کہ ان کی مہمانی کریں جو باقی رہ جاتے ان کو اپنے ساتھ شریک کر لیتے صدقات میں سے جو کچھ آتا ان کو دے دیتے۔ تحفہ تحائف میں بھی ان کا حصہ تھا۔ ان کو اضیاف المسلمین کہتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں (یہ خود اصحاب صفہ میں سے ہیں) میں نے اصحاب صفہ میں سے ستر ایسے آدمیوں کو دیکھا جن کے پاس سوائے ایک تہبند کے جو آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا تھا اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ سجدہ کے وقت ان کو ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے تاکہ ستر نہ کھل جائے۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں اکثر بھوک کی شدت میں پیٹ سے پتھر باندھ لیتا تھا اور کلیجے کو زمین پر مارتا تھا۔ ایک دن میں قوم کے راستے پر بیٹھا ہوا تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس راستے سے گزرے میں نے قرآن کی ایک آیت ان کو سنانے کے لئے پڑھی تاکہ وہ میری حالت کو دریافت کریں لیکن انہوں نے کچھ توجہ نہ کی اور چلے گئے اس کے بعد ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ نے مجھے اس حالت میں دیکھا تو مسکرا کر فرمایا اے ابوہریرہ میں نے عرض کیا کہ لبیک یا رسول اللہ ﷺ۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہاں آؤ میں اٹھا اور حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے حجرہ شریف جا پہنچا۔ ہدیہ میں دودھ کا پیالہ حضور ﷺ کے پاس آیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دودھ ہی کتنا ہے جس کے لئے اصحاب صفہ طلب فرمائے جارہے ہیں۔ اگر مجھے ہی دے دیتے تو میں پی لیتا اور تھوڑی دیر آرام پاتا لیکن اللہ اور اس کے رسول

کی اطاعت کے بغیر کوئی راستہ نہ تھا۔ میں اصحاب صفہ کے پاس گیا اور ان کو رسالت مآب ﷺ کے دربار میں بلا لایا سب آگئے اور حضور ﷺ کے حجرہ میں ایک جگہ بیٹھ گئے۔

آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ - میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا دودھ کا پیالہ لو اور اصحاب کو دو۔ پھر جو پیالہ اٹھا کر میں نے ان اصحاب کو دیا ہر ایک جی بھر کر پیتا تھا اور دودھ اپنی مقدار میں باقی رہتا تھا۔ جب سب نے پی لیا تو میں نے پیالہ کو حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ تبسم کرکے فرمایا کہ بس ہم اور تم باقی رہ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ صدقت یا رسول اللہ فرمایا بیٹھو اور جس قدر بھوک ہو پیو۔ میں نے دودھ کو خوب سیر ہو کر پیا۔ باقی حضور ﷺ کو دیا۔ حق جل و علا کا خطبہ شکر پڑھ کر پیالہ میں جو دودھ باقی بچا تھا نوش فرمایا اور دوسرے وقت کے لئے بھی طعام میں کثرت اور برکت اور اصحاب صفہ کے لئے کافی ہونے کی روایت بھی ابو ہریرہ کے ذریعہ ثبوت کو پہنچی ہے متعدد روایتوں میں آیا ہے کہ جملہ انصاری اپنی کھجور سے خوشے لاتے تھے اور ان خوشوں کو ایک رسی سے باندھ کر مسجد کے دو اسطوانوں کے درمیان لٹکا دیتے تھے۔ اس کے نیچے اصحاب صفہ کو بٹھاتے اور خوشوں کی لکڑی سے جھاڑتے تھے تاکہ یہ لوگ بے تکلف کھائیں ایک دن ایک آدمی نے خراب خرمہ کے خوشے لاکر لٹکائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس صدقہ کا مالک اس سے بہتر خرمے لانا چاہتا تو لا سکتا تھا لیکن اس نے نہیں چاہا کہ قیامت کے دن اس سے بہتر خرمہ کھائے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عن اصحابہ اجمعین)۔

فصل : حجرات شریف کا بیان جس وقت سید انبیاء صلوٰۃ اللہ وسلامہ نے مسجد شریف کی بنیاد رکھی تھی اس وقت حضور ﷺ کے نکاح میں صرف دو بیویاں تھیں ان کے لئے دو حجرے بنائے تھے۔ سودہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے بھی ان کے بنانے میں ہاتھ بٹایا تھا۔ اس کے بعد جتنے نکاح کئے ہر ایک کے لئے ایک نیا حجرہ بنا دیا۔ جارثہ بن نعمان ایک انصاری تھے ان کا مکان مسجد شریف کے قریب تھا ایک مدت گزرنے کے بعد انہوں نے اپنا کل مکان حضور کو دیدیا۔ اکثر مکان حضور ﷺ نے بنائے جو عرب میں جرید نخل سے تھے۔ کمبل سے ڈھکے ہوئے کمبل ہی دروازے پر لٹکا ہوا تھا اور سب مکان بجانب قبلہ اور مشرق و شام کے تھے۔ مسجد کے غربی جانب کوئی گھر نہ تھا۔ بعض مکان کچی اینٹ کے بھی تھے۔ ہر مکان میں ایک حجرہ کھجور کی چھال سے تھا جس پر کہہ گل کی ہوئی تھی۔ اکثر گھروں کے دروازے مسجد کی طرف تھے۔ چھت کی بلندی قد آدم سے ایک ہاتھ اونچی رکھی ہوئی تھی اس سے زیادہ نہ تھی۔ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکان بھی اسی جگہ تھا اور اب تک قبر شریف کی صورت میں اسی مقام پر ہے۔ ان کے اور حضور ﷺ کے مکان کے درمیان (جو عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا) ایک کھڑکی تھی جس کو خوخہ کہتے تھے سرورعالم ﷺ کی اکثر آمدورفت اسی کھڑکی کی طرف سے تھی جب تشریف لاتے حضرت فاطمہ' علی' حسن اور حسین سلام اللہ علیہم کی مزاج پرسی فرماتے۔ آدھی رات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ادھر تشریف لائیں۔ حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اس کھڑکی کے متعلق کچھ گفتگو ہوئی اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے التماس کی آپ نے کھڑکی بند کردی۔

طبرانی ابی ثعلبہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ سفر سے واپس آتے تو مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے اس کے بعد

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور خیریت دریافت کر کے امہات المومنین کے مکانوں میں تشریف لے جاتے۔ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور ﷺ میرے یہاں تشریف لائے میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کرایا۔ ام ایمن نے میرے واسطے دودھ بھیجا تھا۔ میں نے وہ بھی کھانے کے ساتھ حاضر کیا۔ حضور ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور دودھ پیا۔ اس کے بعد میں نے۔ ہاتھ دھلائے جب ہاتھ دھوئے تب آپ نے دست مبارک اپنے چہرہ انور اور ریش مبارک پر پھیر کے دعا کی اور سجدہ میں جاکر آنسوؤں سے رونے لگے۔ کسی کو بوجہ ہیبت طاقت نہ تھی جو رونے کا سبب دریافت کرتا۔ اسی دوران حسین رضی اللہ عنہ آپ کی پشت مبارک پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ حضور ﷺ اپنا رونا بھول گئے اور نواسے کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بابی انت وامی یا حسین ترجمہ: (میرے ماں باپ تم پر قربان ہوجائیں اے حسین) کیوں روتے ہو؟

حسین کہنے لگے کہ اے پدر بزرگوار میں نے۔ آپ کو اس حالت میں کبھی نہیں دیکھا جس طرح کہ آج دیکھ رہا ہوں۔ بتایئے کیا حال ہے؟

آپ نے فرمایا اے بیٹے آج مجھ کو تمہارے جمل مسرت مال کے دیکھنے سے ایسا سرور اور خوشی حاصل ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی لیکن جبریل علیہ السلام دربار خاوندی سے آئے اور مجھے خبر دی کہ تمہاری امت کے بعض لوگ حسین کو بحالت غربت ہلاک کر ڈالیں گے۔ میں سجدہ میں گر کر دعا کرنے لگا کہ اگر دنیا کے آلام و مصائب تمہارے سر پر آئیں لیکن تمہاری آخرت اچھی ہوجائے۔

فصل: ابتداء میں بعض صحابہ کے مکانات کے راستے مسجد نبوی ﷺ کی طرف سے تھے۔ حضور ﷺ نے آخر میں بحکم الٰہی ارشاد فرمایا کہ تمام صحابہ کے دروازے جو مسجد میں ہیں، بند کردیئے جائیں لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا

دروازہ کھلا رہے۔ صحیح حدیثوں میں متعدد طریقہ سے آیا ہے کہ ایک دن حضور ﷺ ایام مرض میں جبکہ حضور ﷺ کے وصال کو چند روز باقی رہ گئے تھے' منبر پر تشریف لائے اور ایک خطبہ بلیغہ پڑھ کر فرمایا کہ پروردگار عالم نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو مختار بنایا ہے کہ اگر چاہے تو دنیا میں رہے ورنہ جوارقدس کی طرف آوے اور اس بندہ نے اس بات کو اختیار کیا کہ اپنے مولا کے پاس جائے۔ دربار میں جس قدر صحابہ حاضر تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی نے بھی اس بات کو نہ سمجھا اس لئے رو پڑے اور سمجھ گئے کہ آپ اپنی حالت سے آگاہ کررہے ہیں اور اب حضور ﷺ کا سفر آخرت قریب آگیا ہے اس کے بعد فرمایا کہ تمام آدمیوں سے زائد مجھ پر خرچ کرنے والے اور میری مدد کرنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن اخوت اسلام اور ان کی دوستی باقی ہے۔ مسجد میں جس قدر دروازے ہیں سوائے دروازہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب بند کردو اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ کوئی خوخہ مسجد میں نہ چھوڑو۔ سوائے خوخہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ خوخہ اس طاق کو کہتے ہیں جو گھر کی دیوار میں روشنی کے لئے چھوڑتے ہیں اگرچہ یہ خوخہ مکان کے پس پشت ہوتو اس سے آنا جانا بھی ممکن ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خوخہ اسی طریقہ کا تھا اکثر اوقات اس خوخہ سے مسجد میں آیا کرتے تھے اسی وجہ سے اس کے لئے حدیث میں لفظ دروازہ بولا گیا ہے ورنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ مسجد کی جانب نہیں تھا۔ علمائے اہلسنت و الجماعت کے لئے اس حدیث میں ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی دلیل ہے اور جمیع اصحاب رسول اللہ ﷺ میں آپ کو امتیازی حیثیت حاصل ہے بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ اس فرمان کا وقوع آخر حیات حضور ﷺ کے ہوا ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضرتِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے التماس کی کہ اپنے گھر کی دیوار میں ایک روشندان اس لئے چھوڑیں کہ جناب

رسول خدا ﷺ جس وقت نماز کے لئے تشریف لائیں تو آپ کے جمال پر نظر پڑے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں جائز نہیں رکھتا اگرچہ وہ سوئی کے نکے کے برابر ہو۔ دوسری جماعت اس فرمان کے متعلق چہ میگوئیاں کرنے لگی کہ اپنے دوست کو تو کشادگی کی اجازت دی اور دوسروں کو باہر کردیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میری جانب سے نہیں ہے بلکہ حکم الٰہی سے ہے۔ مجھ کو اس میں کوئی اختیار نہیں اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر ایک نور دیکھتا ہوں اور تمہارے دروازہ پر ظلمت۔ بعض علماء اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس حدیث سے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں بلکہ مرادباب خلافت ہے اور دوسروں کا دروازہ بند کردینے سے یہ مراد ہے کہ لوگوں کو خلافت کی خواہش سے منع کیا جائے ورنہ ابی بکر رضی اللہ عنہ کا کوئی مکان متصل مسجد نبوی نہ تھا بلکہ ان کا ایک مکان مدینہ کے عوالی میں تھا اور دوسرا مکان بقیع میں۔ یہ کلام بغیر تکلف کے نہیں ہے اور جو شخص کہتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد کے متصل نہ تھا۔ اس کے لئے تحقیق یہ ہے کہ ان کے متعدد مکان تھے جتنی بیویاں تھیں اتنے ہی مکان تھے جس مکان کے دروازے کو کھولنے کا حکم ہوا تھا وہ مسجد کے متصل باب السلام اور باب الرحمۃ کے درمیان تھا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ چار ہزار درہم میں فروخت کردیا اور یہ رقم اس جماعت پر خرچ کردی جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کسی جگہ سے آئی تھی۔ شیخ ابن حجر عسقلانی بھی صحیح بخاری کی شرح میں بیان کرتے ہیں کہ اس باب میں دوسری حدیثیں بھی آئی ہیں جن کا ظاہر اس مذکورہ مسئلہ کے خلاف ہے۔ ان کے منجملہ سعد بن وقاص کی حدیث ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے حکم فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا جن دروازوں کے راستے مسجد میں ہیں سب کو بند کردو۔ اس حدیث کی اسناد قوی ہیں اور اس

حدیث کے مخرج احمد و نسائی ہیں۔ طبرانی نے اس حدیث کو اوسط میں ثقہ لوگوں سے نقل کیا ہے کہ سب صحابی جماعت کی شکل میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے سب کے دروازے تو بند کرا دیئے اور علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھلا رکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دروازے میں نے نہ بند کئے نہ کھولے۔ خدا نے بند کئے اور اسی نے کھولے مجھے تو خدا نے حکم دیا ہے کہ سوائے علی رضی اللہ عنہ کے سب دروازے بند کرا دو۔ امام احمد و نسائی ثقہ لوگوں کی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا سب دروازوں کے بند کردینے کا حکم دیا۔ ان کا دروازہ مسجد میں تھا۔ ان کے لئے کوئی دوسرا راستہ بھی نہ تھا وہ غسل کی حاجت میں بھی اسی راستے سے آتے تھے۔

امام احد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم لوگ سب سے بہترین شخص سرور انبیاء ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جانتے تھے اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو۔ مواہب لدنیہ (نام کتاب) میں بخاری کی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم رسول خدا ﷺ کے زمانے میں ابوبکر کو افضل جانتے تھے ان کے بعد عمر کو اور عمر کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کو۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہم ان تین آدمیوں کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے اور سید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابوبکر اور عمر کے متعلق یہی بات کہی ہے اور اس میں اتنا اضافہ کردیا ہے کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ اس کلام کے بعد علی ابن طالب کو تین فضیلتیں دی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو میں اپنے آپ کو دنیا و مافیہا سے بہتر جانتا۔

اول پیغمبر خدا ﷺ نے اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دی اور ان سے اولاد ہوئی۔

دوسرا تمام دروازے سوائے علی رضی اللہ عنہ کے بند کردیئے۔

تیسرا خیبر کے دن آپ نے ان کو جھنڈا دیا۔

نسائی بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے حق میں کیا کہتے ہیں انہوں نے اسی حدیث کو پڑھا اور اس کے بعد کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مت دریافت کرو اور ان کو کسی اور پر مت قیاس کرو۔ دیکھتے ہو کہ ان کا درجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کتنا بڑا ہے کہ ہم سب کے دروازے بند کردیئے - سوائے علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔

شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ ان حدیثوں میں سے ہر حدیث استدلال کے لائق ہے خاص کر ایسی صورت میں جبکہ بعض طرق بعض کی تائید کررہے ہوں اور وہی ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن جوری نے اس حدیث کو جو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے موضوعات میں لکھا ہے اور اس کے بعض طرق پر جرح کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس صحیح حدیث کے مخالف ہے جو ابی بکر کے دروازے کے متعلق آئی ہے۔ رافضیوں نے اس حدیث کو اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں گڑھ لیا ہے اور ابن حجر ہی کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے اس باب میں بڑی غلطی کی ہے کہ اس حدیث کو محض معارضہ کے وہم پر وضع اور افترا کی طرف منسوب کردیا۔ اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں جن میں سے بعض طرق تو درجہ صحت اور مرتبہ حسن کو پہنچے ہوئے ہیں اور وہ ابی بکر والی حدیث کے معارض نہیں ہیں اور دونوں حدیثوں میں موافقت ثابت ہے۔ بزار اپنی مسند میں اس حدیث کو لائے ہیں اور کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق جو حدیث ہے وہ اہل کوفہ کی روایات میں سے ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث اہل مدینہ کی روایات میں سے ہے موافقت کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتدا میں جب دروازوں کے بند کرنے کا حکم ہوا ہوگا تو علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ اس سے

استثناء کردیا ہوگا اس لئے کہ ان کا دروازہ مسجد کی جانب تھا اور ان کے لئے کوئی دوسرا راستہ بھی نہ تھا جس سے آمدورفت ہوسکے۔ اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو ترمذی میں ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس مسجد میں ہمارے اور تمہارے سوا کوئی شخص جنابت کی حالت میں نہ آئے گا پس اس وقت میں علی کے دروازے کے سوا سب دروازوں کو بند کرنے حکم فرمایا اور دوسرے وقت جب اور خوخہ بند کرنے کا حکم ہوا تو اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ میں مستثنیٰ فرما دیا اس لئے کہ ان کے لئے کوئی دروازہ نہ تھا جس کا راستہ مسجد میں ہوتا جیساکہ علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ تھا۔ بس ایک کھڑکی مسجد کی جانب تھی چنانچہ علماء تاریخ و علماء حدیث نے بھی اس کی تحقیق کی ہے اور طحاوی نے مشکل الآثار اور معانی لاخبار میں اس توجیہہ کی تصریح کی ہے۔ سید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو عبارت علی کے دروازہ کو کھلا رکھنے کی تقدیم پر دلالت کرتی ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ ابن زبالہ بیان کرتے ہیں جب رسول خدا ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کے سوا سب اصحاب کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا تو حمزہ بن عبدالمطلب نے اس حکم کی فرمان برداری میں کچھ توقف سے کام لیا اور دربار رسالت میں حاضر ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اپنے چچا کو باہر نکال پھینکا اور چچا کے لڑکے کو اندر بلا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے میرے چچا مجھے حکم دیا گیا ہے مجھ کو اس امر میں کچھ اختیار نہیں ہے۔ سید کے ذکر سے اس روایت میں اتنی وضاحت ہوگئی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ واقعہ پہلے کا ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ حضور ﷺ کے مرض موت میں ہوا ہے کیونکہ حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت غزوۂ احد میں ہوئی تھی سید نے احادیث کے شمار اور کثرت طرق کے بیان میں علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کوتاہی نہیں کی ہے۔

ان حدیثوں کے ایک یہ حدیث بھی ہے کہ ابن زبالہ و یحییٰ (جو سند

رکھتے ہیں) ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ سب صحابہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک منادی نے آواز دی۔ایھاالناس سدواابو ابکم۔ ترجمہ:۔ (اے لوگو اپنے دروازوں کو بند کرو) اس کے سننے سے لوگوں میں ایک بیداری تو پیدا ہوئی لیکن کوئی شخص اٹھا نہیں دوسری مرتبہ آواز آئی ایھا الناس سدوا ابوا بکم قبل ان ینزل العذاب۔ ترجمہ:۔ (اے لوگو! اپنے دروازوں کو بند کرو عذاب نازل ہونے سے پہلے)۔

سب کے سب باہر نکل آئے اور حضور ﷺ کے پاس پہنچے۔ علی مرتضیٰ بھی تشریف لائے اور حضور ﷺ کے پاس کھڑے ہوگئے۔ آپ نے فرمایا تم کیوں کھڑے ہو۔ یہاں سے جاؤ اپنے گھر بیٹھو اور اپنے گھر کے دروازوں کو بدستور چھوڑ دو۔ لوگوں میں اس بات کے سننے سے چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور دلوں میں وسوسے پڑے۔ سرور انبیاء ﷺ کو غصہ آیا' منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ایک مسجد بناؤ جو عمارت کی صفت سے موصوف ہو لیکن اس میں سوائے تمہارے اور ہارون کے کوئی نہیں رہ سکتا۔ ہارون کے لڑکے شبر و شبیر بھی رہیں۔ اسی طرح سے مجھ پر وحی بھیجی گئی کہ ایک پاک مسجد بناؤں اور اس میں کوئی نہ رہے۔ سوائے میرے اور علی اور ان کے بیٹے حسن و حسین کے۔ میں مدینہ میں آیا اور ایک مسجد بنائی۔ مجھ کو مدینہ میں آنے اور مسجد بنانے میں ہرگز کوئی اختیار نہ تھا۔ میں وہی کام کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کراتا ہے اور میں کچھ نہیں جانتا۔ مگر جو بات کہ وہ بتلاتے ہیں میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر باہر آیا۔ قبائل انصار میرے سامنے آئے تاکہ ان کے پاس اتر کر سکونت اختیار کروں۔ میں ان کے کہنے پر نہیں اترا۔ میں نے کہا کہ میری اونٹنی کا راستہ تنگ مت کرو وہ حکم کی گئی ہے جس جگہ بیٹھے گی میری جائے قیام وہی ہوگی۔ خدا کی قسم میں نے نہ دروازوں کو بند کیا ہے نہ کھولا

ہے اور علی کو میں نہیں لایا ہوں ان کو خدا لایا ہے اس میں میں کیا کر سکتا ہوں۔

حق تو یہ ہے کہ ابی بکر کی حدیث بھی اپنی صحت کی وجہ سے واجب القبول ہے اور علی کی حدیث سے بھی کثرت طرق کے سبب انکار نہیں کر سکتے۔ پس دونوں احدیث حق ہیں اور توفیق کی وجہ وہ ہے جو مذکور ہوئی۔ چنانچہ شیخ ابن حجر نے علمائے حدیث سے نقل کیا ہے۔وباللّٰہ التوفیق و بیدہ ازمۃ التحقیق۔ط

باب ہفتم

حضور ﷺ کی رحلت کے بعد مسجد نبوی میں ہونے والے اضافے

مسجد نبوی ﷺ میں جو اضافے حضور ﷺ کے بعد ہوئے ہیں۔ ان میں پہلا اضافہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یا تو فرصت نہ ملی یا مصلحت کا تقاضہ تھا کہ مسجد نبوی میں کوئی تبدیلی کی جائے سوائے اس کے کہ بعض ستون گر پڑے تھے۔ آپ نے ان کی جگہ اسی قسم کے ستون کھجور کے تنوں سے لگا دیئے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اشارتاً" رسالت ماب ﷺ سے اس معاملے میں اجازت لے چکے تھے۔ اس لئے 17ہجری میں قبلہ و شام اور مغرب کی جانب اضافہ کیا اور مشرقی جانب کو چھوڑ دیا۔ اس طرف امہات المومنین کے حجرات ہیں اس صورت میں قبلہ کی طرف سے بجانب شام مسجد کا طول ایک سو چالیس گز اور اس کا عرض مشرق سے مغرب کی طرف ایک سو بیس گز ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ اگر میں حضور رسالت ماب ﷺ سے نہ سنتا جو مجھ سے فرمایا تھا کہ مسجد میں زیادتی کر۔ دنیا میں ہرگز نہ کرتا۔ اگرچہ لوگوں پر جگہ تنگ ہو جاتی۔

عمر رضی اللہ عنہ کی تعمیر بھی رسول اللہ ﷺ کے تعمیر کی طرح تھی یعنی کچی اینٹ، کھجور کی چھال اور خرمے کی لکڑیوں کے ستون تھے۔ روایت ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد کے نزدیک تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا

کہ مسجد مسلمانوں پر تنگ ہو گئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس میں وسعت کی جائے۔ مسجد کے ایک طرف تو امہات المومنین کے مکانوں کو تو ہٹانے کی مجال نہیں۔ اب رہا آپ کا مکان تو اسے یا تو فروخت کر دیجئے اور جو قیمت آپ طلب کریں گے وہ بیت المال سے ادا کر دوں گا یا جو جگہ مدینہ میں آپ پسند کریں گے اس کے عوض میں آپ کو دلادوں گا۔ یا اسکو مسلمانوں پر صدقہ کیجئے۔ آپ کو چارنا چار ان تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کر لینی چاہئے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم تمہاری ان تینوں باتوں میں سے مجھے ایک بھی منظور نہیں۔ یہ مکان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے جدا کر دیا ہے اور اس کو پسند فرمایا ہے۔

ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو اس معاملے میں حکم مقرر کیا انہوں نے ایک حدیث جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پڑھی وہ حدیث یہ ہے:۔ ابی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا حق سبحانہ' تعالیٰ نے داؤد علی نبینا و علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میرے لئے ایک مکان بناؤ کہ وہاں پر لوگ مجھے یاد کیا کریں۔ داؤد علیہ السلام نے حکم الہیٰ سے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی ایک جانب سے عمارت کا خط کسی بنی اسرائیل کے مکان کے گوشے پر واقع ہوا۔ داؤد علیہ السلام نے اس شخص سے کہا کہ تو اپنے مکان کو بیچ ڈال۔ بنی اسرائیل نے قبول نہیں کیا۔ حضرت داؤد مکان کی قیمت مقرر کرنے لگے۔ آپ جتنی قیمت زیادہ کرتے تھے صاحب خانہ اسے نہیں مانتا تھا۔ داؤد علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا کہ اس مکان کو اس سے زبردستی لے لینا چاہئے اسی وقت وحی آئی کہ اے داؤد میں نے تم کو ایک مکان بنانے کا حکم دیا ہے تاکہ لوگ اس میں میری عبادت کریں لیکن تم لوگوں کے مکان غصب کرتے ہو۔ تمہاری سزا یہ ہے کہ میں تم کو اس مکان کے بنانے سے منع کرتا ہوں۔ داؤد علیہ السلام نے التماس کی کہ خداوندا میری اولاد

میں سے کسی کو مقرر فرما جو اس مکان کو پورا کرے۔ چنانچہ سلیمان علیٰ نبینا و علیہ السلام نے ان کے بعد اس مکان کو تعمیر کرایا۔ جب ابی بن کعب نے یہ حدیث پڑھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اب میں کچھ نہ کہوں گا۔ اس کے بعد عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب میں اس مکان کو مسلمانوں کے لئے صدقہ کرتا ہوں اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے اس مکان کو مسجد میں داخل کر لیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان سے متصل ایک دوسرے مکان جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اس کا نصف حصہ ایک لاکھ درہم میں خرید کر مسجد شریف میں داخل کیا اور اس مکان کا بقیہ نصف حصہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مسجد میں داخل کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے شام کی جانب سے مشرق کی طرف مسجد کے پاس مسجد رحبہ یعنی صف تعمیر کرائی۔ اس کو بطحا بھی کہتے ہیں تاکہ اگر کوئی شخص اشعار پڑھنا چاہئے یا بہ آواز بلند باتیں کرنا چاہئے تو یہاں بیٹھے اور مسجد شریف میں کوئی شخص بلند آواز سے نہ تو باتیں کرے نہ شعر پڑھے۔ ایک دن مسجد میں دو آدمی بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی سے فرمایا کہ جاؤ دیکھو تو یہ کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے واپس آکر عرض کیا کہ یہ طائف کے باشندے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ مسافر نہ ہوتے تو اپنے کیئے کی سزا پاتے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اس میں آواز بلند کرنا جائز نہیں۔

سعید ابن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ مسجد میں بیٹھے شعر پڑھ رہے تھے۔ آپ نے تیز نظر سے ان کی طرف دیکھا۔ حسان نے کہا آپ کیا دیکھتے ہیں۔ میں تو ان کی موجودگی میں بھی شعر پڑھتا تھا جو تم سے بہتر تھے۔ یعنی سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہاں ابو ہریرہ بھی موجود تھے۔ حسان نے انکی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ

تم کو قسم ہے رب العزت کی۔ تم نے بھی پیغمبر خدا ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھےاللھم ایدحسانا بروح القدس۔ ترجمہ:۔(اے اللہ مدد کیجئے حسان کی بذریعہ جبرئیل کے) ابوہریرہ نے کہا اللھم نعم۔ہاں ایسا ہی فرماتے تھے جیسا کہ تم کہتے ہو۔

فائدہ: مسجد میں جن اشعار کے پڑھنے کی ممانعت آئی ہے وہ جاہلیت اور جھوٹوں کے اشعار ہیں اور وہ اشعار جن میں دروغ گوئی سے کام لیا گیا ہو ورنہ ترمذی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ایک منبر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے رکھا تھا تاکہ اس پر کھڑے ہو کر کفار کی ہجو کریں اور فیصلہ کن بات۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ الشعر کلام حسنة حسن و قبیحه قبیحے۔ترجمہ:۔(شعر ایک کلام ہے اس کے عمدہ مضامین اچھے ہیں اور برے مضامین برے ہیں)۔

دوسرا اضافہ امیرالمومنین: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اضافہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اضافہ سے بہت زیادہ تھا۔ آپ نے اس کی دیواریں اور ستون منقش پتھروں سے بنوائے اور چھت ساکھو کی لکڑی سے تیار کرائی اور تعمیر اول جو حضور ﷺ کے زمانہ کی تھی اور جس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اضافہ فرمایا تھا اس کو شہید کر دیا اور اس کے ستونوں کو لوہے اور رانگ سے مضبوط کیا۔ حضرت عثمان نے زیادہ اضافہ شام کی جانب فرمایا یہ حصہ مسجد کی شمالی جانب ہے یہ اضافہ قبلہ اور مغرب کی جانب بہت کم ہے۔ مشرقی جانب کو حجرات شریف کے حرمت کی وجہ سے اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے تعمیر کی ابتدا ربیع الاول 29ہجری میں اس کی تکمیل پہلی محرم30ھ میں ہوئی۔ کام کرنے کی پوری مدت دس مہینے تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ آپکی تعمیر آپ کی خلافت کے آخر سنہ میں ہوئی۔ آپ کا آخری سال خلافت 35 ہجری ہے۔ قول اول زیادہ مشہور ہے۔ واللہ اعلم۔۔

صحیح مسلم میں آیا ہے کہ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس معاملے میں تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے من نبی مسجد اللّٰہ نبی اللّٰہ لہ بیتانی الجنۃ ترجمہ:۔ (جو شخص اللہ کے لئے مسجد بناتا ہے اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناتا ہے) غالباً لوگوں کا اس امر میں تعاون سے انکار کر دینا تعمیر اول کے گرانے اور پتھروں کو منقش کرنے کے خیال سے تھا۔ مسجد میں وسعت اور اضافہ کی وجہ سے لوگوں نے انکار نہیں کیا تھا۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اضافہ فرمایا تھا۔ مسجد میں توسیع اور اضافہ کی اجازت حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی مرحمت فرما چکے تھے۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس میری مسجد کو ضعاء یمن تک بنا دیا جائے تو بھی یہ میری ہی مسجد رہے گی۔ بیان کرتے ہیں کہ 24 ھ میں جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے تو لوگوں نے مسجد کے تنگ ہونے کی شکایت کی۔ یہ تنگی جمعہ کے دن ہو جایا کرتی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس شکایت پر "مشورتا" ان صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے جو اہل فتویٰ اور اصحاب رائے سمجھے جاتے تھے۔ مسجد نبوی میں توسیع اور اضافہ پر جب سب نے اتفاق کر لیا تو آپ منبر پر تشریف لائے اور اسکے متعلق ایک خطبہ ارشاد فرمایا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل اور صحابہ کے اجماع کو دلیل میں پیش فرمایا۔ چنانچہ اس وقت تک لوگوں کے دلوں میں شبہ کا جو غبار بیٹھ گیا تھا وہ دور ہو گیا اس کے بعد آپ نے معماروں کو طلب فرمایا اور مسجد کی تعمیر شروع کرادی۔ آپ بذات خود کام کرتے تھے۔ صیام دہر اور قیام لیل ہونے کے باوجود آپ مسجد سے باہر نہیں آتے تھے۔ ابن شیبہ، کعب اخبار سے روایت کرتے ہیں کہ اس وقت جب عثمان رضی اللہ عنہ تعمیر کرا رہے تھے کعب احبار کہتے تھے کہ کاش یہ تعمیر پوری نہ ہو اگر اس کی ایک

سمت بن چکے تو یہ دوسری طرف سے گر جائے لوگوں نے دریافت کیا اے ابا اسحٰق ایسا کیوں کہتے ہو۔ کیا تم نے یہ حدیث نہیں روایت کی ہے کہ اس مسجد میں ایک نماز ان ہزار نمازوں سے افضل ہے جو دوسری مسجد میں پڑھی جائیں۔ مسجد حرام اس سے مستثنیٰ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں اب بھی اسی اعتقاد پر ہوں لیکن جب یہ عمارت تیار ہو جائے گی تو فتنہ آسمان سے نازل ہوگا وہ فتنہ نازل ہونے کے لئے تیار ہے اس فتنہ اور زمین میں ایک بالشت سے زائد فاصلہ نہیں ہے۔ لیکن اس کا نزول اس عمارت کے تمام ہونے پر موقوف ہے۔ جس دن یہ عمارت تکمیل کو پہنچے گی تو وہ فتنہ آیا ہی سمجھو۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ کیا فتنہ ہے۔ کہا کہ وہ فتنہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہو جانا۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ ان کا قتل کیا مثل قتل عمر ابن خطاب کے نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا بلکہ اس سے لاکھ درجہ زائد ہے۔ اس قتل کے بعد عدن سے لے کر روم تک قتل عام ہوگا اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ کعب کا اشارہ ان باتوں کی طرف تھا جو اکثر لوگ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے اپنے دلوں میں رکھے ہوئے تھے پھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد کو شہید کرنا اور اس میں تبدیلی کرنا ان باتوں کے لئے اشتعال انگیز ثابت ہوا اور وہ جماعت جو انتقام کی فکر میں رہتی تھی اس نے اپنے ارادہ کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل تک ملتوی کر رکھا تھا تاکہ اس کی فراغت کے بعد فتنہ کو با یکجہتہ کریں اور اکثر لڑائیوں کا قوی سبب جو آخر زمانہ مروانیہ تک وجود میں آتی رہیں یہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل تھا۔ آپ کے قتل کے انتقام کا جذبہ ہی ان سب میں کار فرما رہا ہے۔ واقعہ حرہ کے بیان میں اس کا کچھ اشارہ مل سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(3) تغیر: جو اس مسجد شریف میں ہوا یہ اضافہ ولید ابن عبدالملک بن مروان نے کیا تھا اس سے پہلے خلفاء یا امراء میں سے کسی نے بھی عمارت عثمانی میں

دست اندازی نہیں کی تھی۔ اس وقت ولید کی جانب سے عمر بن عبدالعزیز مدینہ منورہ کے عامل تھے۔ ولید نے ان کو لکھا کہ مسجد نبوی کے گرداگرد جس شخص کا بھی مکان ہو اس سے خرید لو اگر کوئی بیچنے سے انکار کرے اس کے مکان کو گرا دو اور اس کے عوض مال دیدیو اگر وہ عوض لینے سے بھی انکار کرے تو مکان لے لو اور اس کی قیمت کو فقراء میں تقسیم کردو۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے حجرات بھی مسجد میں داخل کرلو۔

عمر بن عبدالعزیز نے ولید کے حکم کے موافق عمل کیا اور حجروں کو ختم کرکے مسجد میں داخل کرلیا۔ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں جس دن ولید کا حکم آیا اور امہات المومنین کے حجرے منہدم کئے جانے لگے تو لوگ ایک عظیم مصیبت میں مبتلا ہوگئے۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کو دیکھ کر روتا نہ ہو۔ سعید بن المسیب کہتے تھے۔ کاش رسول خدا ﷺ کے حجروں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تاکہ لوگ یہ دیکھتے کہ حضور ﷺ نے اس دارفانی میں کس طرح زندگی بسر کی ہے۔ ابن زبالہ بعض اہل علم سے روایت کرتے ہیں کہ جب ولید بن عبدالملک حج کے لئے آیا تو ارکان حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ بھی آیا۔ وہ ایک دن منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے جمال پر پڑی جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے آئینہ ان کے ہاتھ میں تھا اس میں آپ اپنے جمال جہاں آرا کو دیکھ رہے تھے۔ ولید نے منبر سے اتر کر عمر ابن عبدالعزیز کو بلاکر ڈانٹا کہ ان کو ابھی تک کس لئے یہاں چھوڑ رکھا ہے انہیں تم نے باہر کیوں نہیں نکالا۔ میں نہیں چاہتا کہ ان کو اس کے بعد بھی یہاں دیکھوں مکان کو ان سے خرید کر مسجد میں داخل کرلو۔

فاطمہ بنت حسین اور حسن بن حسن نیز ان کی اولاد رضی اللہ عنہم گھر میں موجود تھے۔ انہوں نے باہر آنے سے انکار کیا۔ ولید نے حکم دیا کہ اگر یہ

لوگ باہر نہ نکلیں تو مکان کو ان ہی پر گرا دو اور مکان کا سامان ان کی رضامندی کے بغیر ہی باہر پھینک دو' مکان کو ویران کردو۔

یہ حضرات مجبوراً باہر نکلے اور روزروشن میں اہل بیت کی پردہ نشین مدینہ منورہ سے باہر چلی گئیں ایک مکان اپنی سکونت کے لئے اختیار کیا۔ بعض روایتوں میں یہ واقعہ ولید کی آمد سے پہلے کا ہے جو ولید کے حکم سابق کی وجہ سے عمرابن عبدالعزیز سے واقع ہوا تھا۔ عمرابن عبدالعزیز سات ہزار دینار مکان کی قیمت میں ان کو دیتے تھے حسن ابن حسن رضی اللہ عنہما نے قسم کھائی کہ ہم قیمت نہیں لیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز نے یہ واقعہ ولید کو لکھا کہ وہ قیمت لینے سے انکار کرتے ہیں اس نے حکم بھیجا کہ اگر قیمت نہیں لیتے تو نہ لیں۔ بہتر ہے تم مکان کو لے لو اور ان کو باہر کردو۔ مکان کی قیمت بیت المال میں جمع کردو۔

ایسا ہی جھگڑا حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے سلسلے میں پیش آیا۔ حضرت حفصہ عمربن الخطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور یہ حجرہ ان کی اولاد کے قبضہ میں تھا ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس مکان سے ہرگز نہ نکلیں گے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے مکان کی قیمت نہ لیں گے اس زمانے میں حجاج بن یوسف مدینہ ہی میں تھا اس نے حکم دیا کہ مکان کو ان کے اوپر گرا دو لیکن جب یہ مقدمہ ولید کے پاس پہنچا تو اس نے عمربن عبدالعزیز کو لکھا کہ عمربن خطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد کے راضی کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے۔ مکان کی قیمت دو اگر وہ نہ لیں تو ان کا احترام کرو اور مکان کا ایک ٹکڑا ان کے لئے چھوڑ دو اور اس میں ایک دروازہ بھی مسجد کی جانب چھوڑ دو۔

ولید کے زمانہ میں مسجد کا طول دو سو گز اور چوڑائی 167 گز تھی۔ اس نے عمارت کے بنانے میں انتہائی تکلف سے کام لیا۔ چھت' دیوار اور ستون سب کے سب منقش' سنہرے بنائے ولید نے قیصرروم کو لکھا تو اس نے اپنے

شہر کو چالیس استاد فن، چالیس قبطی، اسی ہزار دینار اور چاندی کی زنجیریں اور قندیلیں روانہ کردیں۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ چالیس ہزار مثقال سونا اور طرح طرح کا سامان بھی اس کے ساتھ پیش کیا تھا۔ محراب کی جو علامت اس وقت مسجدوں میں رائج ہے اسی کی ایجاد ہے یہ اس سے پہلے نہ تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رومی معمار نے یہ چاہا تھا کہ حجرہ شریف میں پیشاب کرے۔ وہ یہ مذموم ارادہ کرتے ہی زمین پر گر پڑا اور اس کا سرپاش پاش ہوگیا۔ ان معماروں میں سے بعض نے اس کی یہ حالت دیکھ کر اسلام قبول کرلیا۔ انہیں معماروں میں سے کسی شخص نے مسجد میں قبلہ رخ دیوار پر خنزیر کی صورت بنا دی۔ عمر ابن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دو۔ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص کسی درخت کا نقشہ بہتر کھینچتا اس کو مزدوری سے تیس درہم زائد انعام کے طور پر دیئے جاتے تھے۔ ابن زبالہ بیان کرتے ہیں کہ جب ولید مدینہ میں آیا مسجد کی تعمیر پوری ہوچکی تھی ایک روز مسجد کی عمارت دیکھنے کے لئے ٹہل رہا تھا جب اس کی نظر مسجد کے حجرے کی چھت پر پڑی تو بہت تعریف کی اور کہا کہ تمام مسجد کی چھت ایسی ہی کیوں نہ بنائی گئی۔ عمر نے کہا کہ اس کے لئے بہت رقم چاہئے تھی تب ایسی بنتی۔ ولید نے کہا کیا ہوا جو کچھ چاہئے تھا خرچ کرتے۔ عمر نے کہا اے امیرالمومنین آپ کو کچھ خبر ہے کہ محض قبلہ کی دیوار پر کس قدر خرچ ہوا ہے۔ پینتالیس ہزار دینار تو صرف اس کے نقش و نگار کا خرچ ہے۔ ولید نے جب یہ بات سنی تو پشیمان ہوا اور کہنے لگا کہ اس قدر خرچ کس واسطے کیا۔ شاید یہ خزانہ تم نے اپنے باپ کا سمجھ رکھا تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ ولید جب یہ مسجد دیکھ رہا تھا تو عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے بھی کوئی وہاں موجود تھا ولید نے اس سے کہا کہ دیکھو تمہارے باپ کی عمارت کیا تھی اور ہماری عمارت کیسی ہے انہوں نے کہا کہ ہاں میرے باپ کی عمارت تو مسجدوں کی سی تھی اور تمہاری عمارت گرجوں کی سی

ہے۔

ولید کی تعمیر کی ابتدا 88ہجری میں اور انتہا 91 ہجری میں ہوئی تھی۔ تین سال تک تعمیر کا کام جاری رہا۔ اس عمارت میں مسجد کے چاروں کونوں پر چار مینار تھے لیکن اس کے بعد جب سلیمان بن عبدالملک حج کو آیا تو جو منار باب السلام کے پاس تھا اس جگہ مروان کا گھر تھا۔ مروان کے مکان کے صحن میں اس کا سایہ پڑتا تھا حکم دیا کہ اس منارہ کو گرا دیا جائے۔ سمنودی کے ظاہری کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعمیر سے پہلے منار کا دستور نہ تھا واللہ اعلم۔ اسی کے زمانے میں مسجد نبوی ﷺ میں نماز جنازہ کی ادائیگی ممنوع قرار پائی۔

(4): توسیع مہدی کی طرف سے ہوئی۔ یہ خلفائے عباسیہ میں سے ہیں۔ مہدی عباسی سے پہلے کسی شخص نے بھی ولید کی عمارت پر توسیع نہیں کی تھی۔ مہدی نے یہ توسیع 161 ہجری میں کی۔ فقط دس ستون مسجد میں بجانب شام بنوا دیئے اور اس نے تکلف کا وہی طریقہ برقرار رکھا جو ولید کی عمارت میں پہلے سے موجود تھا۔ مہدی عباسی کے بعد کسی شخص نے توسیع نہیں کی ہے لیکن بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ 202ہجری میں خلیفہ مامون الرشید نے مہدی کی عمارت میں توسیع کی تھی۔ واللہ اعلم۔

فصل: اس حجرہ شریف کا بیان جو قبور شریف کو احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا حجرہ ہے۔ یہ بھی تمام حجرات مصطفویہ کی طرح کھجور کی چھال سے تعمیر ہوا تھا جب حکم الٰہی کے مطابق سرور انبیاء ﷺ کا مدفن یہی حجرہ شریف قرار پایا تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اسی حجرہ میں قیام فرما تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور قبر شریف کے درمیان کوئی پردہ نہ تھا۔ قبر شریف کے پاس جب لوگ کثرت سے آنے جانے لگے اور یہاں کی خاک بھی بطور تبرک لے جانے لگے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے

اس مکان کے دو حصے کر دیئے اور اپنی سکونت اور قبر شریف کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی جب تک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر اس حجرہ شریف میں نہیں بنی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی کبھی جس طرح بھی ممکن ہوتا۔ حضور ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر پر آتی رہتی تھیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں پر دفن ہوگئے تو آنے میں پردہ کا اہتمام فرمانے لگیں جب تک کامل پردہ اور پورا لباس نہ استعمال کرتیں قبروں پر نہ آیا کرتی تھیں۔

امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مسجد میں اضافہ کیا تھا تو اس حجرہ کو کچی اینٹ سے تعمیر کرا دیا تھا۔ ولید کی تعمیر کے زمانے تک یہ حجرہ برقرار رہا۔ عمر بن عبدالعزیز نے ولید ابن عبدالمالک کے حکم سے اس کو منہدم کر کے منقش پتھروں سے تیار کیا۔ اس کی پشت پر ایک دوسرا احاطہ بنوا دیا اور ان دونوں عمارتوں میں سے کسی میں کوئی دروازہ نہیں چھوڑا۔ بعض نے یہ کہا کہ شام کی جانب ایک بند دروازہ ہے لیکن تحقیق یہی ہے کہ پہلا قول صحیح ہے عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ اگر حجرہ شریف کو اس کے حال پر ہی چھوڑ دیا جائے اور اس کے گرد ایک عمارت تیار کی جائے تو زیادہ اچھا ہوگا۔ عمر نے کہا کہ مجھے امیرالمومنین نے جیسا حکم دیا ہے اس کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے محمد ابن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ نہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ اگر حجرہ شریف کو اس کے حال پر ہی چھوڑ دیا جائے اور اس کے گرد ایک عمارت تیار کی جائے تو زیادہ اچھا ہوگا عمر نے کہ وہ پاؤں امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ کا ہے جو تنگی مکان کی وجہ سے حجرہ کی بنیاد میں تھا اس لئے قبور شریف کے بننے میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر نبی ﷺ کے سینہ مبارک کے پاس ہے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ کے مقابل ہے جس کی صورت یہ ہے۔

قبر شریف سرور انبیاء ﷺ

قبر شریف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

قبر شریف عمرفاروق رضی اللہ عنہ

اس صورت میں اگر عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں حجرہ کی دیوار میں ہوتو کچھ بعید نہیں ہے۔ عمر ابن عبدالعزیز کی تعمیر کے بعد سے آج تک ان قبور کے حجرہ میں آنا ممکن ہوگیا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ پانچ سو اڑتالیس ہجری میں حجرہ شریف کے اندر ایک آواز دھماکے کی سنی گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عمارت میں سے کچھ گرا ہے۔ حجرہ میں ایک ایسے شخص کو بھیجنا تجویز کیا گیا جو مشائخ صوفیہ میں سے تھے اور طہارت' صفائی' مجاہدہ اور ریاضت جیسی صفات سے متصف تھے۔ انہوں نے مزید صفائی اور پاکیزگی کے لئے چند روز تک غذا نہ استعمال کی اس کے بعد اپنے کو رسی میں باندھ کر کھڑکی کے راستہ سے (جو چھت میں ایک طرف تھا۔ نیچے لٹکایا۔ غالباً کچھ مٹی چھت سے گری ہوئی تھی اس کو دور کیا اور اپنی داڑھی کو جھاڑو بناکر آستانہ کی صفائی کی۔ اسی تاریخ مذکورہ کے قریب قریب کسی ایسی ہی دوسری غرض سے جو اس مقام شریف کی صفائی سے تعلق رکھتی تھی۔ ایک اور شخص کو جو حجرہ شریف کی خدمت پر مامور تھے۔ عمارت کے متولی کے ساتھ نیچے اتار کر اس مکان مقدس کی صفائی کرائی اور 550ہجری میں جمال الدین اصفہانی جو صاحب کمال لوگوں میں سے ہیں' وہیں دفن کئے گئے۔ مدینہ منورہ میں جمال الدین کی نیکیاں اور بھلائیاں زمانے کے اوراق پر لکھی ہوئی ہیں اور ان کے اوصاف اور مناقبا کا ذکر مسجد شریف کے خطیبوں کی زبان پر رہتا تھا۔ حضور ﷺ کے قریب جو شرقی کھڑکی ہے اور جس کو اس زمانے میں باب جبریل کہتے ہیں اس کے مغرب میں رباط خورد ہے اور یہ رباط عجم کے نام سے مشہور ہے۔ جمال الدین یہیں دفن کئے گئے ہیں انہوں نے حجرہ شریف کے گرد ایک جالی صندل کی کھینچی تھی انہیں ایام میں ابن ابی الہیجا نے سرخ ریشمی کپڑا نقوش سے منقش سفید اس حجرہ شریف پر لٹکانے کی

غرض سے بھیجا۔ اس ریشمی کپڑا پر سورہ یٰسین لکھی ہوئی تھی۔ ابن ابی الہیجا شاہان مصر کے وزیروں میں سے تھے اور ان کا نام بعض مساجد باتورہ میں جو مسجد فتح کی سمت میں لکھا ہوا ہے۔ مذکورہ منقش خلیفہ مستغنی باللہ سے اجازت حاصل کر کے لٹکایا گیا تھا۔ اس کے بعد ہر بادشاہ نے اپنی تخت نشینی کے وقت اس پردہ کا بھیجنا اپنے فراض اور دستور میں شامل کرلیا۔ سلاطین روم کا اب تک یہی قاعدہ کہ ہے کہ ایک پردہ بھیجتے ہیں۔

678ہجری میں قلاوٗن صالحی نے تانبے کی جالیوں کے ساتھ قبہ خضرا بنوایا یا جو خطیرہ شریفہ کے اوپر مسجد کی چھت سے بلند ہے اور اب تک اسی طرح سے موجود ہے۔ اس سے پہلے قبہ کی بلندی مسجد کی چھت سے آدمی کی نصف قد سے زائد نہ تھی۔ یہ مسجد شریف جو اس وقت (1001ھ)موجود ہے وہ قا تیبا بادشاہ مصر کی تعمیر سے ہے یہ 888ھ میں آیا تھا۔ (1001ھ سے یہ مراد ہے کہ اس سن ہجری میں یہ اوراق تحریر کئے ہیں) یہ خادم حرمین شریفین بادشاہ ملوک شراکیہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس وقت میں نہایت سعادت مند تھا۔ اس کی بڑائی اور عظمت کا اظہار رباط کی تعمیر' وظائف کا تعین اور حرمین شریفین کے لئے اوقاف کے قیام سے بخوبی ہوجاتا ہے۔ قا تیبا نے ارکان حج ادا کرنے کے وقت تمام سلاطین وقت سے امتیاز حاصل کرلیا تھا۔ اس نے روضہ شریف کے فرش کو بطور تبرک اس کی قدیم حالت پر چھوڑ دیا تھا اس لئے کہ حضور ﷺ کے قدم مبارک اس خاک پر لگ چکے تھے اس لئے پتھر کا فرش لگانا اچھا نہ سمجھا۔ قا تبا کی سلطنت کی بنیاد سلاطین روم کے ہاتھ سے منقطع ہوگئی۔ اس کے بعد سلطان سلیمان رومی نے دسویں صدی کے وسط میں روضہ متبرکہ میں سنگ مرمر کا فرش لگایا۔ اب تک موجود ہے اور بعض دوسری تعمیریں بھی کیں۔ جیسے دیوار روضہ اقدس' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعمیر پر کچھ اضافہ او رجائے تہجد کی تعمیر وغیرہ یہ سب سلطان سلیمان مذکور کی یادگار ہے۔ واللہ

فصل: جملہ نادر امور اور حوادثات عجائبہ جو درحقیقت سید کائنات ﷺ کے معجزات میں سے ہیں۔

حجرہ شریف میں سرنگ لگانے کا واقعہ 557ہجری میں واقع ہوا۔ بیان کرتے ہیں کہ سلطان نورالدین محمود شہید بن عمادالدین زنگی (جس کا وزیر جمال الدین مذکور تھا) نے آقائے دو جہاں ﷺ کو ایک رات تین بار خواب میں دیکھا کہ آپ دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں کہ جلد آؤ اور یہ دو آدمی جو کھڑے ہیں مجھے ان کے شر سے بچاؤ۔ نورالدین نے اپنی دانائی سے تاڑ لیا کہ کوئی عجیب و غریب امر مدینہ منورہ میں واقع ہوا ہے اس کے لئے مدینہ منورہ ضرور پہنچ جانا چاہئے۔ سلطان مذکور اسی وقت آخر رات میں تیز رفتار اونٹنیوں پر اپنے بیس خاص آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ اپنے ساتھ کثیر مال بھی لے گیا۔ سولہ دن تک لگاتار سفر کرنے کے بعد شام کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوگئے اور فوراً ان دونوں ملعونوں کی حاضری اور شناخت کرنے کی تدبیر پیدا کی۔ نورالدین نے اعلان کیا کہ مدینہ کا ہر شخص حاضر ہو اور سلطانی سخاوت میں سے اپنا حصہ حاصل کرلے۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد ہر شخص باری باری سلطان سے ملتا وہ اس کو مالامال کرکے رخصت کردیتا مگر ان لوگوں میں وہ دونوں شکلیں نہ دکھائی دیں جو خواب میں دکھائی تھیں۔ نورالدین نے کہا کہ اہل شہر میں کوئی شخص ایسا بھی ہے جو حاضر نہ ہوا ہو لوگوں نے عرض کیا کہ اہل مدینہ میں کوئی شخص باقی نہیں رہا لیکن دو عابد و زاہد جو مغرب کے رہنے والے ہیں باقی رہ گئے ہیں یہ دونوں شب و روز عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور کسی سے بات چیت تک نہیں کرتے اور اس کے ساز و سامان سے ان کو دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی وجہ سے یہ دونوں حاضر نہ ہوسکے۔ نورالدین نے حکم دیا کہ ان دونوں کو بھی لایا جائے جب وہ دونوں

سامنے آئے تو بادشاہ نے پہلی ہی نظر میں انہیں پہچان لیا کہ یہی وہ ہیں جن کی طرف خواب میں حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔ نورالدین نے دریافت کیا کہ تم لوگ کہاں رہتے ہو۔

انہوں نے جواب دیا کہ حجرہ شریف کے مغربی جانب (اس وقت یہ مکان کھنڈر پڑا ہوا ہے) رہتے ہیں اس مکان سے ایک کھڑکی مسجد کی دیوار میں چھٹی ہوئی ہے۔ سلطان نے یہ معلوم کر کے ان کو تو وہیں چھوڑا اور خود اس مکان میں پہنچ گیا جس میں یہ دونوں مقیم تھے۔ دیکھا کہ ایک طاق میں دو قرآن مجید اور وعظ کی چند کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک طرف غرباء اور مساکین کے واسطے کچھ غلہ رکھا تھا ان کے سونے کی جگہ ایک چٹائی پڑی ہوئی تھی۔ سلطان شہید نے چٹائی کو اٹھایا تو وہاں سے ایک گہرا گڑھا برآمد ہوا جو خواب گاہ نبوی ﷺ کی طرف کھودا ہوا تھا۔ اس کے ایک گوشہ میں ایک کنواں دیکھا جس میں گڑھے کی مٹی ڈالی جاتی تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ چمڑے کے تھیلے رکھے پائے۔ رات کو مٹی اس میں بھر کر بقیع کے اطراف میں لے جا کر ڈالتے تھے ان کو ڈرا دھمکا کر اس حرکت کا سبب دریافت کیا تو ان کو ظاہر کرنا پڑا کہ ہم عیسائی ہیں اور نصاریٰ نے ہم کو مغربی حاجیوں کے لباس میں مال کثیر دیکر اس لئے بھیجا تھا کہ ہم کسی حیلہ سے حجرہ شریف میں داخل ہو کر حضور سید کائنات ﷺ کے جسم مبارک کے ساتھ گستاخی کریں جس رات میں یہ نقب قبر شریف کے قریب پہنچنے والی تھی کثرت سے بادل آیا بارش ہونے لگی اور گرج و چمک سے زلزلہ عظیم پیدا ہو گیا اسی رات کی صبح کو سلطان نورالدین پہنچ گئے۔

ان باتوں کے سننے سے سلطان کی آتش غضب برانگیختہ ہو گئی ساتھ ہی رقت بھی طاری ہو گئی وہ بہت رویا اور حجرہ شریف کی جالی کے نیچے ان دونوں پلیدوں کی گردن اڑا دی گئی اور دن کے آخری حصے میں ان کی منحوس لاش کو

جلاکر خاک کردیا گیا اس کے بعد حجرہ کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا پھر سیسہ پگھلا کر اس خندق میں بھروا دیا تاکہ کسی مفسد ملعون کے لئے قبر شریف تک پہنچنا مشکل ہو جائے۔ ایک دوسری روایت میں ایک یہ واقعہ لکھا ہے جس کو ابن النجار نے تاریخ بغداد میں بیان کیا ہے کہ بعضے زندیق جو امراء عبیدیہ سے تعلقات رکھتے تھے یہی لوگ مصر کے حاکم تھے اور حرمین شریفین کی ولایت بھی انہیں کے قبضہ تصرف میں تھی۔ تاریخ دانوں پر ان بدبختوں کی حالت واضح ہے انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر حضور ﷺ' ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے اجسام مبارک مصر میں منتقل کرلئے جائیں تو ساکنان مصر کے لئے ایک بڑی منقبت حاصل ہو جائے اور تمام دنیا کی مخلوق زیارت کے لئے اس ملک میں آنے لگے۔ حاکم مصر نے اس خیال محال کے پیش نظر ایک عظیم الشان عمارت اور اس کا شاندار احاطہ تعمیر کرایا۔ اس کے بعد اپنے ایک معتمد کو جس کو ابوالفتوح کہتے تھے قبور شریف سے تینوں اجسام پاک کو نکال لانے کے لئے مدینہ منورہ روانہ کردیا۔ اس شہر مبارک کے اکابرین اور باشندے ابوالفتوح کی آمد اور اس آمد کے مقصد سے پہلے ہی واقف ہو چکے تھے۔ پہلی ہی مجلس میں جب اس کو دیکھا تو ایک قاری نے اس آیت کریمہ کی تلاوت شروع کردی۔ وان نکثوا ایمانهم من بعد عهدهم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمته الکفر انهم لا ایمان لهم لعلهم ینتهون الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانهم وهموا باخراج الرسول انکنتم مومنین۔ ترجمہ:۔ (اگر وہ لوگ اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں بعد عہد کرلینے کے اور طعنہ ماریں تمہارے دین میں کفر کے سرداروں سے لڑو بے شک ان کی قسم نہیں باقی رہی تاکہ وہ باز رہیں کیوں نہیں جہاد کرتے ہو تم اس قوم سے کہ جنہوں نے توڑ ڈالا ان قسموں کو اور ارادہ کیا رسول کے نکالنے کا اگر تم ایمان والے ہو آیت کریمہ کچھ ایسی عظمت اور پر شکوہ انداز میں پڑھی کہ لوگوں میں ایک حرکت

جذبہ پیدا ہوگیا حاضرین مجلس نے ارادہ کیا کہ ابوالفتوح کو اسی وقت قتل کردیں لیکن چونکہ اس شہر کی حکومت انہیں بدبختوں کے ہاتھوں میں تھی اس لیے قتل میں جلدی نہ کی۔ ابوالفتوح بھی خوفزدہ ہوگیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم اگر اس کام میں میرا سر بھی چلا جائے تو بھی میں راضی نہ ہوں گا اور اپنا ہاتھ قبر شریف کی طرف کبھی بھی دراز نہ کروں گا۔

اسی رات میں اتنی زبردست آندھی آئی جس سے ایسا محسوس ہونے لگا کہ کرۂ زمین اس کی شدت اور زور کے ہاتھوں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جائے گا۔ اونٹ اپنے پالانوں سمیت اور گھوڑے اپنی زین کے ساتھ گیند کی طرح ڈھلکتے تھے ابوالفتوح نے جب یہ حالت دیکھی تو اس پر عبرت اور خوف کی کیفیت طاری ہوگئی۔ دل سے حاکم کا خوف جاتا رہا وہ اپنے خیال بد سے قطعی طور پر باز رہا اور سلامتی اور سچی نیت کے ساتھ واپس چلا گیا۔ انہی عجیب و غریب واقعات میں واقعہ خسف بھی ہے جو بعض بے دینوں کا واقعہ ہے۔

ریاض نضرہ میں محب طبری بیان کرتے ہیں کہ حلب کے رافضیوں کی ایک جماعت مدینہ منورہ کے امیر کے پاس آئی۔ یہ جماعت اپنے ساتھ بہت سا قیمتی سامان اور قیمتی تحائف بھی لائی تھی۔ اس نے یہ چیزیں مدینہ کے امیر کی خدمت میں پیش کردیں اور اس کے عوض میں امیر سے یہ طے کیا کہ حجرہ شریف میں ایک طرف سے ابوبکر صدیق اور عمرفاروق رضی اللہ عنہما کے جسموں کو نکال لے جائیں۔ مدینہ کے امیر نے اپنی مذہبی بے حسی اور حب دنیا کی وجہ سے اس بات کو قبول کرلیا اور انہیں اس بات کی اجازت دیدی۔ امیرمدینہ نے حرم شریف کے ارکان کو حکم دیا کہ جب یہ جماعت آئے تو ان کے لئے حرم کا دروازہ کھول دینا اور اس میں یہ لوگ جو کام کرنا چاہیں مت منع کرنا دربان کا بیان ہے کہ جب عشاء کی نماز ہوچکی اور سب دروازے بند ہوگئے تو چالیس آدمی کدال، شمع اور گرانے اور کھودنے کے اوزار لے کر

آگئے۔ یہ لوگ باب السلام کے دروازے پر آکر کھڑے ہوگئے اور دروازہ کھٹکھٹایا میں نے امیر کے حکم کے مطابق دروازہ کھول دیا اور ایک گوشے میں جاکر بیٹھ گیا۔ میں روتا تھا اور دل میں سوچتا تھا کہ کب قیامت قائم ہوگی لیکن سبحان اللہ ابھی یہ لوگ منبر شریف کے مقابل بھی نہیں پہنچے تھے کہ ان سب کو ان کے اسباب و آلات سمیت (جو ان کے ساتھ تھے) اس ستون کے نزدیک جو توسیع عثمان کے قریب ہے زمین نے نگل لیا۔ امیر مدینہ ان کی واپسی کا منتظر تھا اور اس تاخیر کا سبب سوچ رہا تھا اس نے مجھ کو بلایا اور پوچھا کہ جماعت کا کیا حال ہے میں نے جو کچھ دیکھا تھا صاف صاف بیان کردیا اور پوچھا کہ جماعت کا کیا حال ہے میں نے امیر نے کہا کیا تو دیوانہ ہوگیا سوچ سمجھ کربات کر۔ میں نے جواب دیا کہ آپ خود تشریف لے چلیں اور دیکھ لیں کہ خسف کا اثر اور بعض کپڑے جو قریب ہی اوپر تھے باقی ہیں۔ طبری اس قصہ کی نسبت ان ثقہ لوگوں کی طرف کرتے ہیں جو سچائی اور دیانت میں مشہور ہیں مدینہ منورہ کے بعض مورخین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ سمنودی میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ہشتم

مسجد شریف کے فضائل اور روضہ مبارک کی خصوصیات

منجملہ فضائل مسجد نبوی ﷺ کے وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری میں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلوٰۃ فیما سواہ من المساجد الا المسجد الحرام ترجمہ:۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز بہتر ہے ہزاروں نماز سے جو اس کے سوا اور مسجدیں ہیں سوائے مسجد حرام کے) اس حدیث کو مسلم نے بھی تھوڑے سے اضافہ کے ساتھ روایت کیا ہے فانی اخر الانبیاء ومسجدی اخر المساجد ترجمہ:۔ (میں آخرالانبیاء ہوں اور میری مسجد آخرالمساجد ہے) مدینہ منورہ کی مسجد میں ایک نماز کی فضیلت دوسرے انبیاء کی مساجد کی ہزار نماز کے برابر ہے ان میں مسجد اقصیٰ بھی شامل ہے جو سلیمان علیہ السلام کی مسجد ہے۔ مسجد حرام اس سے مستثنیٰ ہے جو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی ہے چنانچہ دوسری حدیثوں میں یہی مضمون بالتصریح آیا ہے۔ طبرانی نے معجم کبیر میں ثقہ لوگوں سے نقل کیا ہے کہ ایک بار ارقم حضور ﷺ کے پاس آئے اور حضور ﷺ سے بیت المقدس جانے کی اجازت طلب کی آپ نے دریافت فرمایا کہ کیوں جاتے ہو کیا تجارت کا قصد ہے؟ ارقم نے عرض کیا نہیں۔ میں وہاں صرف اس لئے جانا چاہتا ہوں کہ وہاں نماز ادا

کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری مسجد کی ایک نماز وہاں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے اور بعض حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ بیت المقدس میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزار نمازوں کے برابر ہے مدینہ کی مسجد میں ایک نفل نماز دوسری مسجدوں کی ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے لیکن اس میں مسجد حرام کا استثنیٰ ہے الاالمسجدالحرام۔ اس میں دو احتمال موجود ہیں یا تو مکہ اور مدینہ کی مسجد میں برابری ہے یا مکہ کی مسجد میں فضیلت کی زیادتی ہے مدینہ کی مسجد پر لیکن بعض علماء نے مساوات کو ترجیح دی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کی ایک جماعت نے دوسری بات کو ترجیح دی ہے وہ کہتے ہیں کہ مدینہ کی مسجد میں نماز تمام مسجدوں کی نماز سے ہزار درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور مکہ مکرمہ کی مسجد ہزار سے کم فضیلت رکھتی ہے بعض مالکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ فضیلت ہزار کی نہیں سو کی ہے اور بعض نے نو سو کا ذکر کیا ہے لیکن ہرایک نے اس مسئلہ کو احادیث سے مستنبط کیا ہے۔ جمہور علماء بھی اسی طرف گئے ہیں کہ ثواب کی زیادتی میں مدینہ منورہ کی مسجد پر مسجد حرام کی فضیلت سو درجہ زیادہ ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ مسجد حرام کو مدینہ منورہ پر فضیلت حاصل ہونے کی احادیث وارد ہیں لیکن مدینہ منورہ کی مسجد کو دنیا کی دوسری تمام مساجد پرایک ہزار درجہ فضیلت حاصل ہے مگر مکہ کی مسجد کو تمام مساجد پر ایک لاکھ درجہ فضیلت حاصل ہے جیساکہ ایک حدیث میں باتشریح ہے الصلواۃ فی المسجدالحرام بمائتہ انف صلوٰۃ والصلوٰۃ فی مسجدی بالف صلوٰۃ والصلوٰۃ فی بیت المقدس نجمسمائتہ صلوٰۃ ترجمہ۔ (مسجد حرام کی نماز فضیلت رکھتی ہے لاکھ نمازوں کی اور میری مسجد میں نماز ہزار نماز کی فضیلت رکھتی ہے اور بیت المقدس میں نماز پڑھنا پانچ سو نماز کی فضیلت رکھتی ہے) احادیث کی چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسجدوں کو بعض مسجدوں پر فضیلت دینے میں جو تعداد بیان کی گئی ہے اس میں

کمی بیشی کے اعتبار سے اختلاف ہے۔ ممکن ہے کہ یہ کمی بیشی اوقات مختلفہ میں وحی سماوی کے نزول اور مساجد کے حقائق منکشف ہونے کی وجہ سے ہو حالانکہ کم تعداد کا ہونا زائد کے صحیح ہونے پر کوئی تعارض نہیں رکھتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

مدینہ منورہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے اشارتاً" کہا گیا ہے کہ نتائج کا اظہار تعداد کی کثرت اور مقدار کی زیادتی پر منحصر کیا گیا ہے لیکن ثواب کی حقیقی عظمت اور کیفیت ذاتی کی قوت پروردگار عالم کی قبولیت کے اعتبار سے ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ پروردگار عالم کے نزدیک کم تعداد کو زائد پر فضیلت حاصل ہو۔ چنانچہ یہ نکتہ اس جگہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور یہاں پر جو بات ضروری اور بیان کرنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ زیادتی فضیلت مذکورہ آیا مسجد نبوی کی ان حدود سے مخصوص ہے جو نبی ﷺ کے زمانے میں تھیں اور ان توسیعات سے پہلے کی حدود پر ہیں جو حضور ﷺ کے بعضے خلفاء و امراء کی تعمیر اور اضافہ سے پہلے تھیں یا عام ہے کہ کل توسیعات اور اضافوں پر فضیلت رکھی گئی ہے۔ مذہب مختار جو احادیث اور عمل سلف کے موافق ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے کہ وہ کامل مسجد نبوی ﷺ ہی ہے مع تمام اضافوں کے حدیث میں آیا ہے کہ لومد ھذالا مسجد الی کان مسجدی ترجمہ:۔ (اگر یہ مسجد بڑھا دی جائے صفا تک تو میری ہی مسجد ہے) اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ (لومد مسجد رسول اللّٰہ الی ذالخلیفتہ کان منہ) ترجمہ:۔ (اگر رسول اللہ ﷺ کی مسجد ذی الخلیفہ تک بڑھا دی جائے تو مسجد ہی ہے) نیز عثمان و عمر رضی اللہ عنہما کا نماز کی حالت میں محراب کے اندر کھڑا ہونا جو اس کے اضافوں میں سے ہے۔ زیادتی ثواب کے معاملہ میں اصل مسجد کے ساتھ اس کے مساوات پر ایک فیصلہ کن دلیل ہے ورنہ ان حضرات کا ایسی فضیلت کو ترک کرنا ذہن میں بھی نہیں آتا اگرچہ حضور ﷺ کی جائے

قیام کو دوسرے تمام مقامات پر افضلیت باقی ہے۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ سلف سے خلف تک کسی شخص کو اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا مقصود مخالفت کی نفی میں تاکید اور مبالغہ ہے ورنہ کوئی شک نہیں ہے کہ بعض علماء انفرادی حیثیت سے اصل مسجد کے احکام کی خصوصیت کے قائل ہوئے ہیں امام نووی کی بعض کتب میں اس مسئلہ پر اختلاف موجود ہے اگرچہ محب طبری نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے اس قول سے ہی رجوع کیا ہے (یہی اچھا ہے)۔

فائدہ: اکثر علماء کے نزدیک زیادتی مذکورہ میں فرض اور نفل برابر ہیں لیکن بعض علماء حنفیہ اور اکثر مالکیہ اس حکم کو فرض ہی کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور اس کے جواز میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ افضل صلٰوۃ المرء فی بیته الا المکتوبته ترجمہ۔ (مرد کی افضل نماز اپنے گھر میں ہے سوائے فرض کے) لیکن وضاحت سے معلوم ہوگیا کہ فضیلت۔ زیادتی رکعت کے بغیر ہوگی اور اس کے باوجود مکہ اور مدینہ کے گھروں میں ادا کی جانے والی نفل نماز اس نماز سے زیادہ ہوگی جو دوسرے شہروں کے گھروں میں ادا کی جائیں جیساکہ شیخ ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا ہے اور جس طرح ان مقامات شریفہ کی نماز کو ثواب کے معاملے میں زیادتی اور افضلیت حاصل ہے اسی طرح سے تمام نیک کاموں اور بقیہ عبادتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے چنانچہ بیہقی نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا الصلٰوۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلٰوۃ فیما سواہ الا المسجدالحرام والجمعته فی مسجدی ھذا افضل من الف جمعته فیما سواہ الا المسجدالحرام وشھر رمضان فی مسجدی ھذا افضل من الف شھر رمضان فیما سواہ الا المسجدالحرام ترجمہ۔ (نماز میری اس مسجد میں افضل ہے ہزار نمازوں سے جو دوسری مسجد میں ہوں سوائے مسجد حرام کے اور جمعہ میرا اس

مسجد میں افضل ہے ہزار جمعوں سے جو دوسری مسجد میں ہوں سوائے مسجد حرام کے اور رمضان کا مہینہ میری اس مسجد میں افضل ہے ہزار مہینے کے رمضان سے جو دوسری مسجد میں ہو۔ سوائے مسجد حرام کے) یہاں پر یہ بہت ہی واضح اور ظاہر ہے جس کے بیان کی حاجت نہیں کہ مذکورہ اعمال کی فضیلت بہ حیثیت ثواب کے ہے نہ کہ بحیثیت ساقط کرنے تکلیف شرعی کے تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ ایک دن کی نماز پڑھ لو جو ایک ہزار نماز بلکہ ایک لاکھ نماز سے کفایت کرتی ہے۔ علماء میں سے ایک شخص نے کہا ہے کہ میں نے مسجد حرام کی ایک نماز کا حساب جوڑا تو پچپن برس چھ مہینے بیس دن کے برابر نکلا۔ اس بات کے قطع نظر کہ تین مسجدوں کے سوا ہر مسجد میں اگر ایک نیکی کرو تو دس لکھی جائیں گی۔ جماعت اور مسواک کی فضیلت کے ساتھ ہی اور باتیں بھی اس درجہ فضیلت کو پہنچتی ہیں جن کا شمار کرنا بہت دشوار ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ احمد اور طبرانی ثقہ لوگوں کے ذریعہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ من صلے فی مسجدی اربعین صلوٰۃ وزادالطبرانی لا تفعوتہ صلوٰۃ کتب لہ براۃ من النار وبراۃ من العذاب وبراۃ من النفاق ترجمہ۔ (جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھے اور طبرانی نے اضافہ کیا ہے کہ نہ فوت ہو اس سے کوئی نماز تو اللہ عزوجل کے ہاں اس لئے آگ سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔ نجات اورعذاب سے اور نفاق سے) چالیس کے عدد میں جو حکمت ہے اس کو اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے لیکن اس بات کی حصولیابی صدق اور اخلاص کے بغیر کسی منافق کو میسر نہیں آسکتی۔ نفاق بدترین مرض ہے جب اس سے خلاصی ہوجائے تو سمجھ لو کہ یقیناً دنیا اور آخرت کے عذاب سے چھٹکارا حاصل ہوگیا ہے اور دارین کی سعادت مترتب ہوگئی ہے۔ ایک حدیث بیہقی نے روایت کی ہے کہ جو شخص بہ طہارت اپنے گھر سے اس غرض سے نکلے کہ میری مسجد

میں ایک نماز ادا کرے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ایک حج کامل کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص اس مسجد میں اچھی بات سیکھنے یا سکھانے کی غرض سے آئے وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے جو راہ خدا میں جہاد کرتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اس نیت سے نہ آئے بلکہ اس کی غرض مخلوق کی مصاحبت یا ان سے باتیں کرنا ہو تو اس کی مثال اس شخص جیسی ہوگی جو اپنے محبوب کو دوسروں کے قبضے میں دیکھتا ہو۔

فصل: روضہ مبارک اور منبر شریف کی فضیلت کے بیان میں:۔ بخاری اور مسلم میں ہے مابین بیتی و منبری روضتہ من ریاض الجنتہ۔ ترجمہ:۔ (میرے حجرے اور میرے منبر کے درمیان میں جو جگہ ہے وہ ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے) اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ مابین قبری ومنبری وزادالنجاری ومنبری علی حوضی۔ ترجمہ:۔ (میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے اور بخاری نے زیادہ کیا ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔)

اور بعض روایتوں میں ہے۔ وان منبری علٰی ترعتہ من توع الجنتہ ترجمہ:۔ (بیشک میرا منبر ترعہ کے اوپر ہے جنت کے ترعوں سے) ترعہ کی تفسیریں مختلف ہیں۔ بعض نے اس کی تفسیر دروازہ سے کی ہے۔ بعض نے زینہ سے اور بعضوں نے اس باغ سے کی ہے جو بلند جگہ پر واقع ہو۔ ایک دن سرور عالم ﷺ منبر شریف پر کھڑے تھے۔ فرمایا کہ اس وقت میرا قدم ترعہ پر ہے جنت کے ترعوں میں سے۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا میں اس وقت اپنے حوض کے عقر پر کھڑا ہوں۔ عقر وہ مقام ہے جہاں سے حوض میں پانی آتا ہے۔ منبر شریف کے نزدیک جھوٹی قسم کھانے والے پر سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر منبر شریف کے پاس کوئی شخص اس غرض سے

جھوٹی قسم کھائے کہ کسی مسلمان کا حق تلف کرے گا تو وہ دوزخ میں جانے کے لئے تیار رہے۔ حدیث میں آیا ہے فعلیہ لعنتہ اللّٰہ والملائکتہ والناس اجمعین ترجمہ:۔ (اس پر اللہ' فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے چونکہ یہ جگہ آیہ کریمہ لا یسمعون فیہا لغوا ولا کذابا کے مطابق حقیقتاً بہشت میں سے ہے حدیثوں میں آیا ہے مابین حجرتی ومصلانی روضتہ من ریاض الجنتہ ترجمہ:۔ (میرے حجرے اور میرے مصلے کے درمیان میں جنت کے باغیوں سے ایک باغیچہ ہے بعضے علماء مصلے کو مسجد نبوی کا مصلہ خیال کرتے ہیں جو حجرہ شریف کے بہت قریب ہے اور بعض اس کو مصلائے عید(عیدگاہ قیاس کرتے ہیں جو مدینہ مطہرہ کی حد سے باہر مکہ مکرمہ کے راستے پر ہے لہٰذا روایت کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث سنی تو اپنا مکان مسجد اور مصلائے عید کے درمیان میں بنایا کیونکہ پوری مسجد نبوی ﷺ اس توسیع اور اضافے کے ساتھ جو بجانب مغرب ہے سب کی سب ریاض الجنت ہوگی اس کی کوئی تخصیص نہیں رہے گی کہ منبر اور حجرہ شریف کے درمیان جتنی جگہ ہے صرف وہی ریاض الجنتہ ہو۔ ان احادیث کی تحیق و تاویل میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ منبر کا حوض پر ہونا اس بات کا اشارہ ہے کہ اس کے پاس نیک عمل کئے جاتے ہیں اور اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں اس وجہ سے حضور ﷺ کے حوض پر پہنچ کر اس کا پانی پینے کو ملے گا اور بعض دوسرے علماء کا خیال ہے کہ وہ منبر شریف جس کو سرور انبیاء ﷺ نے اپنے قدموں سے مشرف فرمایا ہے کل بروز قیامت جس طرح تمام مخلوق وہاں جمع ہوگی یہ منبر بھی جس کو ترعہ جنت کہا گیا ہے حوض کے کنارے رکھا جائے گا۔ تعظیما النبیہ وتنویہا لشانہ ترجمہ:۔ (واسطے تعظیم نبی ﷺ کے اور آپ کی شان کے لئے) ایک جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ یہ خبر اس منبر کے لئے ہے جو قیامت کے دن سرور انبیاء

ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حوض پر اس منبر کے علاوہ دوسرا منبر رکھا جائے گا لیکن یہ قول حدیث کی عبارت سے بالکل علیحدہ ہے کیونکہ آپ تو فرماتے ہیں کہ میرے منبر اور میرے حجرہ کے درمیان ایک روضہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ اس کلام سے تو یہی منبر سمجھا جاتا ہے۔ روضہ مقدسہ کا ذکر بھی اسی طریقہ سے آیا ہے۔ اس میں بھی علماء اختلاف کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں پر جنت سے مراد خطہ شریف کو جنت کے باغ سے تشبیہ دینا ہے اور یہ تشبیہ خلق اللہ کے ذکر کی وجہ سے رحمت کے نزول اور سعادت کے حصول کے سبب دی گئی ہے چنانچہ مسجدوں کو ریاض جنت کے ساتھ نام رکھنا حدیث میں آیا ہے۔ اذا مررتم بریاض الجنته فارتعوا ترجمہ۔ (جب گزرو تم جنت کے باغ میں پس چگو)

اس حدیث کے اشارہ کا مدار اس پر پڑتا ہے خاص کر حضور ﷺ کے زمانے میں علوم کے ثمرات اور ذکر کے انوار لوگ آپ کی مجلس سے حاصل کیا کرتے تھے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس مقام میں عبادت اور طاعت کی شرافت کا بیان کرنا مقصود ہے کہ جو جنت میں پہنچائے گی۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ الجنته تحت ظلال السیوف والجنته تحت اقدام الامہات ترجمہ:۔ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے اور جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔) اس اعتبار سے تلواروں کا استعمال کرنا اور ماؤں کی خدمت کرنا جنت میں پہنچانے کا ذریعہ ہوں گے۔ یہ دونوں قول نہایت کمزور ہیں کیونکہ نزول رحمت اور داخلہ جنت کی وجہ سے اس کو باغ جنت سے تشبیہ دیتے ہیں اور اس قسم کے ثواب عظیم کے مترتب ہونے کا جہاں تک تعلق ہے تمام مساجد اور جملہ خطہ خیر اس میں شامل ہوجاتے ہیں یہ کچھ اسی مسجد شریف کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی رحمت خاص سے مراد لی جائے اور روضہ مبارک سے مخصوص جنت ہی کو تصور کیا جائے تو بھی یہ بات تکلف سے خالی

نہیں ہے لیکن اور تحقیق یہی ہے کہ یہاں پر حقیقی معنی ہی مراد ہیں اور حضور ﷺ کے حجرہ اور منبر شریف کے درمیان حقیقت میں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اس اعتبار سے کہ کل قیامت کے دن اس جگہ کو فردوس بریں میں داخل کردیا جائے گا اور تمام زمین کی طرح اس کو فنا و برباد نہ کیا جائے گا جیساکہ ابن فرحون اور ابن جوزی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے اور ساتھ ہی ایک جماعت کے علماء کا اتفاق بھی اس کے ساتھ شامل ہے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی اور اکثر علمائے حدیث نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے ابن ابی حمزہ جو علمائے مالکیہ میں بہت بڑے عالم ہیں' فرماتے ہیں کہ اس کا احتمال ہے۔ یہ خطہ شریف بعینہٖ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو اور وہاں سے دنیا میں بھیج دیا گیا ہو جیساکہ حجراسود اور مقام ابراہیم کی شان میں ہے اور قیامت کے قائم ہونے کے بعد اس کو اپنے اصلی مقام پر پہنچا دیا جائے۔ اور نزول رحمت و استحقاق جنت اس مقام کے مرتبہ کی عظمت کے لئے لازمی ہے اور درحقیقت یہی معانی ان تمام معنوں کے مقابلہ میں جامع ہیں جو دوسرے لوگوں نے بیان کئے ہیں اور یہ معنی اس خاص راز کے حاصل کرنے کے علاوہ جس کا حاصل کرنا اہل باطن کے ساتھ مخصوص ہے اور بغیر تاویل اور مجاز کے ظاہری معنی لینے سے یہ مراد ہے کہ حضور ﷺ کی عظمت اور کمال مرتبہ کو محفوظ رکھا جائے جس طرح مراتب خلیلیہ ابراہیمیہ نے ایک جنت کے پتھر سے امتیاز پایا ہے اسی طرح مرتبہ حبیبیہ محمدیہ نے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ کی وجہ سے خصوصیت پائی ہے اگر ظاہری نظر میں بھی دنیا کی تمام اراضی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس دنیا میں جب تک انسان پر طبیعت کثیفہ کا حجاب مانع ہے اور یہ عادت بشریہ سے مغلوب ہے۔ اصل حقیقت کا انکشاف اور آخرت کا ادراک اس سے نہیں ہوسکتا اور جو کلام ثواب کی فضیلت پر استدلال کرنے سے مانع ہوسکتا ہے وہ

ایسی احادیث ہیں جو جبل احد وغیرہ کی شان میں آئی ہیں جیسے کہ ارشاد ہوا کہ احد جنت کے پہاڑوں میں سے ہے اور دوسرے پہاڑ دوزخ کے پہاڑوں میں سے۔ لیکن علماء میں سے کسی شخص نے بھی یہ نہیں کہا ہے کہ احد کے قریب کی گئی عبادت جنت میں پہنچائے گی اور کسی دوسرے پہاڑ کی قربت جہنم کو آخرت میں احد جنت کے دروازہ پر ہوگا اور دوسرے پہاڑ جہنم کے کنارہ پر اس مقام پر دل میں یہ وسوسہ نہیں آنا چاہئے کہ احد کی ظاہری کیفیات میں جنّت کی نشانیاں نہیں پائی جاتیں تو یہ خطہ جبکہ حقیقتاً جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے تو یہاں پر پیاس اور برہنگی وغیرہ بھی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان چیزوں کا غیاب جنت کے خصوصیات میں سے ہے پھر پیاس اور برہنگی اس مقام پر کیوں ہوں۔ جیساکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ان لک ان لا تجوع فیھا ولا تعری ترجمہ:۔ (جنت میں نہ تم بھوکے ہوگے نہ برہنہ) تو اس کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس ٹکڑے کو جنت سے جدا کرنے کے بعد اس سے جنت کی خصوصیات جدا کردی گئی ہوں گی اور پھر حجراسود اور مقام ابراہیم کے متعلق کیا کہا جائے گا کیونکہ ان میں بھی تو جنت کے خصوصیات موجود نہیں ہیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ امور شریعت سے سنے بغیر ثابت نہیں ہوسکتے جبکہ اس کے مقابلہ میں رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے متعلق کافی دلائل موجود ہیں۔ اس لئے ان پر ایمان لانا واجب ہوگیا اور حدیث میں ایسا نہیں ہے اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ حضور ﷺ کی خبر کے مقابلے میں کوئی حجت نہیں ہوسکتی۔ رکن یمانی اور مقام ابراہیم کی حقیقت کی خبر بھی ہمیں حضور ﷺ ہی سے معلوم ہوئی ہے اسی طرح روضہ شریف اور منبر شریف کی حالت بھی آپ ہی سے ظاہر ہوئی ہے اگر مقام ابراہیم وغیرہ میں کوئی تاویل کی جائے تو یہاں بھی اس کی گنجائش ہے اور اگر مقام میں حقیقی معنے لئے جائیں تو ہمیں یہاں بھی ویسا ہی کرنا پڑے لہٰذا فرق کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

نوواں باب

مسجد قبا کی بنیاد رکھنے اور ان مساجد کے ذکر میں جو حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہیں

حضور ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا ذکر پہلے ہی آچکا ہے کہ مدینہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے حضور ﷺ کا نزول بنی عمرو بن عوف کے پاس ہوا تھا جو قبا کے باشندے تھے۔ آپ نے باختلاف روایات تین دن سے زیادہ اسی جگہ قیام فرما کر مسجد قبا کی بنیاد رکھی اور ایک روایت میں ہے کہ خود اہل قبا نے یہ درخواست کی تھی کہ ہم لوگوں کے لئے ایک مسجد بنوا دیجئے۔ آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا تم میں سے ایک شخص ہماری اونٹنی پر سوار ہو کر اسے پھرائے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور اونٹنی کی پشت پر بیٹھ گئے لیکن اونٹنی اپنی جگہ سے نہ اٹھی اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے یہ پھر بھی نہ اٹھی اس کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر اپنا پاؤں رکاب میں رکھا ہی تھا کہ اونٹنی کھڑی ہوگئی آپ نے فرمایا کہ اس کی لگام کو چھوڑ دو یہ حکم کی گئی ہے جس طرف بھی گھومے گھومنے دو۔ آخرکار اونٹنی کی سیر پر مسجد قبا تعمیر فرمائی اہل قبا کو حکم دیا کہ پتھر جمع کرو۔ آپ نے چھڑی دستی سے قبلہ کے تعین کے لئے ایک خط کھینچا اور اپنے دست اقدس سے ایک پتھر بنیاد میں رکھا اور صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ہر شخص ایک ایک پتھر ترتیب سے رکھے اور بعض روایتوں میں جو یہ آیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر قبلہ کا تعین کیا تھا تو

یہ شاید دوسری تعمیر میں ہوا ہو جو تحویل قبلہ کے بعد واقع ہوئی تھی۔ پہلی تعمیر کے زمانے میں تو قبلہ بیت المقدس کی جانب تھا۔ ثقہ روایتوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ اس مسجد کی تعمیر کے لئے بذات خود پتھر اٹھاتے تھے اور آیہ قرآنی لمسجد اسس علی التقوٰی من اول یوم ترجمہ:۔ (البتہ مسجد وہ ہے کہ جس کی بنیاد رکھی گئی ہے تقویٰ پر پہلے دن سے) کا نزول بقول اکثر مفسرین مسجد قبا کی شان میں ہے۔ دین اسلام میں یہی پہلی مسجد تعمیر ہوئی ہے اس مسجد کے متعلقین کے لئے یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ہے۔ فیہ رجال یحبون ان یطھروا واللّٰہ یحب المطھرین ترجمہ:۔ (اس مسجد میں بہت سے مرد ہیں جو طہارت کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ طاہرین کو محبوب رکھتا ہے آپ نے فرمایا کہ اے بنی عمرو تم کیا عمل کرتے ہو کہ اس قدر تعریف کے مستحق ہوگئے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم کوئی عمل نہیں جانتے سوائے اس بات کے کہ ہم ڈھیلہ استعمال کرنے کے بعد پانی سے مزید طہارت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس منقبت کا یہی سبب ہے اس لئے اس عمل کو اپنے لئے لازم کرلو۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس مسجد سے مراد مسجد اعظم نبی ﷺ ہے بعض حدیثیں بھی اس قول کی تائید میں وارد ہوئی ہیں لیکن حق بات یہ ہے کہ اس آیت کا مضمون دونوں مسجدوں پر صادق آتا ہے اور ممکن ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں جیساکہ بعض علماء حدیث کے کلام میں اسی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

امام احمد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت حضور ﷺ کے پاس آئی آپ نے فرمایا کہ مسجد تقویٰ کی طرف جاؤ ان کے پیچھے آپ بھی اس طرح تشریف لے گئے کہ آپ کے دونوں دست مبارک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ یہ حدیث

اس بات کی تائید کرتی ہے کہ مسجد تقویٰ مسجد قبا ہی کا نام ہے۔

امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا نبی ﷺ نے وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے وہ اول دن سے مسجد قبا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس مسجد میں بہت سے مرد ہیں جو طہارت کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے پاکوں کو' صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ قبا کی زیارت کے لئے کبھی سوار اور کبھی پیدل تشریف لے جاتے تھے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ایک دوسری روایت آئی ہے کہ حضور ﷺ ہر ہفتہ سوار اور پیدل مسجد قبا میں تشریف لایا کرتے تھے اور عبداللہ بن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ ابن شیبہ نے سوار کے دن کی بھی روایت کی ہے۔ محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ حضور ﷺ رمضان کی سترہ تاریخ صبح کو قبا میں تشریف لایا کرتے تھے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد قبا کی زیارت کو آئے۔ کسی شخص کو وہاں پر نہ پایا فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں نے رسول خدا ﷺ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ اپنے اصحاب کے ہمراہ اس مسجد کی تعمیر کے لئے پتھر اٹھاتے تھے۔ خدا کی قسم اگر یہ مسجد اطراف عالم کے کسی دور دراز گوشہ میں بھی ہوتی تو ہم اپنے اونٹوں کے کلیجے اس کی طلب میں فنا کر دیتے اس کے بعد آپ نے خرمہ کی شاخیں منگوائیں اور اس سے ایک جھاڑو باندھا اور کوڑا کرکٹ مسجد سے صاف کیا۔ لوگوں نے عرض کیا اے امیرالمومنین کیا ہم کافی نہیں ہیں یہ خدمت ہمیں دیجئے۔ آپ نے فرمایا واللہ تم کافی نہیں ہو۔

ابن زبالہ زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا الحمدللّٰہ الذی قرب منا مسجد قبا ولو کان بافق من الافاق نضربنا الیہ اکبار دالابل ترجمہ:۔ (اللہ کا شکر ہے کہ قریب کر دیا ہم سے مسجد قبا کو

اگر یہ دنیا کے کسی گوشہ میں ہوتی تو ہم اس کے لئے اونٹوں کے جگر کو مارتے) اور صحیح سندوں کے ساتھ متعدد طرق سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مسجد قبا میں دو رکعت نماز ادا کرنا میرے نزدیک اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ دو مرتبہ بیت المقدس کی زیارت کروں اور کہا کہ اگر تم یہ جان لو کہ اس مسجد میں کیا راز پوشیدہ ہیں تو اس کی زیارت کے لئے ہر امکانی کوشش کیا کرو اور اسی طرح سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے حدیث میں ہے من صلی فی مساجد الاربعنه غفرله ذنوبه ترجمہ:۔ (جس نے نماز پڑھی چار مسجدوں میں بخش دیئے جائیں گے گناہ اس کے) چار مسجدوں سے مراد مسجد حرام، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، مسجد اقصیٰ اور مسجد قبا ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصلوٰۃ فی مسجدقبا کعمرۃ ترجمہ:۔ (نماز پڑھنا مسجد قبا میں عمرہ کے برابر ہے) اور انہیں معنوں کی اور بہت سی حدیثیں ہیں اور بعض طرق میں چار رکعت کی تصریح آئی ہے اور صحن میں جو چبوترہ ہے، کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی یہیں بیٹھی تھی اور سمنودی نے کہا ہے کہ ابن جبیر کی بات کے علاوہ اس کلام کی اصلیت مجھے نہیں ملی لیکن لوگوں میں مشہور یہی بات ہے۔ مسجد قبا کی لمبائی، چوڑائی چھیاسٹھ گز بیان کی جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ اس کا وہ حصہ جو منار کی جانب ہے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اضافہ میں سے ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ ابن عبدالعزیز نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کے ساتھ اس کی تعمیر میں بھی تکلف کیا تھا جو طول زمانہ کے سبب سے منہدم ہوگیا اس کے بعد دنیا کے سلاطین و امراء نے یکے بعد دیگر اس کی تجدید کی اور وہ چیز جس کی وجہ سے اس مسجد شریف میں تبرک لازم ہے۔ سعد بن خثیمہ کا گھر ہے یہ بجانب قبلہ تھا۔ اس کے پہلے دروازے میں مکان کے صحن کی جانب مسجد بھی تھی جو بند کردی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلیٰ تیسرے ستون کے نزدیک ہے جبکہ اس کے سابقہ

راستے سے آیا جائے۔ مسجد کے غربی رکن کے قبلے میں ایک مقام ہے اس کو مسجد علی کہتے ہیں۔ سمنودی کہتے ہیں کہ یہ مسجد وہی سعد ابن خثیمہ کا گھر ہے جس میں حضور ﷺ نے آرام فرمایا وضو کیا اور نماز پڑھی ہے۔ بیراریس بھی مسجد قبا کے قریب ہے۔ متبرک کنوؤں کے ذکر میں اس کا بیان کیا جائے گا۔

مسجد ضرار: انصار کے ہم نشینوں کی ایک جماعت جو کفرونفاق کے مرض میں مبتلا تھی اس نے مسجد قبا کے مقابلے میں یہ مسجد بنائی تھی چونکہ اس کی تعمیر میں ان کے اغراض فاسدہ شامل تھے۔ اس لئے آیتہ کریمہ نازل ہوئی والذین اتخذوامسجداً ضراراً وکفراً الایته ترجمہ:۔ (اور وہ لوگ کہ جنہوں نے مسجد ضرار بہ نیت کفر بنائی آخر تک) بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ابوعامر نے منافقین سے کہا کہ تم ایک مسجد تعمیر کرو اور محمد ﷺ کو کسی حیلے سے نظر میں رکھے رہو میں قیصرروم کے پاس جاتا ہوں اور وہاں سے ایک بڑی فوج لاکر محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کو نکال دوں گا۔ یہ لوگ مسجد کی تعمیر سے فراغت پاکر سرور انبیاء ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم نے ایک مسجد بنائی ہے اور اس کی تکمیل سے فارغ ہوچکے ہیں اگر آپ اپنے اصحاب کے ساتھ اس مسجد میں نماز ادا فرمائیں تو اس کی برکت وسعادت کا سبب ہو۔ وحی آئی۔ لاتقم فیہ ابداً المسجد اسس علی التقوٰی من اول یوم احق ان تقوم فیہ الی قولہ واللّٰہ لا یھدی القوم الظالمین ترجمہ:۔ (آپ اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھیں بے شک وہ مسجد کہ جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ ہے۔ زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ جس جگہ مسجد قبا کی بنیاد واقع ہوئی ہے وہ جگہ ایک عورت کی ملکیت تھی اس کا نام لینہ تھا اس کا ایک گدھا تھا جو اس مسجد شریف کی جگہ میں باندھا جاتا تھا۔ مسجد ضرار والوں نے کہا کہ ہم لینہ کے

گدھے کی سار میں نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے۔ ہم اپنے لئے ایک دوسری مسجد تعمیر کریں گے تاکہ جب ابوعامر آئے تو ہمارا امام بنے۔ ابوعامر ایک کافر تھا جو خدا و رسول سے بھاگ کر اہل مکہ سے جاملا تھا۔ اس کے بعد ملک شام چلا گیا اور وہاں عیسائی ہوگیا اور اسی مذہب میں جہنم واصل ہوا۔ آخر کار بحکم خدا و رسول ﷺ مسجد ضرار کو آگ لگا کر ویران کردیا۔

طبری نے کسی عالم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مسجد ضرار کو جعفر منصور کے زمانے میں لکھا کہ اس سے دھواں نکلتا تھا۔ اس وقت اس مسجد کے کوئی آثار موجود نہ تھے اور اس کا کوئی مقام معین نہ تھا لیکن یہ مسجد قبا کے اطراف ہی میں تھی۔ واللہ اعلم

مسجد الجمعہ: اس کو مسجد الوادی اور مسجد عاتکہ بھی کہتے ہیں رسول خدا ﷺ کی تشریف آوری کے تذکرہ میں یہ معلوم ہوچکا ہے کہ جب جمعہ کے دن حضور ﷺ قبا سے مدینہ منورہ کو متوجہ ہوئے۔ ابھی آپ قبیلہ بنی سالم بن عوف میں پہنچے ہی تھے کہ جمعہ کی نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے جمعہ کی نماز اسی مقام پر ادا فرمائی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد جو سب سے پہلا جمعہ قائم ہوا وہ یہی تھا۔ اس مسجد کے قریب ایک وادی سے بنی عوف کے مکانات اس وادی کے غربی جانب واقع تھے ان کے مکانوں کے نشانات ابھی تک باقی ہیں۔ عتبان بن مالک کا مکان بھی اسی وادی میں تھا۔ عتبان کا قصہ بخاری میں ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میری نظر کمزور ہوگئی ہے جس کی وجہ سے کثرت بارش کے دوران جب سیلاب آجاتا ہے تو میں بینائی کی کمی کے سبب قبیلہ کی مسجد میں لوگوں کے ساتھ نماز باجماعت نہیں ادا کرسکتا۔ آپ میرے مکان میں تشریف لے چلیں اور وہاں ادا فرمائیں تاکہ میں اس مقام کو اپنے لئے نماز کی جگہ بنالوں اور ضرورت کے وقت وہیں نماز ادا کرلیا کروں۔

بعض علماء تاریخ نے فرمایا ہے کہ بنی سالم میں دو مسجدیں تھیں ایک تو یہی اور دوسری مسجد جمعہ ان دونوں مسجدوں میں مذکورۂ بالا مسجد چھوٹی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بڑی مسجد ہو جو حدیث میں مشہور ہے۔ اس مسجد کی قدیم عمارت منہدم ہوگئی تھی۔ 900 ہجری میں بعض عجمیوں نے اس کی تجدید کرا دی تھی اس میں ایک چھت ہے ایک احاطہ ہے اس کا طول قبلہ سے شام تک بیس گز اور عرض مشرق سے مغرب تک ساڑھے سولہ گز ہے۔

مسجد الفضیخ: اب اس کو مسجد الشمس کہتے ہیں۔ مسجد قبا کے قریب یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو مسجد قبا سے مشرقی جانب ایک بلند مقام پر سیاہ پتھروں سے بنی ہوئی ہے اس کی چھت خالی ہے۔ مربع گیارہ در گیارہ گز ہے۔ جس وقت حضور ﷺ نے بنی النضیر کا محاصرہ کیا تھا اور ان کے قریب خیمہ لگایا تھا تو چھ روز تک اس مسجد کی جگہ پر نماز ادا فرمائی تھی۔ اس کے بعد وہاں مسجد تعمیر کی گئی۔ ابن شیبہ اور ابن زبالہ بیان کرتے ہیں کہ ابوایوب اور انصار کی ایک جماعت اس مسجد کی جگہ پر بیٹھ کر فضیخ استعمال کیا کرتے تھے۔ (ہ ایک پینے کی چیز ہے) جب شراب کی حرمت کے لئے آیت نازل ہوگئی تو اس خبر کو سن کر مشکیزہ کا منہ کھول دیا اور مشک میں جتنی فضیخ تھی اسی مقام پر گرا دی۔ اس وجہ سے اس کو مسجد فضیخ کہتے ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ شاید یہ قصہ مسجد کی تعمیر سے پہلے کا ہو۔ یا شراب کی نجاست کا حکم اس کے بعد نازل ہوا ہو۔ امام احمد اپنی مسند میں ابن عمر سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ اسی مقام پر حضور ﷺ کے پاس فضیخ کا ایک کوزہ لایا گیا تھا جس کو آپ نے نوش فرمایا تھا۔ اسی سبب سے اس کو مسجد فضیخ کہتے ہیں۔ بعضے علماء اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

شیخ مجدالدین فیروز آبادی کہتے ہیں کہ مسجد شمس کے ساتھ اس مسجد کی شہرت کا کوئی ظاہری سبب نہیں ہے۔ اس کے قریب جو مکانات بنے ہوئے

ہیں ان کی جگہ بلند ہے اس بلندی کی وجہ سے جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو پہلے اس کے اوپر نمودار ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کو مسجد الشمس کہتے ہیں اور شیخ ہی نے یہ بھی کہا ہے کہ ایسا گمان نہیں کرنا چاہئے کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے آفتاب کو واپس لوٹایا گیا تھا کیونکہ واپسی آفتاب کا قصہ صہبا میں ہوا ہے اور صہبا خیبر کے شہروں میں سے ہے جس طرح قاضی عیاض نے اس کی تشریح کی ہے۔ اعادہ شمس کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حسن ثابت ہوئی ہے اور اس حدیث کے متعدد طرق ہیں۔ طحاوی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ لیکن ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ شیخ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے غلطی کی ہے جو اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

مسجد بنی قریظہ: یہ مسجد مسجد شمس کے مشرقی جانب حرہ شرقیہ کے نزدیک باغات کی نہایت پر واقع ہے۔ جس وقت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا (جو یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا) محاصرہ کیا تھا تو آپ نے اسی جگہ نزول فرمایا ایک روایت میں آیا ہے کہ اس مقام کے پڑوس میں ایک عورت کا مکان تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز ادا فرمائی تھی۔ ولید ابن عبدالملک نے مسجد کی تعمیر کے وقت اس مکان کو بھی مسجد بنی قریظہ میں داخل کر دیا۔ یہ مقام مسجد کے مغربی شمالی گوشہ میں ہے۔ قدیم عمارت میں اس جگہ پر مسجد قبا کے منار جیسا ایک منار تھا جو امتداد زمانہ کے ہاتھوں منہدم ہوگیا۔ 910 ہجری تک اس کے آثار موجود تھے اس کے بعد اس جگہ آدمی کے نصف قد کے برابر ایک چبوترہ بنا دیا گیا۔ جو اس وقت بھی موجود ہے۔ اس مسجد کی قدیم عمارت اپنی وضع، چھت ستون اور منار کی بناوٹ میں مسجد قبا جیسی تھی۔ اس وقت صرف ایک احاطہ موجود ہے۔ جو قبلہ سے شام تک چوالیس گز اور مشرق سے مغرب کی جانب ترتالیس گز ہے۔

بنی قریظہ کے محاصرہ کا قصہ یہ ہے کہ جب سرور انبیاء ﷺ غزوہ خندق سے فراغت فرما کر مدینہ منورہ کو واپس تشریف لائے ابھی آپ غسل خانہ ہی میں بیٹھے ہوئے تھے اور سر مبارک میں ایک طرف کنگھا فرما کر یہ چاہتے تھے کہ پورا غسل کر کے تھکاوٹ دور کریں کہ اچانک جبرئیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار ایک گرد آلودہ زرہ پہنے ہوئے سلطان الانبیاء کے دروازہ پر پہنچے اور عرض کیا کہ ابھی تک فرشتوں نے بدن سے ہتھیار نہیں کھولے ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ پاؤں رکاب میں رکھیئے اور بنو قریظہ پر حملہ کر دیجئے میں بھی وہیں چلتا ہوں تاکہ ان کو ان کے مکانوں سے باہر نکالا جائے اور انہیں اچھی طرح سے جھنجھوڑ دیا جائے تاکہ وہ ست اور بزدل ہو جائیں۔

جبرئیل علیہ السلام یہ خبر پہنچا کر واپس ہوئے۔ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں فرشتوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے گرد بلند ہو رہی تھی لیکن کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا آپ نے حکم فرمایا کہ بلال باواز بلند لوگوں کو مطلع کر دیں کہ جو شخص اللہ کے حکم کو سن کر اطاعت کرے وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھے اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا خاص جھنڈا دے کر انہیں لشکر اسلام کا پیش رو بنا دیا اور پچیس روز تک بنو قریظہ کو محاصرہ میں رکھا یہاں تک کہ وہ عاجز ہو گئے اور ان کے دلوں پر ایک رعب بیٹھ گیا۔ آخر کار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر جو اس قوم کے حلیف تھے قلعہ سے باہر آگئے بنو قریظہ نے یہ کہا تھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کریں گے ۔ ہم اس پر راضی ہیں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے غزوہ خندق میں ایک تیر لگا تھا جس کیوجہ سے اب تک ان کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ سرور انبیاء ﷺ نے حکم فرمایا کہ سعد بن معاذ کو حاضر کرو۔ ان کے زخم سے جو خون بہتا تھا رک گیا۔ سعد بن معاذ جب مجلس میں آگئے تو سرور انبیاء ﷺ نے بنو قریظہ سے فرمایا کو قوموا لسید کم۔ یعنی کھڑے ہو جاؤ اپنے سردار کی تعظیم کے لئے بعضے علماء نے اس قول سے مہان کی تعظیم

کے لئے کھڑے ہو جانے کی دلیل پکڑی ہے۔ لیکن علمائے محققین یہ کہتے ہیں کہ یہ قیام آنے والے کی تعظیم کا نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ خود بخود سواری سے اتر آتے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اٹھو اور ان کو اتار و اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے حکم کو اس جماعت کے لئے مخصوص کردیا تھا یہ حکم تمام حاضرین کے لئے نہ تھا۔ گویا یہ سعد بن معاذ کے فیصلے کو ماننے کے لئے تمہید تھی جو ان لوگوں کے لئے سعد بن معاذ کرنے والے تھے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے سعد بنی قریظہ کے متعلق کیا فیصلہ کرتے ہو۔ سعد نے کہامیں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کا مال مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے۔ عورتوں اور بچوں کو لونڈیاں غلام بنالیا جائے۔

حضور ﷺ نے سعد بن معاذ کی شان میں فرمایا کہ بے شک تم نے ٹھیک وہ فیصلہ کیا جو آسمانوں کے سات پردوں سے نازل ہوا ہے۔ چھ سو آدمی اور ایک روایت میں ہے کہ کچھ کم بیش کی مدینہ کے بازار میں گردنیں اڑا دی گئیں اور انا الضحوک القتول کا روز محی و ممیت کی تجلی سے ظاہر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے بچائے۔

مسجد مشربہ ام ابراہیم: یہ مسجد بنی قریظہ کے شمالی جانب حرہ شرقیہ کے نزدیک نخیل کے درمیان واقع ہے۔ جنگل میں ایک احاطہ بغیر چھت کے ہے۔ یہ قبلہ سے شام کی جانب گیارہ گز اور شرقاً غرقاً چودہ گز ہے۔ حضور ﷺ نے وہاں پر نماز ادا فرمائی ہے۔ مشربہ سے مراد باغ اور ام ابراہیم سے مراد ماریہ قبطیہ (والدہ ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ) ہیں۔ ان کا یہاں پر ایک باغ تھا اور پیدائش سیدنا ابراہیم کی بھی وہیں پر ہوئی۔ حضور ﷺ کے صدقات یہاں پر تھے جو فقراء کے لئے آپ نے وقف فرمائے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ماریہ قبطیہ نہایت ہی خوبصورت تھیں۔ حضور ﷺ کو ان کے

ساتھ بہت دلچسپی تھی سب سے پہلے آپ نے ان کو حارثہ بن نعمان کے گھر میں رکھا۔ مجھے ان کے ساتھ رہنے میں غیرت آتی تھی۔ اس لئے مدینہ میں اس جگہ پر یہ مسجد ہے ان کو لے گئے اور وہاں کبھی کبھی ان کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ مجھ پر یہ بات پہلے سے بھی سخت ہوئی۔ پھر حق سبحانہ' نے ان کو ایک لڑکا عطا کیا اور ہم اس نعمت سے محروم رہے جس وقت حضور ﷺ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ماریہ قبطیہ کے ہمراہ تھے۔ ماریہ قبطیہ کے قصے کی یہ آیتہ کریمہ نازل ہوئی اس آیت کا شان نزول یہی قصہ ہے جو مشہور ہے۔

مسجد بنی ظفر: اب اس کو مسجد بغلہ کہتے ہیں اور عوام الناس سفرہ پیغمبر کہتے ہیں۔ یہ بقیع کے مشرقی جانب اس قبا کے راستہ میں ہے جو فاطمہ بن اسد ام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضور ﷺ نے بنی ظفر کے محلّہ میں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ابن مسعود اور معاذ بن جبل وغیرہ شامل تھے پہنچ کر نماز ادا فرمائی تھی۔ وہاں پر ایک پتھر رکھا تھا۔ آپ اس پر بیٹھے اور قاری کو حکم فرمایا کہ قرآن پڑھے جب قاری اس آیت پر پہنچا ترجمہ:۔ (پس کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہرامت سے گواہ کو لائیں گے اور آپ کو ان سب کے اوپر گواہ بنائیں گے) سرور انبیاء ﷺ رونے لگے اور فرمایا کہ اے اللہ میں جن لوگوں میں موجود ہوں ان کا گواہ ہوں اور جن لوگوں کو میں نے نہیں دیکھا ہے ان کو میں کیسے جان سکتا ہوں۔

بعض علمائے تاریخ نے لکھا ہے کہ جس عورت کو حمل نہ ٹھہرتا ہو اگر وہ اس پتھر پر بیٹھے تو حمل ٹھہر جائے گا۔ اس کی یہ خصوصیت عہد مدینہ میں زمانہ قدیم سے عہد موجود تک شہرت کے درجے کو پہنچی ہوئی ہے۔ مطری کہتے ہیں کہ اس حرہ میں جو اس مسجد کے قبلہ جانب واقع ہے کئی پتھر ایسے ہیں جن کے اوپر نشانات ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ نشانات حضور ﷺ کے خچر کے کھر کے ہیں۔ ایک پتھر پر کہنی کا نشان ہے کہتے ہیں کہ سرور انبیاء ﷺ اس پتھر پر ٹیک

فرما کر کہنی مبارک رکھی تھی ایک دوسرے پتھر پہ انگلیوں کے نشانات میں لوگ ان تمام پتھروں سے برکات حاصل کرتے ہیں اور اسی محراب میں ایک ایسا پتھر ہے جس پر لکھا ہے:۔ خلد اللہ ملک الامام ابی جعفر المنصور المستنصر باللہ امیر المومنین عمر سن ثلثیں و ستماوءتہ۔

مسجد الاجابتہ: یہ بقیع کے شمالی جانب واقع ہے۔ جس جگہ شہداء کی قبور کا احاطہ ہے۔ اگر آپ اس طرف چلیں تو یہ مسجد بائیں جانب پڑے گی۔ بقیع میں یہ مسجد زمین پر واقع ہے۔ اس کا طول اور عرض قبلہ سے شام کی جانب تقریباً بیس گز اور شرقاً" غرباً" تقریباً پچیس گز ہے اس کو مسجد بنی معاویہ بھی کہتے ہیں۔ بنی معاویہ اوس کا ایک قبیلہ تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ مدینہ سے تشریف لا رہے تھے کہ آپ کا گزر بنی معاویہ کی مسجد میں ہوا۔ آپ نے اس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آپ کے ساتھ ہی صحابہ کی ایک جماعت نے بھی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ نے نہایت لمبی دعا کی جب آپ واپس ہونے لگے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین دعائیں کیں' دو قبول ہوگئیں اور ایک سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ میں نے دعا کی کہ میری امت کو قحط کی مصیبت سے نہ مارا جائے' قبول کرلی گئی۔ دوسری دعا یہ تھی کہ ان کو غرقابی سے ہلاک نہ کیا جائے یہ دعا بھی قبول کرلی گئی۔ تیسری یہ تھی کہ میری امت آپس میں خانہ جنگی نہ کرے۔ مجھے اس دعا سے منع کردیا گیا اور یہ دعا قبول نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری امت کی ہلاکت تلوار کے تحت ہوگی۔

حضور ﷺ کی دعاؤں کے قبول ہونے کی وجہ سے اس مسجد کو مسجد الاجابتہ کہتے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں ان تینوں دعاؤں میں سے ہلاکت والی دعا کا ذکر تعیین کیا ہے۔ آپ نے اس کی جگہ اس دعا کا ذکر کیا ہے کہ ان پر کافروں کو غلبہ نہ حاصل ہو۔ سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ

حضور نے نماز ادا کی اور کھڑے ہو کر دعا فرمائی۔ محمد ابن طلحہ کی روایت ہے کہ سرور انبیاء ﷺ کا مصلیٰ محراب کے دائیں جانب دو گز کے فاصلے پر تھا جو ذوق، لذت اور نور مشغولی عبادت کے بعد دعا، استغراق، حضور ﷺ کے ذکر اور اس مسجد سے باہر آنے پر یکایک قبہ شریف پر نظر پڑ جانے سے اس کے مشتاقوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کی صحیح کیفیت کا علم اس میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں ہوسکتا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ فرقت اور جدائی کی گھڑیوں کو ان اوقات بابرکات کی حمایت میں رکھے اور پھر دوبارہ ان لذات و حالات کو ہمیں میسر کرے آمین۔ {1}

{1} شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی (صاحب تصنیف ہذا نے ایک عرصہ مدینہ منورہ میں گزارا تھا اس کے بعد اپنے مرشد کے حکم سے ہندوستان واپس تشریف لائے۔ یہ عبارت اسی دور مفارقت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

مسجد طریق السافلہ: جب آپ سید الشہدا حمزہ بن عبدالمطلب کے مشہد کو تشریف لے جائیں تو یہ مسجد مشرقی راستے کے دہانی جانب پڑے گی۔ یہ مسجد ابی ذرغفاری کے نام سے بھی مشہور ہے۔ بیہقی شعب الایمان میں عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں میں مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں لیٹا ہوا تھا اچانک حضور ﷺ صحن سے متصلہ دروازے سے باہر تشریف لے گئے میں بھی حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ اسواف کے ایک باغ میں گئے۔ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے نماز کے بعد ایک نہایت ہی طویل سجدہ ادا کیا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح پاک کو علین میں بلا لیا ہے۔ اس خیال اور حالت کے پیش نظر مجھ کو رونا آگیا۔ کچھ دیر بعد آپ نے سرمبارک اوپر اٹھایا اور فرمایا کیا ہوا؟ تم کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے اتنا لمبا سجدہ فرمایا کہ مجھ کو تو خوف ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے شاید آپ کی روح پر فتوح کو آسمان پر بلالیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

دربار خداوندی سے جبریل علیہ السلام یہ وحی لائے کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے جو شخص آپ پر درود بھیجے' میں اس پر درود بھیجتا ہوں اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے' میں اس پر سلام بھیجتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ شخص آپ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اس کے لیے دس نیکیاں لکھتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ دس صلوٰۃ بھیجتا ہوں میں نے اپنے پروردگار کی اس نعمت پر اس کا سجدہ شکر ادا کیا۔

بیہقی حاکم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور سجدہ شکر کے متعلق اس سے صحیح تر ایک اور حدیث وارد ہوئی ہے اس حدیث کو امام احمد بھی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے سجدہ شکر کا ذکر بغیر نماز کے کیا ہے یہ مسجد چھوٹی ہے اور اس کا طول اور عرض صرف آٹھ گز ہے۔

مسجد البقیع: جب کوئی شخص بقیع کے دروازے سے باہر نکلے تو یہ مسجد دائیں ہاتھ پر پڑے گی۔ مشہد عقیل اور امہات المومنین کے مزارات مغربی جانب ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض علماء کو اس مسجد کے متعلق کوئی قوی سند نہیں ملی ہے اس لیے بعض یہ کہتے ہیں کہ شاید یہی وہ مقام ہے جو بقیع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید کا مصلیٰ قرار پایا تھا اور سمہودی بعضے علامات اور دلائل پر نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بظاہر یہ ابی بن کعب کی مسجد ہے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اکثر اوقات تشریف لاتے رہتے تھے اور نماز بھی ادا فرماتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو واپسی کا خوف نہ ہوتو اکثر اوقات اسی میں نماز ادا کروں۔ واللہ اعلم۔

مصلی العید: یہ مدینہ منورہ سے باہر ہے۔ مصری دروازہ کے مغربی جانب اس جگہ پر جہاں سے مکہ مکرمہ کا قافلہ آتا ہے یہ مسجد وہیں پر واقع ہے۔ 6ھ میں مدینہ منورہ کی تشریف آوری کے بعد پہلی مرتبہ عید کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہیں پڑھی تھی ابن زبالہ ابی ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں جس جگہ پہلی بار عیدالفطراور عیدالاضحیٰ ادا فرمائی وہ جگہ حکیم بن العدا کے مکان کے قریب تھی بعض اصحاب تاریخ بیان کرتے ہیں کہ باب السلام سے اس کا فاصلہ ہزار گز کا ہے اب وہاں پر ایک مسجد ہے جو مصلیٰ کے نام سے مشہور ہے اور سمہودی دلائل و علامات پر نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غالبًا یہ وہ ہی مسجد ہے جس کو مسجد علی کہتے ہیں پہلے زمانہ میں مدینہ منورہ کا بازار اسی مقام پر تھا اور حکیم ابن العدا کا مکان بھی اسی جگہ تھا۔ واللہ اعلم۔

اسی مقام پر ایک دوسری مسجد بھی ہے جس کو مسجد ابوبکر کہتے ہیں۔ یہ بھی منہدم ہوگئی تھی لیکن مدینہ کے شیخ الحرم نے اس زمانے میں اس کی تجدید کرکے دوبارہ نہایت صاف ستھری بنادی ہے۔ اس کے اردگرد رباط تعمیر کرکے پانی بھی جاری کردیا ہے اور اس کے اطراف کو سبزہ زار بنا دیا ہے۔ اس مسجد کے قریب ہی ایک پرانا باغ تھا جو عریضہ کے نام سے مشہور تھا اس کے کچھ آثار اب بھی باقی ہیں دوسری مسجد علی ہے جو اسی کے قریب واقع ہے بعضے عجمیوں نے اس کی بھی تجدید کرا دی ہے۔ یہ ایک بڑی مسجد ہے اور اس کا صحن بہت ہی کشادہ ہے۔ کہتے ہیں علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، کے محاصرہ کے زمانہ میں اپنے گھر سے نکل کر اسی مقام پر سکونت پذیر ہوگئے تھے اور عید کی نماز بھی یہیں ادا کی تھی اور سمہودی اسی مسجد کو حضور ﷺ کا مصلائے عید قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ علی مرتضٰی کا اس جگہ نماز عید ادا فرمانا حصول برکت کے خیال سے تھا کیونکہ یہ مقام حضور ﷺ کے مصلائے عید سے تھا۔ حضور ﷺ کے زمانے میں مصلائے عید کی کوئی عمارت نہ تھی بلکہ آپ نے اس کی تعمیر سے منع فرما دیا تھا۔ خطبہ عید بھی منبر پر نہیں پڑھا تھا۔ پہلا شخص جس نے عید کے خطبہ کے لیے منبر بنایا، مروان بن الحکم

تھا لیکن جیساکہ شیخ ابن حجر عسقلانی نے بعض حدیثوں سے استنباط کیا ہے اور ابن شیبہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیا اور ترمذی کی روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کی نماز مصلا پر ادا فرمائی اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا۔ بعض علمائے کہتے ہیں کہ ممکن ہے استسقاء کو منبر کے ساتھ مخصوص کردیا گیا ہو تاکہ عام لوگوں کو چادر کی تحویل اور رفع یدین وغیرہ کو جو نماز استسقاء کی خصوصیات میں داخل ہیں دکھلایا جاسکے جس کے بعد عید کے خطبہ کے لیے منبر کا بنانا اسی پر قیاس کرلیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

سید علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ ان تینوں مساجد کی تعمیر عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوئی۔ مصلّٰی شریف کی فضیلت اور اس کے قریب دعا کی قبولیت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ حدیث مابین بیتی ومصلانی روضة من ریاض الجنة ترجمہ:۔ جو فاصلہ کہ میرے مکان اور میرے مصلے کے درمیان میں ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے بھی اسی قبیلہ سے ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں مقاموں کے درمیان کی فضیلت میں کسی شک و شبہہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے یہ اس وجہ سے کہ یہاں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثروبیشتر ورود ہوتا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لایا کرتے تھے تو اسی مصلّٰی پر قبلہ رو کھڑے ہوکر دعا کرتے تھے۔ نجاشی شاہ حبشہ کے جنازہ کی نماز بھی آپ نے اسی مصلے پر پڑھی تھی۔ سعید بن المسیب کی روایت کے مطابق بھی یہی وہ جگہ تھی۔

مسجد الفتح: دوسری مسجدیں جو اس کے قبلہ کی جانب ہیں ان سب کو مساجد فتح کہتے ہیں لیکن عوام الناس ان کو اربع مساجد کہتے ہیں۔ مسجد الفتح وہی مسجد ہے جو بلند ہے اور سلع پہاڑ کے مغربی قطعہ پر واقع ہے۔ مشرقی و شمالی جانب اس میں چند درجے ہیں اس کو مسجد الاحزاب و مسجد اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔ احمد بن

حنبل نے اپنی مسند میں ثقہ لوگوں کی روایت سے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے مسجد فتح میں متواتر تین روز تک دعا کی۔ سوموار' منگل اور بدھ۔ بدھ کے دن دو نمازوں کے درمیان میں دعا فرمائی اور قبولیت کی بشارت پائی جس کی خوشی کا اثر چہرہ انور سے ظاہر ہوتا تھا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مجھے کوئی سخت حاجت پیش آتی ہے تو اسی وقت میں مسجد فتح کی طرف متوجہ ہوجاتا ہوں اور قبولیت دعا کی بشارت پاتا ہوں اور دوسری روایت میں جابر رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ حضور ﷺ اس جگہ تشریف لائے جہاں مسجد فتح تعمیر ہوئی ہے۔ آپ نے کھڑے ہوکر ہاتھوں کو اٹھایا اور ان کفاران قریش پر جو خندق کے دوسری طرف جمع ہوگئے تھے' بددعا کی لیکن نماز نہیں ادا فرمائی۔ دوبارہ پھر تشریف لائے اور پھر اسی طرح بددعا فرمائی اور دشمنوں کے خوف سے نماز ظہرو عصرو مغرب ادا نہ کرسکے۔ مغرب کے بعد آپ نے سب نمازوں کو پڑھا۔ روز احزاب و روز خندق ایک ہی چیز ہے اس کو غزوہ خندق و غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔ یہ آخری غزوہ تھا جس میں کفار قریش مکہ سے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے اور بہت زور لگایا تھا جب مسلمان بہت زیادہ پریشان ہوگئے تو سرور انبیاء ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر فرمائی۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک تیز آندھی بھیجی کفار اس کو برداشت نہ کرسکے اور شکست کھا کر فرار ہوگئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں سورہ احزاب کے اندر یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب اس کے بعد قریش مسلمانوں کے مقابل ہرگز نہ ہوں گے اور نہ کبھی حملہ آور ہوں گے۔ اسی وجہ سے اس مسجد کو مسجد فتح و احزاب کہتے ہیں۔ آثار فتح اور انوار اجابت اس مسجد کے اندر اور اس کے اطراف میں ظاہر اور دیکھے گئے ہیں اس کے داہنی جانب ایک وادی ہے جس کو تیج کہتے ہیں اس میں کھجور کے درخت کثرت سے ہیں اور یہ ایک پرفضا مقام ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے آبائے کرام کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مسجد فتح میں تشریف لائے تو ایک دو قدم چل کر کھڑے ہو گئے اور اپنے دونوں دست مبارک پوری طرح سے اٹھا کر دعا کی یہاں تک کہ چادر شریف آپ کے شانہ مبارک سے زمین پر گر گئی۔ آپ اسی طرح دعا میں مشغول رہے۔ متعدد روایتوں میں آیا ہے کہ آپ کے دعا کی اصل جگہ مسجد فتح میں درمیانہ ستون ہے۔ سید علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ چونکہ اب اس کی عمارت متغیر ہو گئی ہے اس لیے یہ چاہیے کہ مسجد کے صحن میں محراب کے مقابل کھڑا ہو لیکن دوسری روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا قیام مغرب کی جانب سے بہت ہی قریب تھا آپ شمالی زینہ سے چڑھے تھے نہ کہ مشرقی سے۔ جب آپ وہاں سے دو قدم آگے بڑھیں گے تو سید الانام علیہ الصلوۃ والسلام کے قیام کی جگہ پر پہنچ جاؤ گے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی دعا یہ تھی۔ اللھم لک الحمد ھدیتنی من الضلالتہ فلا مکرم لمن اھنت ولا مھین لمن اکرمت ولا معز لمن اذللت ولا مذل لمن اعززت ولا ناصر لمن خذلت ولا خاذل لمن نصرت ولا معطی لما منعت ولا مانع لما اعطیت ولا رازق لمن حرمت ولا حارم لمن زرقت ولا رافع لمن خفضت ولا خافض لمن رفعت ولا خارق لمن سترت ولا ساتر لمن خرقت ولا مقرب لمن باعدت ولا مباعد قربت یاصریخ المکروبین ویامجیب المضطرین اکشف ھمی وغمی وکربی فقدتری حالی و حال اصحابی۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ کے پروردگار نے آپ کی دعا سن لی ہے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو دشمن کے گھیرے سے محفوظ کر دیا ہے۔ اس وقت حضور ﷺ دو زانو بیٹھ گئے اور دونوں دست مبارک کشادہ فرمائے۔ آنکھیں نیچی کر کے فرمانے لگے۔ شکراً کما رحمتنی ورحمت اصحابی۔ بیان

کرتے ہیں کہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دعا کو اس وقت پڑھا جب انہیں ہارون رشید کی جانب سے تکلیف پہنچی تھی اس کی برکت سے دشمنوں کے اس شروآفت سے نجات پالی جس سے وہ ڈرتے تھے اور معاذ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے مسجد فتح اور دیگر مساجد میں جو اس کے تحت میں ہیں نماز ادا فرمائی ہے۔ پہلی مسجد جو مسجد فتح کے قریب قبلہ کی جانب ہے اس کو مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور جو اس مسجد کے پیچھے ہے اس کا نام مسجد علی مرتضیٰ رکھتے ہیں اور وہ مسجد جو پہاڑ کی جڑ میں ہے اور سب مساجد سے چھوٹی قبلہ کی جانب ہے مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہی جاتی ہے لیکن ان مسجدوں کو ان حضرات کے نام سے منسوب کرنے کی وجہ نہیں معلوم ہو سکی تاہم ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ احزاب کے دن ان حضرت کے مقامات انہیں جگہوں میں واقع ہوئے ہوں گے اور سرور انبیاء ﷺ نے ان لوگوں کے پاس تشریف لا کر نماز ادا فرمائی ہوگی۔ واللہ اعلم۔

ان مسجدوں کی تعمیر اصل میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کی ہے جب ان کی تعمیر طول زمانہ کے سبب منہدم ہوگئی تو سیف الدین حسین ابن ابی الہیجا جو عبید یمن کے وزراء میں سے تھا مسجد اعلیٰ کو 575 ہجری میں اور دوسری دو مسجدیں جو اس کے پیچھے ہیں ان کی 577ھ میں تجدید کرائی۔ اس کی تعمیر کے بعد جو مسجد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے' بوسیدہ ہوگئی تھی اس کی امیر مدینہ زین الدین ضیغم منصوری نے 876ھ میں تجدید کی لیکن جو مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب کی جاتی تھی اس کو قدماء اور متاخرین میں سے کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا وہ اسی طرح خراب پڑی رہی۔ 982ھ میں بعض لوگوں کو اس کی تعمیر کی توفیق ہوئی۔ مساجد فتح کے درمیانی راستے میں سلع پہاڑ کا درہ ہے جب مدینہ منورہ سے چلا جائے تو چلنے والے کے دائیں جانب مسجد بنی حرام ہے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے وہاں

تشریف لاکر نماز ادا فرمائی تھی۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کی تجدید کرکے اس کی اصل بنیاد پر چھت اور ستونوں کا اضافہ کیا ہے اب صرف ایک احاطہ باقی ہے اسی درہ کے قریب ایک غار ہے جو ایام خندق میں سرور انبیاء ﷺ کے شرف صحبت سے مشرف ہوچکا ہے اور بعض اوقات آپ نے وہاں شب باشی بھی فرمائی ہے۔

طبرانی ابوقتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے ملنے کی خواہش میں آئے جب آپ کو امہات المومنین کے حجروں میں نہ پایا تو اس کوچہ کی طرف چلے جہاں حضور ﷺ بیٹھنے کے عادی تھے۔ آخر کار پہاڑ کی جانب گئے۔ احادیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہاڑ سلع تھا لوگوں سے پتہ پاکر معاذ بن جبل پہاڑ پر چڑھ گئے اور دائیں بائیں نظریں دوڑانے لگے۔ دیکھا کہ اس پہاڑ میں ایک غار ہے۔ سرور انبیاء ﷺ اس غار کے اندر سجدہ کی حالت میں نظر آگئے۔ معاذ اس مقام کی ہیبت اور حضرت سیدالانام علیہ اکمل الصلوۃ وافضل السلام کا لمبا سجدہ دیکھ کر پہاڑ سے اتر آئے اور تھوڑی دیر بعد پھر چڑھے تو دیکھا کہ حضور ﷺ ابھی تک سجدہ ہی میں ہیں آپ نے سجدہ سے سراقدس اٹھایا اور فرمایا کہ جبرائیل امین آئے تھے اور کہتے تھے کہ حق سبحانہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتے ہیں کہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ کو معلوم ہے میں آپ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کروں گا۔ میں نے کہا اے پروردگار تو خوب جاننے والا ہے۔ میں کیا جان سکتا ہوں اس کے بعد پھر جبرائیل امین آئے اور کہا کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ آپ اپنے دل کو خوش رکھیئے۔ آپ کی امت کے ساتھ ہرگز وہ معاملہ نہ کروں گا جو آپ کو ناپسند ہو یا آپ کی دل آزاری کا سبب بنے۔ پھر میں نے سجدہ میں سر رکھ دیا اور اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ بجا لایا۔ اے معاذ سب سے بہترین حالت جو بندہ کو مولیٰ سے قریب کردیتی ہے' سجدہ ہے۔

مسجد القبلتین: یہ مساجد فتح کے غربی جانب نصف میل یا اس سے کچھ کم فاصلہ پر وادی عقیق اور بیر رومہ کے نزدیک واقع ہے۔ محمد ابن اخنس سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی سلمہ میں ام میر ایک بیوی تھیں۔ سرور انبیاء ﷺ ان کی مزاج پرسی کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کے لئے کھانا مہیا کیا۔ کھانا تناول فرمانے کے دوران ام میر ارواح کا احوال دریافت کرنے لگیں اس حدیث کا شان نزول جو ارواح مومنین و کافرین کے متعلق آئی ہے۔ اسی مجلس کا واقعہ ہے جب ظہر کا وقت آیا آپ بنی سلمہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے نکلے۔ دو رکعت نماز ادا فرمائی تھی کہ وحی آئی۔ قبلہ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی جانب پھیر دیا گیا۔ آپ نے نماز ہی کی حالت میں مڑ کر کعبہ کی جانب منہ کرلیا اور آخری دو رکعت کعبہ کی طرف ادا فرمائیں۔ اسی وجہ سے اس کو مسجد قبلتین کہتے ہیں اور ابن زبالہ محمد ابن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی سلمہ کا ایک گروہ اپنی مسجد میں آپ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اور دو رکعت نماز پڑھ چکے تھے کہ تبدیلی قبلہ کی خبران تک پہنچی آپ نماز ہی کی حالت میں کعبہ کی طرف پھر گئے۔ اس روایت میں حضور ﷺ کی نماز کا ذکر اس مسجد میں تبدیلی قبلہ کے وقت نہیں ہے۔

شیخ مجدالدین فیروز آبادی کہتے ہیں کہ اس نام کے لئے مسجد قبا زیادہ حق دار اور اولیٰ ہے کیونکہ بخاری اور مسلم میں آیا ہے کہ تحویل قبلہ کا وقوع مسجد قبا ہی میں ہوا ہے اور بعض علماء نے قول اور کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسجد الذباب: اب اس کو مسجد الرابہ کہتے ہیں جب مدینہ منورہ سے روانہ ہوں تو یہ شامی راستہ کے دائیں جانب اس پہاڑ پر ملے گی جس کا نام ذباب ہے۔ اس کی بنیاد عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ہے پھر منہدم ہوگئی تھی۔ مدینہ منورہ کے بعض امراء نے اس کی تجدید کی ہے۔ مسجد فتح اور اس کے درمیان

میں کوہ سلع حائل ہے۔ مساجد فتح پہاڑ کے مغربی جانب ہیں اور مسجد الذباب مشرقی جانب نہایت بلند مقام پر ہوادار اور منور ہے۔ مدینہ مطہرہ اور قبلہ منورہ حضور سید المرسلین ﷺ اس مسجد سے تجلی خاص اور مشاہدہ مخصوص رکھتا ہے۔ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے جبل ذباب پر نماز ادا فرمائی تھی جس وقت غزوہ تبوک کو روانہ ہوئے تھے اسی پہاڑ پر خیمہ لگایا گیا تھا۔ حارث بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ یمن میں مروان بن الحکم کا ایک گورنر تھا۔ اس کا نام ذباب تھا مروان نے اس کو جبل ذباب پردار میں کھینچا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہلا بھیجا کہ تجھ پر افسوس ہے جس مقام پر رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی ہے تو نے اس کو مصلوب کیا' اس کے بعد بعض امراء نے بھی اس کے اس برے طریقے پر عمل کیا۔ آخرکار بعض بزرگوں کو منع کرنے سے باز رہے اور بعض نے کہا کہ حضور ﷺ کا ذباب پر خیمہ لگانا خندق کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ خندق کی کھدائی غزوہ احزاب میں ہوئی ہے۔ خندق کی وسعت سلع کے مغربی جانب سے مصلی عید تک اور مساجد فتح سے جبل ذباب تک تھی۔ چنانچہ اس کی تفصیل کتب سیروتواریخ میں موجود ہے۔ اب کوئی اثر خندق کا باقی نہیں ہے سوائے مذکورہ مقامات کے کہ ان سے برکات حاصل کرسکتے ہیں۔ بعض علماء نے اس مسجد کا پتہ ثنیہ الوداع پر دیا ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ثنیہ وداع مسجد سے قریب ہے۔

مسجد الفسح: یہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مشہد کے شمال جانب جبل احد کے دامن میں ہے۔ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ یاایھاالذین امنوااذاقیل لکم تفسحوا فی المجالس۔ ترجمہ:۔ (اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے کہ کشادہ ہوکر مجلسوں میں بیٹھو۔ آخیر آیت تک) اسی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

مطری کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز احد کے دن لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد اسی مقام پر ادا فرمائی تھی۔ ابن شیبہ نے بھی اسی کے

مطابق نقل کیا ہے لیکن کسی خاص وقت کا تعین نہیں کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

مسجد عینین: بجانب قبلہ مشہد سیدالشہدا کے ہے۔ اس جبل کو جبل الرمات کہتے ہیں۔ تیرانداز لشکرالسلام احد کیروز اسی مقام پر کھڑے تھے۔ اس مسجد کا اکثر حصہ منہدم ہوچکا ہے۔ سیدالشہدا کو وحشی کا حربہ بھی اسی مقام پر لگا تھا۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز احد کے دن پل کے نزدیک جبل عینین پر پڑھی تھی اور بھی روایت میں آیا ہے کہ سرور انبیاء ﷺ نے مع اپنے اصحاب کے صبح کی نماز مقام قنطرہ میں ہتھیار سمیت ادا فرمائی تھی۔

مسجد الوادی: جبل عینین کے شامی کنارہ پر واقع ہے۔ مطری نے کہا ہے کہ سیدالشہدا رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مقام بھی یہی ہے کہ حربہ لگنے کے بعد اول مقام سے اس جگہ آکر گر پڑے تھے۔ ابن شیبہ نقل کرتے ہیں کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ قتل ہونے کے بعد جبل رمات ہی کے مقام پر رہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ کے حکم سے بطن وادی سے اٹھاکر جس مقام پر اب آپ کی قبر ہے دفن کئے گئے۔ بعض علماء نے اس مسجد کو مسجدا لعکر بھی کہا ہے۔

مسجد السقیا: سقیا ایک کنوئیں کا نام ہے۔ حضور ﷺ نے بدر کے لشکر کو یہیں پر روکا تھا اور اسی مقام پر نماز ادا فرمائی تھی۔ اہل مدینہ کے لئے یہیں پر دعائے برکت کی تھی۔ بعض علماء نے اس مسجد کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس مسجد کے مقام کے تعین میں بھی متردد ہیں۔ سید سمنودی کہتے ہیں کہ میں اس مسجد کی تحقیق میں کوشاں ہوا یہاں تک کہ زمین کے نیچے سے اس کی بنیاد نکل آئی اور تقریباً نصف نصف ہاتھ ہر جانب سے اس کی دیوار ظاہر ہوگئی۔ اس کے بعد لوگوں نے اسی بنیاد پر تجدید کردی۔ مسجد سقیا اس مسجد کو کہتے ہیں جو مکہ کے راستے میں مدینہ کے اطراف کے قریب ہے جو

لوگ حضرت سیدالمرسلین ﷺ کی زیارت کے لئے مکہ مکرمہ سے آتے ہیں ان کے لئے پہلی متبرک جگہ یہی مسجد ہے۔ گویا یہ چھوٹی ہے مگر مقدار سات در سات واللہ اعلم۔

ہی مسجدیں وہ ہیں جو معلوم اور مشہور ہیں لوگ ان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں ان کے علاوہ دوسری مساجد بھی ہیں جو چالیس سے زائد ہیں جن کے بارے میں سمت کے سوا کچھ معلوم نہیں۔ تعین جہت میں بھی بعض ایسے مقامات مذکورہ ہوئے ہیں کہ ڈھونڈنے میں طالب کو حیرت اور تردد کے سوا کچھ نفع نہیں پہنچ سکتا۔ اسی وجہ سے ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ سید سمہودی علیہ الرحمتہ نے ان سب کا تذکرہ کیا ہے۔ واللہ الموفق۔ وہ کل مسجدیں جن کا ان اوراق میں ذکر ہوا ہے' بائیس ہیں۔

باب دسواں

حضور ﷺ کی نسبت سے مشہور کنوؤں کا ذکر

کنوئیں بھی مسجدوں کی طرح بہت ہیں لیکن ان میں سے بعض منہدم و معدوم ہو چکے ہیں۔ ان کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ سید علیہ الرحمتہ نے اپنی تاریخ میں بیس سے زیادہ بیان کئے ہیں۔ لیکن اس وقت جن کنوؤں کی زیارت مشہور ہے وہ صرف سات ہیں جن کا بیان خاصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

بیراریس : بروزن جلیس یہودیوں میں سے ایک شخص کے نام سے منسوب ہے جس کا نام اریس تھا۔ یہ مسجد قبا کے قریب مغرب کی جانب ہے اس کا پانی نہایت لطیف اور شیریں ہے۔ متعدد روایتوں میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا تھا اس وقت سے اس کے پانی میں لطافت و شیرینی پیدا ہوئی ہے ورنہ اس سے پہلے یہ شیریں نہ تھا۔ بیہقی بیان کرتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قبا میں آئے تو اس کنویں کے متعلق دریافت کیا ان کو ایک شخص نے اریس کے کنوئیں پر پہنچا دیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قبا میں آئے تو اس کنویں کے متعلق دریافت کیا ان کو ایک شخص نے اریس کے کنوئیں پر پہنچا دیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں پر تشریف لائے اور اس آدمی سے جو پانی بھر رہا تھا ایک ڈول پانی طلب فرمایا اور پیا باقی

پانی کو مع لعاب دہن مبارک کنوئیں میں ڈال دیا اس کے بعد آپ پیشاب کے لیے تشریف لے گئے۔ اور پھر کنوئیں پر آ کر وضو فرمایا دونوں موزوں پر مسح کر کے نماز ادا فرمائی اور بعض نے اس قصہ کو بیر عرض کے متعلق بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

جو کچھ بیراریس کے متعلق صحت کو پہنچا ہے اور صحیحین میں آیا ہے یہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں میں نے وضو کیا اور گھر سے بنیت صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلا اور عہد کیا کہ آج آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوں گا۔ میں مسجد شریف میں آیا۔ یہاں آپ کو نہ پایا۔ لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی قبا کی جانب تشریف لے گئے ہیں میں بھی آپ کے قدموں کے نشان پر چل دیا۔ لوگوں نے بتایا کہ آپ بیراریس پر تشریف رکھتے ہیں میں اس احاطہ کے دروازے پر پہنچا جس کے اندر وہ کنواں واقع ہے۔ میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجت ضروری سے فراغت پا کر وضو کیا۔ اس کے بعد میں بھی آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کنوئیں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ساق مبارک کو کھولے ہوئے پاؤں کو کنوئیں میں لٹکائے ہوئے ہیں۔ میں سلام کر کے واپس آ گیا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے دل میں ارادہ کر لیا کہ آج سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دربانی کروں گا ایک ساعت کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا کون ہے جواب دیا کہ ابوبکر۔ میں نے کہا کہ کھڑے رہیے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دوں۔ میں نے جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ابو بکر آئے ہیں اور اجازت مانگتے ہیں آپ نے فرمایا آنے دو اور ان کو جنت کی خوش خبری دے دو۔ میں ابوبکر صدیق کے پاس آیا اور جنت کی خوشخبری سنا دی۔ پھر ابوبکر باغ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب بیٹھ گئے اور آپ کی

اتباع میں اپنے پاؤں کو کنوئیں میں لٹکا دیا۔ میں واپس آکر پھر بیٹھ گیا۔ میں اپنے اس بھائی کا منتظر تھا جس کو گھر چھوڑ آیا تھا۔ میں وضو کر رہا تھا اور دل میں کہتا تھا کہ کاش اس وقت وہ بھی آ جاتا۔ کیونکہ آج رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقت خاص ہے۔ اگر وہ آ جائے تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے مشرف ہو جائے۔ اسی اثنا میں عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا میں نے دریافت کیا کون ہو۔ کہا عمر۔ میں نے کہا ٹھہرے رہو تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دوں۔ میں نے جا کر عرض کیا یا رسول اللہ عمر آئے ہیں اور اجازت طلب کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا آنے دو اور ان کو بھی جنت کی خوش خبری دے دو میں عمر کے پاس آیا انکو جنت کی خوشخبری دی حضرت عمر بھی باغ میں داخل ہوئے۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے بیٹھ گئے۔ میں واپس آکر دروازے پر بیٹھ گیا اور منتظر تھا کہ میرا بھائی بھی آ جاتا۔ تھوڑی دیر بعد عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے میں نے ان کی بھی خبر پہنچائی آپ نے فرمایا کہ آنے دو اور ان کو بھی جنت کی بشارت دو مع اس مصیبت کے جو ان کے سر پر آئے گی۔ میں نے عثمان کے پاس آکر کہا کہ اندر آ جایئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں اس بلا کے ساتھ جو تمہارے سر پر آئے گی۔ حضرت عثمان اندر آئے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کی جانب اور ابوبکر و عمر کی طرف بھی جگہ تنگ تھی اس لیے ان کے روبرو دوسری جانب بیٹھ گئے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی جو دست اقدس میں رہا کرتی تھی وہ آپ کے بعد ابوبکر پھر عمر کے ہاتھ میں رہی۔ ان حضرات کے بعد حضرت عثمان کے ہاتھ میں آئی ایک دن حضرت عثمان کنوئیں پر بیٹھے ہوئے تھے اور انگوٹھی مبارک کو اتار کر عادت کے موافق گھما رہے۔

تھے۔ انگوٹھی کنوئیں میں گر پڑی۔ تین روز تک جستجو کی اور پانی بھی کھینچا لیکن نہ ملی اور صحیح مسلم میں ابن عمر سے بیان کرتے ہیں کہ انگوٹھی معیقیب کے ہاتھ سے گری جو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم تھے ان دونوں حدیثوں میں مجاز اور تاویل کر لیجئے واللہ اعلم۔ انگوٹھی کا گرنا آپ کی خلافت کے چھ سال گزر جانے کے بعد پیش آیا اور اسی دن سے آپ کی خلافت میں فتنہ شروع ہوا۔ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کی انگوٹھی مبارک میں کوئی راز ضرور پوشیدہ ہو گا۔ جیسا کہ خاتم سلیمان علیٰ نبینا و علیہ السلام کے گم ہونے میں تھا کہ اس کی گم شدگی سے آپ کے ملک میں خلل واقع ہو گیا تھا۔ بعض نے کہا ہے وہ دوسرا کنواں تھا اور یہ صدقات عثمانیہ میں سے تھا۔ اور یہ حضرت عثمان کا حصہ تھا۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے مالوں میں سے اس کو حضرت عثمان کے لیے مخصوص کر دیا تھا اور دوسرا مال جو عبدالرحمٰن بن عوف چالیس ہزار دینار میں خرید کر امہات المومنین اور ان کے علاوہ غیروں پر وقف کر دیا تھا اس مال کو بھی بیراریس ہی کے نام سے موسوم کرتے ہیں واللہ اعلم۔

بیراریس میں سیڑھیاں تھیں جن کے ذریعہ سے کنوئیں میں اترنا اور اس سے وضو کرنا آسان تھا۔ 714ہجری میں اس کنوئیں کی تجدید کی گئی۔ اب اس میں اترنے کا راستہ بند ہے۔ اس کے اوپر کی عمارت بھی باقی نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ رومیوں کے کسی غلام نے جو خباثت نفس اور نفاق کے مرض میں مبتلا تھا اس کا ایک باغ تھا اس نے نشانات مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹانے کی غرض سے اترنے کا راستہ بند کر دیا۔ اور عمارت کو ختم کر دیا۔ خذلہ اللہ۔

بئر غرس: یہ مسجد قبا کے مشرقی جانب سے نصف میل کے فاصلہ پر ہے اور غرس ان مقامات کا نام ہے جو اس کے ارد گرد ہیں یہ ایک بہت بڑا کنواں جس میں دہ وردہ سے زائد پانی ہے اور اس کے پانی پر سبزی (کائی) غالب

ہے اس میں زینہ بھی ہے جس کے ذریعہ سے کنویں میں اتر جاتے ہیں۔ 882 ہجری میں اس کی تجدید ہوئی تھی۔ یہ بات ثبوت کو پہنچی ہے کہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو کر کے بقیہ پانی کو اس میں ڈال دیا ابن حبان ثقہ لوگوں سے نقل کرتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیرغرس سے پانی منگواتے تھے اور فرماتے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اس کا پانی پیتے تھے اور وضو کرتے تھے۔ ابراہیم بن اسمٰعیل بن مجمع سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج کی رات بہشت کے کنوؤں میں سے کسی کنویں پر صبح کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو بیرغرس پر پہنچے اور وضو فرمایا۔ لعاب مبارک ڈالا آپ کے سامنے "تحفتاً" شہد پیش کیا گیا۔ اس شہد کو بھی اس کنویں میں ڈال دیا اور ابن ماجہ ہند سے صحیح روایت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو وصال کے بعد سات مشکریزے میرے کنویں کے پانی سے یعنی بیرغرس سے غسل دینا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت حیات میں بھی اس کنویں کا پانی پیا ہے اور بھی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ جب میں اس عالم سے سفر کروں تو بیرغرس کے سات مشکیزے پانی سے کہ جس کا پانی مطلقاً صرف نہ کیا گیا ہو۔ مجھے غسل دینا اور امام محمد باقر و علیٰ آباءٔ الکرام سے بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد وصال کے غسل بیرغرس کے پانی سے ہوا تھا۔ آپ حیات ظاہری میں بھی اس کا پانی پیتے تھے۔

بیر رومہ: یہ بھی ایک بڑا کنواں ہے جو مسجد قبلتین کے شمالی جانب وادی عقیق میں واقع ہے اس کا پانی نہایت ہی لطیف اور بہت ہی شیریں ہے جس کی صفت بیان نہیں ہو سکتی حدیث میں آیا ہے نعم القلیب قلیب المزنی ترجمہ (

بہت ہی عمدہ کنواں مزنی ہے) مزنی اور رومہ ایک ہی بات ہے۔ یہ کنواں مزنی کا تھا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے خرید کر وقف کر دیا تھا۔ نقل ہے کہ جب امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا تو اس کنوئیں کا نصف حصہ سو اونٹوں کے عوض میں خرید کر وقف کر دیا۔ کنویں کے مالک نے جب پانی کے اوپر مخلوق کی بھیڑ کثرت سے دیکھی جو اس کو اس کے نصف حصہ سے کنویں کا نفع اٹھانے سے مانع ہوتی تھی تو بقیہ نصف حصہ بھی کچھ تھوڑی چیز کے عوض حضرت عثمان کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

ابن شیبہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من یشتری رومۃ یشرب رواہ فی الجنتہ ترجمہ (جو شخص بیر رومہ کو خریدے وہ سیراب ہو گا جنت میں) عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اپنے مال سے خرید کر وقف کر دیا۔ بغوی نے بشیر اسلمی سے روایت کی ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مہاجرین کی تشریف آوری کثرت سے ہو گئی تو پانی کی قلت محسوس کی جانے لگی۔ اس مقدس شہر میں میٹھا پانی بہت کم تھا۔ بنی غفار کے ایک آدمی کے پاس ایک چشمہ دار کنواں تھا۔ جس کو بیر رومہ کہتے تھے۔ یہ شخص پانی کا ایک مشکیزہ ایک مد کے بدلے میں فروخت کرتا تھا۔ ایک دن سرور انبیاء نے اس آدمی سے فرمایا کہ اس کنوئیں کو اس چشمہ کے عوض جو تجھ کو جنت میں ملے گا میرے ہاتھ بیچ ڈال۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے اور میرے بچوں کے لیے اس کنویں کے سوا دوسرا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ بات سنی تو پینتیس ہزار درہم میں خرید کر اس کو مسلمانوں پر وقف کر دیا ابن عبدالبر بیان کرتے ہیں کہ یہ کنواں ایک یہودی کا تھا وہ اس کا پانی مسلمانوں کے ہاتھ بیچتا تھا۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنوئیں کے خریدنے کی

ترغیب فرمائی اور اس کے خریدار کو جنت کی بشارت دی۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس یہودی اس کا نصف حصہ بارہ ہزار درہم کے عوض خرید لیا لیکن بعد میں جب اس یہودی کو اس کے نصف حصہ سے نفع اٹھانا مشکل ہو گیا تو بقیہ نصف حصہ بھی آٹھ ہزار کے عوض بیچ ڈالا۔

نسائی اور ترمذی نے روایت کی ہے کہ جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کر لیا گیا تو آپ نے محاصرہ کرنے والوں سے فرمایا کہ لوگو! میں تم کو خدا اور دین اسلام کی قسم دیتا ہوں۔ تم خوب جانتے ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تھے اور مدینہ میں شیریں پانی کا وجود نہ تھا سوائے رومہ کے پانی کے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص رومہ کو خریدے اس کو اسی طرح کا کنواں بہشت میں ملے گا۔ میں نے اس کنویں کو خرید کر اس کو مالدار، فقیر اور مسافران پر وقف کر دیا اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص جیش عسرہ کے لیے سامان مہیا کرے گا اس کے لیے بہشت واجب ہے۔ لہٰذا میں نے اس کا بھی انتظام کیا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا ہم جانتے ہیں اور صحیح میں بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے۔ بیر رومہ کا وجود جاہلیت کے وقت سے ہے یہ منہدم ہو گیا تھا 750 ہجری میں اس کی تجدید ہوئی بعض روایتوں میں آیا ہے من حضر بیر رومتہ فلہ الجنتہ ترجمہ (جو شخص بیر رومہ کو کھودے اس کے لیے جنت ہے) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت بھی اس کے کھودنے اور اصلاح کی ضرورت تھی۔ واللہ اعلم۔

بیر بضاعتہ: یہ کنواں مدینہ منورہ کے شامی باب کے نزدیک واقع ہے جب انسان مشہد مطہرہ سید نا حمزہ بن مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راستے پر چلے تو چلنے والے کے دائیں جانب واقع ہو گا۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیر بضاعہ پر آئے اور ایک ڈول پانی طلب فرما کر وضو کیا بقیہ پانی مع

لعاب دہن مبارک کنوئیں میں ڈال دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو شخص بیمار ہوتا تھا اس کو بضاعہ کے پانی سے غسل دیتے تھے اس کی برکت سے بیمار کو جلد شفا حاصل ہو جاتی تھی۔ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص بیمار ہوتا تھا اس کو تین دن بضاعۃ کے پانی سے غسل دیتے تھے وہ صحت یاب ہو جاتا تھا۔ ابو داؤد و احمد و ترمذی وغیرہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے لیے بیر بضاعہ سے پانی لاتے ہیں۔ حالانکہ لوگ اس میں کتوں کے گوشت، حیض کے کپڑے اور مختلف نجاستیں ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔

نسائی نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا آپ بیر بضاعہ پر وضو فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس پانی سے وضو کرتے ہیں حالانکہ اس میں لوگ بہت سی نجس چیزیں ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا الماء لا ینجسہ شیئی یعنی پانی کو کوئی چیز نجس نہیں بنا سکتی۔ سہل بن سعد سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک بیر بضاعہ میں ڈالا، اس کا پانی پیا اور اس کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ ابی اسید جو بیر بضاعہ کے مالک تھے بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن مبارک ڈالنے کے بعد ہم اس کا پانی پیتے تھے اور برکت حاصل کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارے باغ میں میوہ نہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غول بیابانی ہے جو میوہ کو چرا لے جاتا ہے اس کے بعد اگر میوہ میں کمی ہو تو کہو بسم اللّٰہ اجیبی رسول اللّٰہ حب ابو اسید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کلمہ کو پڑھا تو ایک آواز سنی کہ اے ابا

اسید مجھے معاف کیجئے اور جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں نہ لے جایئے اس کے بعد ہرگز تمہارے گھر اور باغ کے قریب نہ جاؤں گا اور میں تم کو ایک آیت سکھاتا ہوں جس کی برکت سے کوئی صدمہ تم کو یا تمہارے گھر والوں کو نہ پہنچے گا اور وہ آیتہ الکرسی ہے۔ جب ابو اسید نے سارا قصہ دربار رسالت میں آکر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا لیکن دروغ گو ہے۔ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں اور بعض نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ واللہ اعلم۔ بیر بضاعہ اب بعض اروام کے باغ میں آگیا ہے جس سے اس کی زیارت آسانی سے میسر نہیں ہوتی۔

بیر البصہ: یہ بقیع کے قریب قبا کے راستے میں بائیں جانب واقع ہے۔ اگر بقیع کی جانب سے مدینہ منورہ کے حصار کے نیچے چلیں تو یہ مذکورہ جگہ پر ملے گا۔ ابن عدی ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ تمہارے یہاں کچھ سدر ہے تاکہ میں اس سے سر کو دھوؤں کیونکہ آج جمعہ کا دن ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں ہے۔ سدر لے لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیر البصہ پر چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنے سر مبارک کو دھویا اور غسالہ کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ اس کنوئیں میں زینہ ہے اور اس کا پانی بہت نزدیک ہے۔

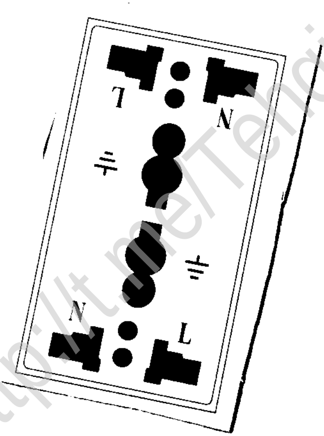
بیر حاء: اس لفظ کی تحقیق شارحین حدیث نے کی ہے اور اس طرح مشہور ہے کہ راء موقوف اور حاء مقصور ہے۔ حاء ایک مرد یا ایک عورت کا نام ہے اس کنوئیں کی اضافت اس کی طرف کر دی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حاء اس مقام کا نام ہے جس جگہ یہ کنواں واقع ہے۔ یہ جگہ مسجد نبوی کے شمال جانب قلعہ کی دیوار کے متصل مسجد نبوی سے بہت ہی قریب ہے۔ اگر قلعہ کی دیوار بیچ میں حائل نہ ہوتی تو مسجد شریف سے اس کنوئیں کا فاصلہ بہت ہی قریب

تھا۔ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات تشریف لاتے تھے اور وہاں کے درختوں کے سایہ میں بیٹھتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ابو طلحہ انصاری کے پاس باغ کی حیثیت میں بہت مال تھا۔ اور ان کے مالوں میں سے محبوب ترین مال ان کے نزدیک مسجد کے روبرو یہی بیرحاء تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر تشریف لے جاتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے ابو طلحہ نے اس کنوئیں کو اپنے عزیز و اقارب کے لیے وقف کر دیا تھا۔ میرے والد اور حسان ابو طلحہ کے اعزا میں سے تھے۔ حسان نے اپنے حصے کو معاویہ کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ حضرت حسان سے لوگوں نے دریافت کیا کہ تم ابو طلحہ کے صدقے کو کس لیے بیچتے ہو۔ کہا کہ میں کیوں نہ بیچوں جب کہ وہ ایک ساع تمر ایک ساع درہم کے عوض بیچتے ہیں۔ معاویہ نے وہاں پر ایک محل بنوایا جس مقام پر پہلے معاویہ کا محل تھا بعد میں وہاں بنی جذیلہ اور ابو جعفر منصور کے محل بھی تھے۔ اب یہ کنواں ایک چھوٹے باغ میں ہے اور وہاں پر ایک چھوٹی سی مسجد ہے پانی نہایت شیریں اور ہوا خوش گوار اور مقام کشادہ ہے۔

بیر العھن: یہ مدینہ میں مسجد قبا کے مشرقی جانب ایک بڑے باغ میں ہے جو شرفا سے تعلق رکھتا ہے۔ وہاں پر زراعت اور درخت بہت ہیں ۔ مقام پاک صاف اور لطیف ہے۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر وضو کیا اور نماز ادا فرمائی ان کے علاوہ اور بہت سے کنوئیں' اموال و صدقات' مساجد اور اشجار ایسے ہیں جو غزوات اور سفروں کے دوران مختلف شہروں میں آ چکی تشریف آوری سے مشرف ہوئے ہیں۔ ان میں چشمے' وادیاں' خطے اور ٹیلے بھی شامل ہیں۔ ان سب کا ذکر اس شہر مبارک کی تواریخ میں موجود ہے۔ لیکن اس جگہ اختصار اور تنگی وقت کے پیش نظر کوتاہی سے کام لیا گیا ہے۔ ان پاک چشموں کے جو اس وقت جاری ہیں اور ان سے نفع حاصل ہوتا

ہے چشمہ زرقا ہے۔ یہ قبا کے نخیل کے درمیان سے نکلتا ہے۔ مروان بن الحکم جس وقت مدینہ کے گورنر تھے حضرت معاویہ کے حکم سے اس چشمہ کو کھود کر مدینہ منورہ تک لائے۔ اس کا پانی نہایت شیریں اور لطیف ہے۔ بغیر پیئے ہوئے اس کی صفات خیال میں نہیں آسکتی ان وادیوں کے جو مشہور اور متبرک ہیں وادی عقیق ہے۔ احادیث میں اس کے فضائل کا ذکر موجود ہے۔ اہل عرب کے اشعار میں اس کا تذکرہ حد شمار سے زائد ہے۔ صحیح حدیث میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وادی عقیق کی شان میں میں نے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ آج کی رات ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور کہا صل فی ھذالوادی المبارک ترجمہ (اس وادی مبارک میں آپ نماز پڑھیے) دوسری حدیث میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ العقیق وادی مبارک ترجمہ (عقیق وادی مبارک ہے) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انس نے کہا میں ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ سے باہر وادی عقیق کی طرف گیا۔ آپ نے فرمایا اے انس اس وادی کے پانی سے لوٹے بھر لو ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں اور وہ ہم کو دوست رکھتا ہے۔ سلمہ بن الاکوع سے روایت ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں شکار بہت کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیتاً" گوشت بھیجا کرتا تھا۔ ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کہاں تھے۔ میں نے عرض کیا شکار کو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے خبر ہوتی تو وادی عقیق تک تمہارے ساتھ چلتا۔ وادی عقیق مدینہ منورہ کے قبلہ کی جانب مائل ہے۔ وادی عقیق اور قبا کے درمیان کا فاصلہ ایک دن یا اس سے کچھ زیادہ کا ہے اور وہاں سے ذی الحلیفہ سے گزرتا اور بیر رومہ کے مغربی جانب ہوتا ہوا مدینہ میں پہنچتا ہے اور اس وادی کی کثرت روانی اور دیگر وادیوں کے متعلق لوگوں نے عجیب و غریب

حکایات نقل کی ہیں۔ واللہ اعلم۔



گیارھواں باب

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ میں واقع زیارت گاہوں اور مکانات کے بیان میں

علماء تاریخ اور حدود و آثار کے محافظین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مساجد و مشاہد جو آپ کے سفر و غزوات میں منقول اور مشہور ہیں جمع کر دیئے ہیں۔ ان میں سے اکثر اس زمانہ میں معدوم ہو چکے ہیں ان کے نشانات تک مٹ گئے ہیں اور سوائے خبر کے کوئی اثر نہیں مل سکتا۔ مگر وہ مقامات جن کی زیارت سے لوگ مشرف ہوتے ہیں۔ ان کے حالات ان اوراق میں لکھے جائیں گے یہ ان بعض مساجد کا تذکرہ ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ میں واقع ہے۔

مسجد ذی الحلیفہ: بعض نے اس کو مسجد الشجرہ بھی کہا ہے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی مرتبہ عمرہ کی نیت سے مکہ کا ارادہ فرمایا اور دوبارہ حج کی غرض سے مکہ کا ارادہ کیا تو درخت سمرہ کے سایہ میں بیٹھے۔ یہ درخت ذی الحلیفہ میں تھا۔ یہاں آپ نے نماز ادا فرمائی۔ رات میں قیام بھی یہیں فرمایا اور وہیں سے آپ نے احرام باندھا۔ اب یہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔ وہاں پر جو بڑی مسجد تھی وہ طول زمانہ کی وجہ سے منہدم ہو گئی تھی۔ 861ھ میں اس کی تجدید کی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

مسجد میں نماز اسطوانہ وسطی کی جانب ادا فرمائی تھی۔ شجرہ بھی اسی مقام پر تھا۔ مطری کہتے ہیں کہ اس بڑی مسجد کے قبلہ کی جانب ایک دوسری چھوٹی سی مسجد ہے جو ایک تیر کے فاصلہ پر ہے ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی ہو۔ سمنودی کہتے ہیں کہ اس چھوٹی مسجد کو مسجد المعرس کہتے ہیں جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات سے واپسی کے وقت یہاں تعریس کہتے ہیں اور صحیح حدیث میں ابن عمر سے آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خروج شجرہ کے راستہ سے تھا اور داخلہ معرس کے راستے سے تھا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی اس مقام پر پہنچتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعریس کا مقام ڈھونڈ کر وہیں تعریس کیا کرتے اور ان دوسری مسجدوں کے جو مکہ مکرمہ کے راستہ میں ہیں۔

مسجد شرف الروحا: بھی ہے۔ روحا ایک مقام کا نام ہے۔ مدینہ منورہ اور اس کے درمیان میں اکتالیس میل کا فاصلہ ہے صحیح میں مسلم نے کہا ہے کہ چھتیس میل ہے اس مسجد سے مدینہ منورہ کی جانب اکثر پانی کے نالے ہیں۔ جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوں تو راستہ کے داہنی جانب شرف روحا کے نزدیک ایک مسجد ملے گی جو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز ادا فرمائی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ نالہ آباد ہو گیا تھا اور اب وہاں پر بہت سے چشمے اور آبادیاں ہو گئی تھیں۔ والئی مدینہ کی جانب سے وہاں پر ایک حاکم رہتا تھا وادی کے باشندوں کے اشعار و اقوال صفحہ زمانہ پر یادگار ہیں اس وقت بھی بعض نشانات اور ٹیلوں کو دیکھ کر وہاں کی آبادی پر استدلال پکڑ سکتے ہیں قافلہ کی گزر گاہ پر بہت سی پرانی قبریں ہیں جو کبھی اس وادی کے باشندوں کا مدفن تھا۔ سمنودی کہتے ہیں کہ لوگ ان کو شہدا کی قبریں کہتے ہیں

ممکن ہے کہ یہ اہل بیت کی قبریں ہوں جو ظلماً" قتل کئے گئے ہیں جیسا کہ بعض ان خبروں سے معلوم ہوتا ہے جو اس کے ترجمے میں آئیں اس کو وادی بنی سالم کہتے ہیں۔ یہ حجاز کے عربوں کا وطن تھا لیکن اب وہاں کے مکانات یا باشندوں کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ وادی اور اہل وادی کو سیلاب فنا بہا لے گیا۔ وہاں پر ایک پہاڑ ہے اس کو جبل ورقان کہتے ہیں۔ عراق الظبیہ بھی اسی کا نام ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ اول غزوہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا وہ غزوہ ابوا تھا۔ جب آپ عرق الظبیہ کے نزدیک روحا پر پہنچے تو فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو اس پہاڑ یعنی ورقان کا کیا نام ہے اس کا نام رحمت ہے اس کے بعد آپ نے دعا کی اللھم بارک فیہ و بارک لا ھلہ فیہ ترجمہ (اے اللہ تو اس میں برکت دے اور یہاں کے رہنے والوں کو برکت عطا فرما) اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جانتے ہو اس وادی کا کیا نام ہے اس کا نام سجاسج ہے اور یہ وادی جنت کی وادیوں میں سے ہے۔ مجھ سے پہلے ستر پیغمبروں نے اس وادی میں نماز ادا کی ہے اور موسیٰ بن عمران علیٰ نبینا و علیہ السلام نے مع ستر ہزار بنی اسرائیل کے یہاں قیام کیا ہے۔ آپ دو عبائی قطوانی پہنے ہوئے اونٹنی ورقہ پر سوار تھے۔ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ عیسیٰ بن مریم بھی .بقصد حج یا عمرہ اس وادی میں نہ گزر لیں گے۔

ابو عبیدہ بکری نے کہا ہے کہ مضر بن نزار کی قبر روحا میں ہے۔ مضر بن نزار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔ وادی روحاء میں پہاڑ کی جانب ایک مسجد ہے۔ جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوں تو یہ مسجد راستہ کے بائیں جانب پڑے گی۔ اس کو مسجد الغزالہ کہتے ہیں۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی تھی یہاں پر ایک مقام ہے جس کو اثایہ کہتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہاں پر قیام فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ وہاں پر

ایک درخت تھا جب ابن عمر وہاں قیام کرتے تھے تو وضو کرتے اور بقیہ پانی درخت کی جڑ میں دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی طرح کرتے ہوئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں درخت کے گرد گھوم کر اس کی جڑ میں پانی ڈالتے تھے۔ اس مسجد کا وہ راستہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو تشریف لے جاتے تھے۔ بائیں جانب ہے زمانہ قدیم سے یہی راستہ جاری تھا۔ اس کو انبیا کا راستہ کہتے ہیں کہتے ہیں کہ انبیاء صلواۃ اللہ علیہم اجمعین جب مکہ مکرمہ کو حج کا قصد کر کے تشریف لے جاتے تھے وہ سب اسی راستے سے گزرتے تھے۔ اسی راستہ میں ایک کنواں بھی ہے جس کو بیر السقیا کہتے ہیں یہ اس پہاڑ کی گھاٹی پر ہے جس کا نام ہرشا ہے۔ اب اس راستے کے دائیں جانب ایک دوسرا رستہ بھی ہے جس پر لوگ چلتے ہیں۔ علمائے تاریخ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ کی بہت سی مساجد نبویہ اور مقامات مصطفویہ کو بیان کیا ہے مگر اس وقت ان میں سے بیشتر کے علامات و نشانات مٹ چکے ہیں۔ سوائے ان مساجد کے جن کا تذکرہ کیا جا چکا ہے گویا کہ ان کے اثرات بے شک پائے جاتے ہیں لیکن وہ طالبان مشتاق جن کی چشم بصیرت سرمہ ہدایت سے منور ہیں اور جن کے باطن کی آنکھیں نور عنایت سے منور ہو رہی ہیں۔ ان سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ان تمام پہاڑوں' میدانوں اور مکانات سے کس قدر روحانیت اور نورانیت جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ ان مقامات کا کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے جو جمال مصطفوی کے سعادت اثر سے ممتاز نہ ہوا ہو۔

مسجد بدر: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں سے بدر ایک مشہور مقام ہے۔ یہ ایک وادی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا غزوہ

اسی مقام پر ہوا اور یہ غزوہ اسلام کی عزت، مسلمانوں کی شوکت اور کفار کی ذلت کا سبب ہوا اس کی تفصیل غزوات کی کتاب میں لکھی گئی ہے۔ اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عریش بنایا گیا تھا عریش اس مکان کو کہتے ہیں جو خرمہ کی شاخ وغیرہ سے تیار کیا جائے۔ اس کے بعد لوگوں نے وہاں پر ایک مسجد تعمیر کرا دی جو اب بھی موجود ہے۔ اس مقام کے متبرک مقامات میں ان شہدا کی قبریں شمار کی جاتی ہیں جو اس غزوہ میں شرف شہادت کو پہنچے تھے۔ یہاں کے غرائبات میں جو چیز مشہور ہے وہ یہ ہے کہ مزارات شہداء کے بالائی جانب ریت کا جو ٹیلہ ہے وہاں سے نقارہ کی مانند ایک آواز سنائی دیتی ہے جس کے سننے یا وجود میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہے۔ ثقہ لوگوں کے بیان سے اس کا سننا ثابت ہے۔ اکثر علما کی رائے یہ ہے کہ اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ لیکن بعض متاخرین یہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے اس کے نیچے ایسی شئے موجود ہو جو ہمارے ادراک سے باہر ہے۔ واللہ اعلم۔

سمنوی نے مسجد بدر کا تذکرہ اپنی تاریخ میں نہیں کیا ہے۔ ان مساجد کے جو مکہ کے راستہ میں معلوم اور متعین ہیں مسجد خلیص ہے۔ یہ مسجد مکہ مکرمہ سے تین دن کے فاصلے پر ہے جہاں پر ایک کھجور کا درخت اور ایک چشمہ تھا۔ وہاں پر ایک مسجد تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی تھی اور اس سال یعنی 998ھ میں سلطان روم نے اس مسجد کی تجدید کرائی اور چشمہ کو اس مسجد کے صحن میں شامل کر دیا۔ سمنوی علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ حرہ عقبہ میں خلیص ایک دوسری مسجد ہے گاؤں سے لے کر وہاں تک تین میل کا فاصلہ ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ قدید جو خلیص سے مدینہ منورہ کی جانب ایک دوسرا پڑاؤ ہے اس مسجد کے راستے کے دائیں جانب سے ام معبد کا خیمہ قدید ہی میں تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے دوران قدید پہنچے تھے تو یہ ام معبد ہی

تھیں جن کی بکریوں کے تھنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے دودھ اتر آیا تھا۔

مسجد سرف: یہ مسجد تنعیم کے قریب مکہ مکرمہ سے ایک منزل اور تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر بھی یہیں پر ہے اور ان کا نکاح و زفاف بھی اسی مقام پر ہوا تھا۔

مسجد التنعیم: تنعیم ایک مقام ہے مکہ کے رہنے والے عمرہ کا احرام یہیں سے باندھتے ہیں۔ سمنودی کہتے ہیں کہ یہاں پر ایک درخت تھا اور کنوئیں بھی تھے اور اسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تھی۔ لیکن اب یہاں کی مشہور مسجد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حج وداع میں عمرہ کا احرام یہیں سے باندھا تھا اور یہ مقام بہت زیادہ مشہور ہے۔

مسجد ذی طوی: ذی طوی ان مکانات سے متصل ایک کنواں ہے جو مکہ مکرمہ سے خارج ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تھے تو اسی مقام پر قیام فرمایا تھا اور رات یہیں گزاری تھی۔ صبح کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلے براکہ غبط میں تھا۔ اس وقت جو مسجد موجود ہے یہ مقام اس کے علاوہ ہے۔ واللہ اعلم۔

بارہواں باب

بقیع اور اسکے دوسرے متبرک مقابر کے فضائل کا بیان

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ایک رات میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ جب آخیر رات ہوئی تو آپ بقیع کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں کے دفن ہونے والوں کو سلام کیا۔ نیز ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور کہا السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ماتوعدون وانا انشاء اللّٰہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد۔

دوسری روایت میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آیا ہے کہ حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے میں بھی آپ کے پیچھے باہر آ گئی۔ میرا خیال یہ تھا کہ شاید آپ کسی دوسری بیوی کے ہاں تشریف نہ لے جاتے ہوں۔ آخر کار حضور ﷺ بقیع میں پہنچے اور دیر تک کھڑے رہے۔ آپ نے تین مرتبہ دست مبارک کو اٹھا کر دعا فرمائی اور جلد ہی واپس ہوئے۔ میں نے بھی جلدی کی حضور ﷺ کے پہنچنے سے پہلے گھر میں آ گئی اور چپ چاپ آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ جب آپ نے مجھ میں اضطراب کے نشانات مشاہدہ کئے تو فرمایا کہ اے عائشہ کیا حال ہے اور کیا ہوا کہ تم مضطرب معلوم ہوتی ہو۔ میں نے سارا قصہ عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جو سیاہی جو میں نے اپنے سامنے دیکھی تھی شاید تمہیں تھیں۔

میں نے کہا۔ بے شک یا رسول اللہ ﷺ۔

آپ نے اپنا دست شفقت میرے سینہ پر مار کر فرمایا کیا تم نے گمان کیا تھا کہ خدا

و رسول خدا تم پر ظلم کریں گے۔

میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ عزوجل سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں ایسا ہی خیال تھا لیکن میں کیا کروں۔ تقاضائے بشری نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور باہر سے آواز دی انہوں نے تم سے پوشیدہ رکھا میں نے بھی ظاہر نہ کیا۔ جبرائیل علیہ السلام کی عادت ہے کہ جب تم لباس اتارتی ہو گھر کے اندر نہیں آتے ہیں اور میں بھی گمان کیا کہ تم سو رہی ہو۔ بیدار کر کے کیوں پریشان کروں۔ جبریل علیہ السلام وحی لائے تھے کہ آپ کا پروردگار حکم کرتا ہے کہ آپ بقیع تشریف لے جائیں اور اہل بقیع کے لیے استغفار کریں۔

آپ کی دعا کے الفاظ نسائی کی روایت میں ایسے آئے ہیں السلام علیکم دار قوم مومنین وانا وایاکم متواعدون غدا مواکلون اور بعض روایت میں یہ لفظ بھی زیادہ کئے ہیں اجرھم ولا تفتنا بعدھم۔

بیہقی کی روایت میں آیا ہے کہ یہ واقعہ نصف شعبان کی شب میں ہوا اور یہ بھی آیا ہے السلام علیکم اھل القبور ویغفر اللّٰہ لنا ولکم انتم لنا سلف ونحن بالاثر اور ابی موہبہ غلام رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آدھی رات کے وقت حضور ﷺ نے مجھ کو بیدار کیا اور فرمایا مجھ کو حکم ہوا ہے کہ بقیع میں جاؤں اور اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کروں۔ حضور ﷺ کے ہمراہ میں بقیع میں گیا۔ آپ نے قیام کیا اور فرمایا السلام علیکم یا اھل المقابر لھین ما اصبحتم فیہ مما اصبح الناس فیہ اقبلت الفتن کقطع اللیل المظلم یتبع اخرھا اولھا الاخرۃ شر من الاولی اس کے بعد فرمایا کہ اے ابو موہبہ جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے دنیا کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائے اور مجھ کو مختار بنایا کہ چاہے تو دنیا میں رہنا ہمیشہ کے لیے اختیار کرلوں یا جنت میں درجات عالیہ

کو پسند کر لوں یا پروردگار کی ملاقات کے لیے جلدی کروں۔ میں نے اپنے پروردگار کی ملاقات کو پسند کر لیا۔ ابو موہبہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خزائن دنیا کی کنجیاں لے لیجئے اس کے بعد بہشت میں داخل ہو جائیے فرمایا نہیں خدا کی قسم اے ابو موہبہ میں اپنے پروردگار کی ملاقات کو چاہتا ہوں۔ اس کے بعد بقیع سے واپس ہوئے اور جس درد سر میں آپ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی ہے۔ وہ شروع ہو گیا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ بقیع غرقد میں آئے اور تین مرتبہ فرمایا السلام علیکم یا اهل القبور اور ارشاد فرمایا کہ آرام کرو تم اے مرد و خلاص ہوئے تم ان فتنوں اور بلاؤں سے جو تمہارے بعد ہوں گی۔ اس کے بعد آپ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ لوگ یعنی مردے تم سے بہتر ہیں صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں۔ جس طرح یہ ایمان لائے ہم بھی ایمان لائے ہیں ان لوگوں نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا ہے ہم بھی خرچ کرتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا سے گئے ہم بھی جائیں گے۔ پر ان لوگوں کو ہم پر کس وجہ سے فضیلت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ دنیا سے گزر گئے اور اپنے اجر میں سے کوئی چیز دنیا میں نہ لی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ تم اس کے بعد کیا کام کرو گے اور کیا کیا فتنے تمہارے درمیان میں ظاہر ہوں گے۔

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا ﷺ مقبرہ کی جانب تشریف لائے اور فرمایا السلام علیکم دار قوم مومنین و انا انشاء اللہ بکم لاحقون پھر فرمایا کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرے صحابی ہو۔ میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور انہوں نے ابھی تک ملک ہستی میں قدم بھی نہیں رکھا ہے۔ میں ان لوگوں کا حوض کوثر پر مقدمتہ الجیش ہوں گا۔ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کی امت کے جو لوگ آپ کے بعد آئیں گے اور آپ نے ان کو دیکھا تک نہیں ہے ان کو کس طرح سے پہچانیں گے آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص کے پاس سیاہ گھوڑے ہوں اور دوسرے کے پاس ابلق کیا وہ شخص اپنے گھوڑوں کو

دوسرے سے جدا نہیں کر سکتا۔ میری امت بھی قیامت کے دن وضو کے آثار کی وجہ سے سفید پیشانی سفید پاؤں پنچ کلیان گھوڑے کی طرح اٹھیں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ بقیع کے مقبرہ سے ستر آدمی بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے نہ تو اپنے جسم کو داغا ہو گا نہ کسی فال بد سے سروکار رکھا ہو گا بلکہ ہر کام میں خدائے تعالیٰ پر بھروسہ رکھا ہو گا۔ دوسری روایت میں ایک لاکھ کی تعداد آئی ہے اور اعمال میں اتنا زیادہ کر دیا ہے کہ انہوں نے جادو بھی نہیں سیکھا۔

معصب بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بقیع کے راستے سے مدینہ منورہ کو آرہا تھا میرے ساتھ ابن راس جالوت بھی تھے جو اہل کتاب میں سے ہیں۔ جب ان کی نظر بقیع پر پڑی تو کہا یہی ہے۔ معصب نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے وہ کہنے لگے کہ میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ ایک مقبرہ دو سنگستان کے درمیان میں ہے جس کا نام نخیل ہے۔ اس میں سے ستر ہزار آدمی ایسے اٹھیں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ اسی کے مثل دوسری خبریں مقبرہ بنی سلمہ کے لیے بھی آئی ہیں۔ یہ مقبرہ منزل بنی حرام کے نزدیک مدینہ منورہ کے مغربی جانب جبل سلع کے دامن میں مساجد فتح کے راستہ پر ہے جیسا کہ مساجد کے ذکر میں معلوم ہو چکا ہو گا لیکن اب یہ مقبرہ مفقود ہے اور اس میں مردے دفن نہیں ہوتے ہیں۔ نیز بقیع کی فضیلت اس میں مردوں کا دفن کرنا حضور ﷺ کی محبت' آپ کے اصحاب کی مدینہ منورہ میں موت اور حضور ﷺ کی شفاعت و شہادت کی بشارت میں بہت سی احادیث اور اخبار موجود ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص مدینہ میں مرے اور بقیع میں دفن کیا جائے وہ حضور ﷺ کی شفاعت سے ممتاز ہو گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے سرور انبیاء ﷺ زمین سے اٹھیں گے آپ کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد اہل بقیع پھر اہل مکہ اور دوسری حدیث میں ہے من مات باحد الحرمین بعث من الا منین یوم القیمۃ ترجمہ

(جو شخص کہ دونوں حرموں میں سے کسی حرم میں مرے وہ قیامت کے دن آمنین کے گروہ میں سے اٹھایا جائے گا)

ایک اور حدیث ہے کہ دو مقبرے ایسے ہیں جن کی روشنی آسمان پر ایسی ہے جیسی کہ زمین پر چاند سورج کی۔ ایک تو مقبرہ بقیع ہے اور دوسرا مقبرہ عسقلان۔ کعب احبار سے روایت ہے توریت میں آیا ہے کہ بقیع کے مقبرہ پر ملا کہ مقرر ہیں اور جس وقت یہ بھر جاتا ہے تو اس کو اٹھا کر بہشت میں جھاڑ دیتے ہیں۔ لیکن بقیع کے مدفون بے شمار ہیں اور بہت سے اصحاب جنت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وفات پائی ہے۔ اسی مقبرہ متبرکہ میں دفن ہوئے ہیں۔ قاضی عیاض مدارک میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ دس ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور ایسے ہی سادات اہل بیت نبوت سلام اللہ علیہم اور علمائے تابعین رحمتہ اللہ علیہم وغیرہ جن کی قبور کا پورا پورا پتہ معلوم نہیں مگر بعض کے قبور کی سمت ضرور معلوم ہوئی ہے کیونکہ زمانہ سلف میں قبروں کا مضبوط کرنا یا ان کے نام لکھنے کا دستور نہ تھا۔ یقیناً بوجہ طول زمانہ ان کے نشانات مٹ گئے ہیں اور اس زمانہ میں جو بعض قبریں اور قبے بنائے گئے ہیں یہ سارے گمان غالب کے اعتبار پر بنائے گئے ہیں ورنہ حقیقت کا پتہ نہیں چلتا۔ سمنودی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل

ان قبروں کا بیان جو بعینہ یا بحیثیت سمت کے معلوم ہیں۔

قبر ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قبر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آپ سب سے پہلے شخص ہیں جو بقیع میں دفن ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت کے بعد ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ ان کو بقیع میں دفن کرو تاکہ ہمارے لیے اس معاملے میں یہ مقدمتہ الجیش ہوں اور فرمایا السلف سلفنا عثمان بن مظعون ترجمہ (کیا ہی عمدہ مقدمتہ الجیش ہمارے لیے عثمان بن مظعون ہیں) اس وقت بقیع میں عرقد

نامی درخت بہت لگے ہوئے تھے۔ اسی سبب سے اس مقام کو بقیع عرقد کہتے ہیں۔ آپ نے ان درختوں کو نکال کر زمین صاف کی اور عثمان بن مظعون کو دفن کیا۔ آپ قبردار عقیل کی مشرقی جانب ہے۔ اس وقت بھی ان کا قبہ وہاں پر موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا نام روحا رکھا ہے یہ مقم بقیع کے وسط میں ہے حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے مہاجرین میں سے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان کو کہاں دفن کریں آپ نے فرمایا کہ بقیع میں قبر تیار کرو۔ قبر سے ایک پتھر نکلا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو اٹھا کر قبر کی پائنتی نصب کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ سرہانے نصب کیا۔ جب مروان ابن الحکم مدینہ منورہ کا والی مقرر ہوا ایک دن اس کا گزر عثمان بن مظعون کی قبر پر ہوا حکم دیا کہ اس پتھر کو یہاں سے اٹھا کر پھینک دو۔ میں نہیں چاہتا کہ عثمان بن مظعون کی قبر پر کوئی ایسی علامت رہے جس کے ذریعہ سے وہ ممتاز اور معین ہوں بنو امیہ نے اس کو اس حرکت پر ملامت کی اور کہا تو نے بہت ہی برا کیا۔ جس پتھر کو رسول خدا ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھا تھا تو نے جدا کر دیا۔ مروان نے کہا میں حکم دے چکا اب اس کو تبدیل نہیں کر سکتا ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے حکم دیا کہ اس پتھر کو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قبر پر رکھیں۔

ابو داؤد صحیح روایت میں بیان کرتے ہیں کہ جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا ایک پتھر لاؤ وہاں ایک بہت بڑا پتھر تھا جس کو کوئی اٹھا نہیں سکتا تھا۔ سرور انبیاء ﷺ نے اپنی آستین چڑھا کر ایک ہی مرتبہ میں اس پتھر کو اٹھا لیا اور عثمان بن مظعون کے سرہانے رکھ دیا اور یہ فرمایا کہ اس پتھر سے اپنے بھائی کی قبر کی نشانی کرتا ہوں۔ میرے گھر والوں میں سے جو شخص مرے گا یہیں دفن کروں گا۔ عثمان بن مظعون کی قبر حضور ﷺ کے مکان کے مقابل تھی جو شخص یہاں کھڑا ہوتا بغیر رکاوٹ کے اس کی نظر حضور ﷺ کے گھر پر پڑتی۔ اس کے بعد سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا۔ آپ چھ مہینے کے تھے اور بقول بعض اس سے زیادہ۔

آپ نے فرمایا کہ عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس بقیع کے اندر دفن کرو اور یہ بھی فرمایا کہ ابراہیم کے لیے جنت میں ایک انا ہوگی جو ان کی ایام شیر خوارگی کو پورا کرے گی۔ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ابراہیم کی قبر پر مٹی ڈالی اور پانی چھڑکا۔ اس سے پہلے کسی قبر پر پانی نہیں چھڑکا گیا تھا۔ ان کی قبر پر سنگ ریزے بھی چنے۔ جب دفن سے فارغ ہوئے تو فرمایا اسلام علیکم۔ جب سیدنا ابراہیم کی قبر بقیع میں بن گئی تو ہر قبیلہ نے ایک گوشہ میں اپنا مقبرہ تجویز کرلیا اور بقیع عرقد مسلمانوں کا قبرستان ہو گیا۔

قبر رقیہ بنت رسول اللہ رضی اللہ عنہا و ﷺ

جب ان کی وفات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ان کو ہمارے مقدمتہ الجیش عثمان بن مظعون کے پاس دفن کرو۔ لہذا ان کی قبر کے متصل حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفن کیا گیا۔ حدیث میں ہے کہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو عورتوں کی ایک جماعت نے ان پر رونا شروع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مار کر منع کیا اور جھڑکا۔ سرور انبیاء ﷺ نے عمر کا ہاتھ پکڑلیا اور فرمایا کہ رونے دو جو حرکت ہاتھ اور زبان سے ہوتی ہے وہ شیطان کی جانب سے ہے ورنہ رونا بغیر نوحہ کے منع نہیں ہے۔

روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے کنارے روتی تھیں اور رسول خدا ﷺ اپنے کپڑے کے کنارے سے ان کے آنسو صاف کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ حضور ﷺ رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال میں موجود نہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی تیمارداری کے لیے چھوڑ کر غزوہ بدر کو روانہ ہو گئے تھے۔ جب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کی فتح کی خوشخبری لائے تو عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کی قبر پر کھڑے ہیں اور دفن کر رہے ہیں۔ جو بات صحت کو پہنچی ہے وہ حضور ﷺ کی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دفن کے وقت کی موجودگی ہے

اور شاید پہلی خبر جس سے حضور ﷺ کی موجودگی سمجھی جاتی ہے ان کے دفن میں ہے۔ یا زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال میں جو 8ھ میں ہوا ہے۔ سید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو عثمان بن مظعون کی قبر کے نزدیک دفن کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ نے عثمان بن مظعون کے دفن اور ان کی قبر کے نزدیک پتھر رکھتے وقت فرمایا تھا کہ میں اپنے اہل بیت کو ان کے قریب دفن کیا کروں گا اور اس وقت اسی مقام کے قریب ایک قبہ ہے اس کو قبہ بنات رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں۔

قبر فاطمہ بنت اسد

ام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بہ روایت محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب یہ بھی سیدنا ابراہیم اور عثمان بن مظعون کی قبر کے نزدیک دفن ہیں اور دوسری روائتیں بھی اس کی تائید میں آئی ہیں۔ سمنودی کہتے ہیں کہ اس وقت اس جگہ کے تعلق لوگوں کا جو یہ اعتقاد ہے کہ جو قبہ فاطمہ بنت اسد کا قبہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے شمالی جانب ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ بعض مورخین نے اس کی موافقت بھی کی ہے۔ سمنودی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سرور انبیاء ﷺ اس محبت اور شفقت کے باوجود جو ان سے رکھتے تھے ان کو بقیع سے دور دفن کرتے حالانکہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے دفن کے وقت جو الفاظ آپ نے ادا فرمائے تھے۔ وہ ابھی معلوم ہو چکے تھے۔ اب جب کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مشہد بقیع میں حقیقت داخل نہیں ہے اور یہ قبہ جو فاطمہ بنت اسد کی طرف منسوب ہے۔ بذات خود دور ہے تو فاطمہ بنت اسد کا اس میں دفن کرنا بہت ہی بعید بات ہے۔ محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد کے انتقال کا وقت نزدیک آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب ان کا انتقال ہو تو مجھے خبر کرنا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مسجد کی اس جگہ میں جس کو آج کل قبر فاطمہ کہتے ہیں قبر کھود کر بغلی بناؤ۔ جب لحد کھودنے

سے فارغ ہوئے تو سرور انبیاء ﷺ قبر میں اترے اور لحد میں لیٹ گئے پھر قرآن پڑھا اس کے بعد اپنے جسم مبارک سے قمیض مبارک اتارا اور فرمایا کہ اس کو ان کے کفن میں داخل کرو اور ان کی قبر کے پاس نو تکبیروں سے نماز ادا فرمائی اور فرمایا کہ قبر کے دبانے سے کوئی شخص بے خوف اور محفوظ نہیں ہو سکتا۔ سوائے فاطمہ بنت اسد کے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا قاسم بھی نہیں یعنی حضور ﷺ کے عزیز فرزند کم سنی ہی میں اس عالم سے تشریف لے گئے تھے آپ نے فرمایا بلکہ ابراہیم بھی نہیں یعنی قاسم کے متعلق کیا پوچھتے ہو ابراہیم جو ان سے بہت چھوٹے تھے وہ بھی بے خوف نہیں ہیں۔ جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص خبر لایا عقیل اور جعفر اور علی کی ماں کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اٹھو ہم اپنی ماں کی طرف چلیں۔ آپ اٹھے اور آپ کے اصحاب بھی نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب فاطمہ کے دروازے پر پہنچے تو آپ نے اپنے جسم مبارک سے قمیض مبارک اتارا اور لوگوں کو دے کر فرمایا کہ غسل کے بعد کفن کے نیچے پہنا دو۔ جب ان کا جنازہ باہر آیا تو جنازہ کو اپنے شانہ مبارک پر رکھا اور راستہ میں کبھی جنازہ سے آگے اور کبھی اس کے پیچھے چلتے تھے۔ جب قبر پر پہنچے تو لحد میں اتر کر لیٹ گئے اور پھر باہر نکلے اور فرمایا کہ جنازہ لاؤ۔ بسم اللہ وعلیٰ اسم رسول اللہ۔ دفن کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہوئے اور فرمایا جزاک اللہ من امر وریبۃ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے آپ سے فاطمہ بن اسد کے متعلق دو خاص باتیں دیکھیں جو کبھی کسی اور کے متعلق نہیں دیکھی تھیں۔ ان کے لئے آپ نے اپنا قمیص اتارا اور اس کو ان کا کفن بنایا۔ دوسرے آپ ان کی لحد میں اترے اور لیٹ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ قمیص دینے سے میری یہ غرض تھی کہ ان کو آتش دوزخ نہ چھوئے اور لحد میں لیٹنے سے یہ مقصد تھا کہ ان کی قبر کشادہ ہو جائے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی بھی ان کے بعد

ابوطالب کے سوا اتنا نیکو کار نہ تھا۔ میں نے انھیں اپنا قمیص اس لئے پہنایا کہ ان کو حلہائے بہشت ملے اور ان کی قبر میں میں اس واسطے لیٹا کہ مصائب قبر سے ان کو امن رہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا حضور ﷺ تشریف لائے اور ان کے سرہانے بیٹھ کر فرمایا یا امی بعد امی اور بہت ثنا کی۔ اپنا قمیص مبارک ان کے کفن میں رکھا۔ اس کے بعد اسامہ بن زید اور ابو ایوب انصاری و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان کے لئے قبر کھودیں اور لحد اپنے دست اقدس سے بنائی اور خود ہی اس کی مٹی نکالی پھر آپ نے لحد میں لیٹ کر فرمایا اللہ الذی یحیی و یمیت وھو حیلا یموت اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد و وسع علیھا مدخلھا بحق نبیک والانبیاء قبلی فانک ارحم الراحمین۔ اور چار تکبیریں پڑھ کر لحد سے نکل آئے۔

عباس و ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ عبدالعزیز بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ پانچ آدمیوں کے سوا کسی کی قبر میں کبھی نہیں لیٹے۔ ان میں تین عورتیں تھیں۔ اور دو مرد۔ ایک خدیجہ رضی اللہ عنہا جن کی قبر مکہ میں ہے اور چار دوسری جن کی قبریں مدینہ منورہ میں ہیں۔ اول خدیجہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے جن کو حضور ﷺ نے اپنی گود میں پرورش کیا تھا۔ دوسرے عبداللہ المزنی جن کو ذوالبجادین کہتے ہیں۔ تیسری ام رمان یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ تھیں۔ چوتھی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا اجمعین۔

قبر عبدالرحمٰن بن عوف

ان کی قبر عثمان بن مظعون کے قبر کے پاس ہے۔ رضی اللہ عنہ ابن زبالہ حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف کا جب آخری وقت تھا تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک آدمی بھیجا کہ اگر تمہاری خواہش ہو تو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کریں جہاں تمہارے بھائی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ تمہارا گھر تنگ ہو جائے گا۔ اس لئے میں نہیں چاہتا۔ میرے اور

عثمان بن مظعون کے درمیان عہد تھا کہ ہم دونوں میں سے جو کوئی مرے ایک دوسرے کے پہلو میں دفن ہو اس کو سن کر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب ان کا انتقال ہو تو ان کا جنازہ میرے گھر کے سامنے سے لے جانا۔ چنانچہ سب نے ویسا ہی کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان پر نماز ادا کی۔ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے حجرہ میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم اس جگہ دفن ہوں گے۔ لہٰذا حکمت الٰہی اس کی مقتضی ہے کہ کسی کو وہ جگہ دفن کے لئے میسر نہ ہو۔ چنانچہ تاریخ دانوں پر واضح ہے۔

قبر سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص

ابن شیبہ ابن دہقان سے روایت کرتے ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص ان کو بلا کر اپنے ہمراہ بقیع کی طرف لے گئے اور چند میخیں بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ جب عقیل کے گھر مشرقیہ شامیہ گوشے میں پہنچے جہاں عثمان بن مظعون کی قبر ہے۔ مجھ سے کہا کہ یہاں پر ایک قبر تیار کرو اور جو میخیں اپنے ساتھ لے گئے تھے وہاں گاڑ دیں اور کہا کہ جب میں مر جاؤں تو یہ جگہ میرے آدمیوں کو دکھا دینا تاکہ مجھے یہیں دفن کریں۔ ان کے انتقال کے بعد یہ خبر میں نے ان کے لڑکے کو پہنچا دی۔ لہٰذا ان کو اسی جگہ دفن کیا گیا۔

قبر عبداللہ بن مسعود

ابن سعد اپنے طبقات میں نقل کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ مجھ کو عثمان بن مظعون کی قبر کے نزدیک دفن کرنا اور ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔ 32ھ میں بقیع کے اندر دفن ہوئے ہیں اور بعض تاریخوں میں ہے کہ ان کا انتقال کوفہ میں 36ھ میں ہوا۔ واللہ اعلم۔

قبر ابن خدافتہ السہمی

آپ مہاجرین اول اور اصحاب الہجرتین سے ہیں حضور ﷺ سے پہلے حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے شوہر تھے۔ احد کے دن ان کے ایک زخم لگا تھا۔ اس کی وجہ سے ماہ شوال 3ھ میں مدینہ منورہ کے اندر انتقال فرمایا اور عثمان بن مظعون کا انتقال ماہ شعبان 3ھ میں ہوا تھا۔

قبر سعد بن زرارہ

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے وقت ہجرت کے پہلے سال ان کا انتقال ہوا۔ آپ کی قبر روحا میں عثمان بن مظعون کی قبر کے نزدیک ہے۔ سب کو چاہئے کہ سیدنا ابراہیم کی زیارت کے وقت ان جملہ اصحاب مذکورہ پر سلام بھیجیں۔ انہیں کے قبہ میں دیوار کے اوپر ان حضرات کے نام بھی لکھے ہیں۔ لیکن ان دونوں قبوں میں جو دو نئی قبریں موجود ہیں ان کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ سمنودی نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

قبر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زہرا بنت حبیب اللہ ﷺ

معلوم ہو کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے مرقد مطہرہ کی تعین میں مختلف خبریں ہیں۔ جس طریقہ سے آپ کا حلیہ کمال آپ کی حیات میں اجنبیوں کی آنکھ سے چھپا ہوا تھا۔ اسی طرح سے ان کا عصمت جمال انتقال کے بعد بھی پوشیدہ ہی رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی وصیت کے مطابق کسی امیر و فقیر کو آپ کی موت اور دفن پر مطلع نہیں کیا گیا۔ ان کی نماز جنازہ میں بھی کسی کو نہیں بلایا گیا۔ صرف علی مرتضیٰ اور چند اہل بیت تھے۔ رات ہی میں آپ کو دفن کیا گیا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ آپ کا مرقد مطہرہ بقیع میں ہے جس جگہ تمام اہل بیت نبوت آرام فرما رہے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کو آپ کے مکان ہی میں دفن کیا گیا ہے۔ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں دوسرے اقوال بھی ہیں۔ ان میں سے بعض قول کچھ صحت کے قریب ہیں جو آخر مضمون میں اشارتاً

بیان کیا جائے گا۔ سمہودی کی تاریخ میں طرفین کی روائتیں ذکر کی گئی ہیں۔ بعض اقوال کی ترجیح اور تضعیف بھی کی گئی ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قوم کے نزدیک قول اول درست ہے۔ واللہ اعلم۔

میں چند روایتیں اس کے متعلق نقل کرتا ہوں۔ یہاں پر راجح اور مرجوع سے بحث نہیں ہے۔ محمد بن علی بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی قبر دار عقیل کے یمانیہ گوشہ میں بقیع کے اندر ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان کی قبر شریف اسی جگہ ہے۔ دار عقیل سے قبر شریف تک جو فاصلہ ہے وہ بعض روایتوں سے 23 گز اور بعض سے 37 گز معلوم ہوتا ہے اور امام المسلمین حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دفن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر لوگوں کی رائے میرے جد بزرگوار ﷺ کے پاس دفن کرنے کی نہ ہو تو مجھے میری والدہ کے پاس بقیع میں دفن کرنا۔ یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی قبر بقیع میں ہوئی جہاں پر امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر ہے اور امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلیٰ آباۂ الکرام سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ان کے حجرہ ہی میں دفن کیا گیا تھا۔ جس کو عمر بن عبدالعزیز نے مسجد میں داخل کر دیا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ رسول خدا ﷺ کو بھی آپ کے گھر ہی میں دفن کیا گیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چونکہ رات ہی میں دفن کر دیا گیا تھا اس لئے اسی کو معلوم نہ ہوا اور یہ بھی روایت ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات کے وقت فرمایا تھا کہ مجھے اپنے جسم کے ظاہر کرنے سے شرم آتی ہے۔ مجھے مردوں کے سامنے نہ رکھیں۔ اس وقت کی رسم بھی ایسی ہی تھی کہ عورتوں کی نعش کو مردوں کی طرح لے جاتے تھے اسماء بنت عمیس خثعمیہ اور ایک اور روایت میں ہے کہ ام سلمہ نے کہا میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ میت کے لئے ایسا تابوت بناتے ہیں جس سے مکمل پردہ پوشی ہو جاتی ہے۔ ہم تمہارے لئے بھی ایسا ہی کریں گے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے غسل و کفن کی ذمہ دار اسماء بنت عمیس اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوں۔ دوسرے شخص کا وہاں پر کوئی دخل نہ ہو۔ یہ روایت اس بات کی تردید کرتی ہے جو لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کا علم نہ تھا اس وجہ سے آپ انکی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔ کیونکہ اسماء بنت عمیس اس زمانے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں ممکن نہیں ہے کہ ان کی بیوی شریک میت ہوں اور غسل بھی دیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع نہ ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ ممکن ہے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہو اور حاضری کا قصد بھی کیا ہو لیکن جب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے پوشیدہ رکھنے میں کوشش کی ہو تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ چاہا کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارادہ سے خلاف شرکت کریں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی اس میں کوئی مصلحت ہو۔

شیخ ابن عسقلانی کہتے ہیں ممکن ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہو اور خیال کیا ہو کہ شاید علی مرتضیٰ شرکت نماز جنازہ اور دفن کے لئے مطلع فرمائیں گے اور علی رضی اللہ عنہ نے گمان کیا ہو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بغیر بلائے شریک ہو جائیں گے واللہ اعلم

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم وفات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں اس سے بھی صحیح تر خبر یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اپنی موت کے بعد اپنے جنازے کے اظہار کو ناپسند فرمایا تھا اسماء بنت عمیس نے کھجور کی ٹہنیوں سے حبشیوں کے طریقہ پر گہوارہ بنا کر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو دکھایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو دیکھ کر خوشی ظاہر کی اور تبسم فرمایا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد سے اس وقت تک کسی نے جناب زہرا رضی اللہ عنہا کو تبسم فرماتے یا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے اسماء بنت عمیس سے وصیت فرمائی تھی کہ تم اور علی رضی اللہ عنہ مجھے غسل دینا۔ کسی دوسرے کو نہ آنے دینا کہ میرے انتقال کے بعد میرے دروازے پر آئے۔ جب آپ نے وفات فرمائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آکر چاہا کہ گھر کے اندر داخل ہوں۔ اسماء

بنت عمیس نے ان کو مکان میں آنے سے روک دیا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد سے شکایت کی کہ اس کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے اور بنت رسول اللہ ﷺ کے درمیان حائل ہوتی ہے اور مجھ کو ان کے پاس جانے سے روکتی ہے اور ان کے جنازے کے لئے اپنی جانب سے مثل عروس بنایا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے دروازے پر آکر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے اسماء نبی کی بیوی کو کس لئے نبی کی بیٹی کے پاس آنے سے روکتی ہو اور تم نے ان کے لئے عروس کے مثل کیا چیز بنائی ہے۔ اسماء نے کہا کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے مجھے حکم دیا تھا کہ کسی شخص کو ان کے پاس نہ آنے دوں اور جو میں نے بنایا ہے میں نے حالت حیات میں ان کو دکھا دیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ واقعہ ہے تو انہوں نے جو کچھ تم سے وصیت کی ہے اس کو پورا کرو۔ یہ روایت جس طرح سے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کا علم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہونا بتاتی ہے یہ اسی طرح سے ان کا ان کے حجرے میں دفن نہ ہونا بھی ثابت کرتی ہے ورنہ گہوارہ بنانے کی اور لوگوں سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔

بعض غریب روایتوں میں آیا ہے کہ ایک دن صبح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نہایت خوش اٹھیں اور باندی سے فرمایا کہ غسل کے لئے پانی رکھو۔ آپ نے نہایت احتیاط سے غسل فرما کر پاکیزہ کپڑے پہنے اور گھر میں ایک بستر بچھایا۔ پھر قبلہ رو ہو کر سونے کے واسطے لیٹیں اور اپنے دست مبارک کو رخسار شریف کے نیچے رکھا۔ پھر فرمایا کہ اب میں مرتی ہوں۔ میں نے غسل بھی کر لیا ہے اور کپڑا بھی پہن لیا ہے۔ مرنے کے بعد کوئی شخص بھی مجھ کو نہ کھولے اور اسی مقام پر جس طرح سوئی ہوئی ہوں دفن کر دیں۔ جب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھر میں تشریف لائے تو آپ سے یہ قصہ بیان کیا گیا آپ نے دیکھا کہ ان کی روح پاک تو اعلیٰ علیین پہنچ گئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو کوئی شخص نہ کھولے اسی سابق غسل اور لباس میں دفن فرمایا۔ اس حدیث کی روایت میں اختلاف ہے ابن جوزی تو اس کو موضوعات

میں ذکر کرتے ہیں اور یہ بنت عمیس کی حدیث کے مخالف بھی ہے اسماء کی حدیث امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ بہت سے علماء حدیث نے نقل کی ہے اور استدلال میں پیش کی ہے واللہ اعلم۔ مسعودی نے مروج ذہب میں بیان کیا ہے کہ امام حسن، زین العابدین، محمد باقر اور جعفر صادق رضی اللہ عنہم کی قبروں کے پاس 332 ہجری میں ایک پتھر ملا۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمدللّٰہ مبید الامم و محی الرمم ھذا قبر فاطمۃ بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سیدۃ نساء العالمین و قبر حسن بن العلی وعلی بن الحسین بن علی وقبر محمد بن علی و جعفر بن محمد علیہم السلام۔ جس کلام کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اس کے مضمون سے بھی ظاہر ہوتا ہے اور ایک دوسرا قول بھی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر اس مسجد میں ہے جو بقیع میں ان کی طرف منسوب ہے۔ یہ قبۂ عباس میں قبلہ کی جانب مائل بشرق واقع ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بقیع کی زیارت کے تذکرہ میں اس مسجد کا ذکر کیا ہے اور اس میں نماز پڑھنے کی تاکید کی ہے۔ دوسرے لوگوں نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ مسجد بیت الحزن کے نام سے مشہور ہے اس لئے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں لوگوں سے علیحدہ ہو کر وہاں پر قیام فرمایا تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بقیع کے اس مقام پر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سکونت فرمائی تھی واللہ اعلم۔ محب طبری ذخایر العقبیٰ میں بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک نیک آدمی نے جو خدا کے لئے مجھ سے دوستی رکھتے تھے بیان کیا ہے کہ جب شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد شیخ ابوالعباس مرسی بقیع کی زیارت کرتے تھے تو قبۂ عباس کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پر سلام بھیجتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر اسی مقام پر منکشف ہوئی ہے۔ شیخ ابوالعباس مرسی اپنی صفت کشف میں قوم کے اندر مشہور ہیں۔ طبری کہتے ہیں کہ ایک مدت دراز تک شیخ کے متعلق جو خبر نقل کی گئی ہے میں نے دیکھی تو شیخ نے اپنے کشف سے

جو کچھ بتایا تھا اس پر میرا اعتقاد اور زیادہ ہوگیا۔ سید علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ تمام اقوال میں یہ بات راجح ہے اگرچہ اس سے پیشتر بعض شافعیہ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے مکان کے اندر دفن ہونے کو بھی راجح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی وفات منگل کے روز تین رمضان المبارک ۱۱ ھ کو ہوئی ہے۔

قبر امام المسلمین

حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ روایت ہے کہ جب حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک آدمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ اگر آپ اجازت دیں تو امام حسن رضی اللہ عنہ کو حجرہ کے اندر نانا کے پہلو میں دفن کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبول فرمایا اور کہا کہ ایسا ہی ہوگا۔ وہاں پر ایک قبر کی جگہ بھی خالی ہے۔ بنوامیہ نے جب یہ خبر سنی تو ہتھیار سے مسلح ہو کر لڑائی کے لئے تیار ہوگئے اور بنو ہاشم بھی ان کی حمایت میں ہوگئے جب حسن رضی اللہ عنہ نے سنا کہ جنگ کی نوبت پہنچ گئی ہے تو آپ نے اپنی ذاتی خصلت کے پیش نظر کہ صلح اور امن کو پسند فرماتے تھے۔ کہا کہ اگر نوبت لڑائی کی پہنچ گئی ہے تو میں راضی نہیں ہوں۔ مجھ کو بقیع میں میری والدہ کے پہلو میں دفن کرو۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ انتقال کے وقت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھ کو میرے نانا کے پہلو میں دفن کرنا لیکن اگر بنوامیہ منع کریں تو ان سے جھگڑا مت کرنا اور مجھ کو بقیع غرقد میں دفن کرنا۔ کیونکہ ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے سے منع کر دیا تھا۔ آخر کار نتیجہ وہی ہوا جو آپ نے خبر دی تھی۔ مروان جو مدینہ کا حاکم تھا۔ لڑائی کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ میں ہرگز جائز نہیں رکھتا کہ حسن بن علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں دفن کریں اور عثمان باہر پڑے رہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اصحاب جو اس وقت مدینہ میں موجود تھے کہہ رہے تھے کہ واللہ یہ

صراحتاً" ظلم ہے کہ حسن کو ان کے نانا کے پہلو میں دفن ہونے سے روکا جائے۔ اس کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ آپ کو آپ کے بھائی نے وصیت کی ہے کہ اگر لڑائی کی نوبت ہو تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور قوم سے مت لڑنا۔ آخر کار ان حضرات کی خوشامد سے ان کو بقیع میں دفن کر دیا رضی اللہ عنہ۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اس زمانہ میں معاویہ کی جانب سے مدینہ منورہ کا امیر سعد ابن العاص تھا۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ مکان سے باہر لائے تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آگے بڑھیے اور نماز پڑھایئے اگر میرے نانا کی یہ سنت نہ ہوتی کہ جنازہ کا امام امیر کو ہونا چاہیے تو تم کو ہرگز امام نہ بناتا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس امام زین العابدین ابن امام حسین اور امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی قبریں ہیں۔ حقیقت میں تمام ائمہ ایک ہی قبرستان میں دفن ہیں۔ اس بڑے قبہ کو قبہ عباس کہتے ہیں۔ زبیر بن بکار روایت کرتے ہیں کہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جسم شریف کو بھی لا کر بقیع میں دفن کیا۔

سید علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ 862 یا 63 ھ میں مشہد حسین و عباس میں قبلہ کی جانب ایک قبر کھود رہے تھے کہ زمین سے ایک لکڑی کا صندوق نکلا جو سرخ نمدہ میں لپٹا ہوا تھا اور اس پر کیلیں لگی ہوئی تھیں۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ تھی کہ صندوق کی کیلیں بدستور چمک رہی تھیں۔ زنگ کا کچھ بھی اثر نہ تھا اور تابوت کا کپڑا بھی پرانا نہیں ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ جسم شریف علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہو جیساکہ زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے اور روایت ہے کہ یزید بن معاویہ نے سر مبارک حضرت امام المومنین حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمرو بن العاص کے پاس جو اس بدبخت کی جانب سے مدینہ منورہ کا حاکم تھا بھیجا انہوں نے اس کی تجہیز و تکفین بقیع کے اندر ان کی والدہ کی

قبر کے پاس کر دی۔

بعض محدثین نے بیان کیا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو یزید کی ہلاکت کے بعد لوگوں نے اس کے خزانہ میں پایا اور کفن دے کر دمشق میں باب الفرادیس کے قریب دفن کیا۔ اس کے متعلق اور بھی اقوال آئے ہیں۔ بہرحال اس مشہد کی زیارت کے وقت تمام ائمہ ہدایت کے مطابق سلام پڑھیں تو بہتر ہے۔

قبر عباس بن عبدالمطلب

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا رضی اللہ عنہ) ابن شیبہ روایت کرتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلب کو فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کی قبر کے نزدیک بنی ہاشم کے پہلے مقبرہ میں جو دار عقیل کے گوشے میں ہے دفن کیا گیا اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ کو بقیع کے وسط میں ایک جگہ پر دفن کیا گیا۔ اس وقت یہاں پر ایک بڑا قبہ ہے۔ اسی میں عباس اور تمام ائمہ کی قبریں ہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا۔

قبر صفیہ بنت عبدالمطلب

(رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی) ابن شیبہ بیان کرتے ہیں کہ جو گلی بقیع کو جاتی ہے اس کے آخر پر مغیرہ بن شعبہ کے مکان کے نزدیک ان کو دفن کیا گیا۔ یہ مقام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مغیرہ کو جاگیر میں دے دیا تھا۔ جب مغیرہ بن شعبہ نے مکان بنانا چاہا تو زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اس مقام کے قریب سے گزرے تو فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی دیوار میری ماں کی قبر پر بناؤ۔ مغیرہ چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نسبت رکھتے تھے اس لئے ان کے کہنے پر عمل نہ کیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی تو آپ نے مغیرہ کے پاس آدمی بھیج کر تعمیر سے منع کر دیا اور اب ان کی

قبر مدینہ منورہ کے شہر پناہ کے متصل بقیع کی طرف ہے۔

قبر ابی سفیان بن الحارث

(ابن عبدالمطلب ابن عم المصطفیٰ ﷺ و رضی اللہ عنہ) نقل کرتے ہیں کہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان ابن الحارث کو دیکھا کہ قبرستان میں پھر رہے ہیں۔ دریافت کیا کہ اے بھائی کیا ڈھونڈتے ہو کہا اپنے دفن کے لئے ایک قبر کی جگہ ڈھونڈتا ہوں۔ عقیل ان کو اپنے گھر میں لائے اور ایک مقام معین کر دیا تاکہ وہاں پر ان کی قبر کھودی جائے۔ ابو سفیان تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔ اس قصہ کو دو دن نہیں گزرے تھے کہ ابو سفیان کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن کیے گئے۔ ان کی وفات 20ھ میں ہوئی۔ نماز جنازہ عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ عقیل ابن ابی طالب کے قبہ کی اندرونی دیوار پر ابو سفیان اور عبداللہ بن جعفر کا نام لکھا ہوا ہے۔ سید سمہودی کہتے ہیں کہ ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو قبہ عقیل کی طرف منسوب ہے اس میں ابو سفیان بن حارث مدفون ہیں اس لئے کہ ابن زبالہ اور ابن شیبہ نے عقیل کی قبر بقیع میں بیان نہیں کی ہے۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب احیاء میں ان لوگوں کی زیارت کے متعلق جن کی بقیع میں زیارت کرتے ہیں عقیل کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ ابن قدامہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ عقیل کی وفات معاویہ کی حکومت کے زمانے میں شام کے اندر ہوئی اور ان کی طرف اس قبہ کی نسبت اس وجہ سے ہے کہ ان کا مکان یہیں تھا۔ جیساکہ بار بار گزر چکا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ممکن ہے انہیں ملک شام سے لاکر یہاں دفن کیا گیا ہو۔ سب سے پہلے ابن النجار نے یہ بیان کیا ہے کہ عقیل کی قبر اسی قبہ میں ہے چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ عقیل بن ابی طالب برادر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر بقیع کے اول قبہ میں ہے اور ان کے ساتھ ان کے بھتیجے عبداللہ ابن جعفر طیار کی قبر ہے۔ ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی۔ رضی اللہ عنہ

بعض علمائے تاریخ بیان کرتے ہیں کہ وہ ابوا میں دفن ہیں۔ جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ میں ہے 90 ھ میں انتقال ہوا۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر دس سال کی تھی تو گویا ان کی پیدائش ہجرت کے پہلے سال میں ہوئی تھی۔ رضی اللہ عنہ

ازواج نبی ﷺ و رضی اللہ عنہن کی قبریں بھی دار عقیل کے قریب ہیں۔ تاریخ میں ہے کہ جب عقیل ابن ابی طالب نے اپنے مکان میں ایک کنواں کھودا تو اس میں سے ایک پتھر نکلا جس پر لکھا ہوا تھا۔ قبر ام حبیبہ بنت صخر بن حرب۔ عقیل نے اس کنوئیں کو بڑا کردیا اور قبر کے اوپر ایک عمارت تعمیر کر دی۔ سمنودی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تمام روایتوں کا منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ امہات المومنین کی قبریں اسی مقام پر ہیں جہاں پر اس وقت لوگ زیارت کرتے ہیں۔ مگر بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض ام المومنین کی قبریں امام حسن اور عباس رضی اللہ عنہ کے مقبرے کے نزدیک ہیں: ابن شیبہ محمد بن یحیٰی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے لوگ کہتے تھے بقیع میں جس جگہ محمد بن زید ابن علی دفن ہیں وہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے قریب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے اور کہتے ہیں کہ اسی جگہ پر لوگوں نے تقریباً آٹھ گز زمین کو گہرا کھودا تو اس میں سے ایک پتھر نکلا جس پر لکھا ہوا تھا ہذا قبر ام سلمہ زوجہ النبی ﷺ۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبداللہ بن زبیر سے وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو رسول خدا ﷺ اور آپ کے ہر دو اصحاب کے پہلو میں دفن نہ کرنا بلکہ بقیع میں نبی ﷺ کی ازواج کے ساتھ دفن کرنا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مزار مکہ مکرمہ میں ہے میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر سرف میں تنعیم کے قریب ہے اور کہتے ہیں کہ ان کا نکاح دخلوت بھی سرف ہی میں ہوا ہے۔

قبر امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

ابن شیبہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت عثمان کو حضور ﷺ کے حجرہ میں دفن کرنا چاہا تھا آپ نے اپنی حیات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق اجازت بھی لے لی تھی۔ مصریوں نے اس بات سے انکار کیا اور نہ صرف یہ کہ آپ کو وہاں دفن نہ ہونے دیا بلکہ آپ کی نماز جنازہ اور دفن میں سختی سے حائل ہوئے۔ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان مسجد کے دروازہ پر آ کر کہنے لگیں کہ واللہ مجھ کو اجازت دو کہ میں اس مرد کو دفن کروں ورنہ میں باہر نکل آؤں گی۔ اور پردہ توڑ دوں گی اس کو سن کر لوگ دفن کو منع کرنے سے باز رہے جس رات آپ کو لوگوں نے شہید کیا تھا اس کی صبح کو جبیر بن معظم و حکیم بن حزام اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اصحاب آئے آپ کو اس مقام سے جہاں رکھے ہوئے تھے اٹھایا اور بقیع میں لے گئے انہیں لوگوں میں سے ایک جماعت یہاں بھی روکنے آئی یہاں تک کہ حسن کوکب میں جو بقیع کے مشرقی جانب ایک باغ تھا اور اس کا تعلق ابان بن عثمان سے تھا وہاں لے گئے اور جبیر بن معظم اور دوسرے لوگوں کی ایک جماعت نے آپ پر نماز پڑھی اور اسی مقام پر ایک قبر تیار کر کے آپ کو اس میں دفن کیا اسی کے برابر والی ایک دیوار گرا کر آپ کی قبر کو چھپا دیا اور واپس چلے آئے حسن کوکب بقیع سے باہر ایک مقام تھا جس میں لوگ مردوں کو دفن کرنا برا سمجھتے تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پر کھڑے ہوئے فرمانے لگے کہ ممکن ہے کوئی نیک آدمی انتقال کرے اور یہاں دفن ہو۔ اور جس کی وجہ سے یہ مقام لوگوں کو مانوس ہو جائے چنانچہ سب سے پہلے شخص جو اس زمین میں دفن ہوئے عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کے بعد جس زمانے میں معاویہ کی جانب سے مروان مدینہ منورہ کا گورنر تھا اس نے اس مقام کو بھی بقیع میں داخل کر دیا۔ اور جو پتھر

رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون کے سرہانے رکھ کر نشان بنایا تھا کہ لوگ اس کے گرد دفن کریں اور فرمایا تھا لا جعلناک للمتقین اماما مروان نے اس پتھر کو اٹھایا اور عثمان بن عفان کے سرہانے رکھ کر حکم دیا کہ لوگ ان کی قبر کے گرد دفن کیا کریں۔

قبر سعد بن معاذ الاشہلی رضی اللہ عنہ

خندق کے روز ان کے ایک زخم لگا تھا جب رسول خدا ﷺ نے بنی قریظہ کے معاملے میں فیصلہ کرنے کے لئے طلب فرمایا۔ (جس کا تذکرہ بنو قریظہ کی مسجد کے ذکر میں ہو چکا ہے) تو جو خون ان کے زخم سے بہتا تھا وہ بند ہو گیا تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بنو قریظہ کے متعلق فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد جب اپنے گھر گئے تو زخم پھٹ گیا اور کثرت سے خون بہہ جانے کی وجہ سے انتقال ہو گیا۔ رسول خدا ﷺ نے ان پر نماز پڑھی مقداد بن اسود کے مکان کے متصل گلی کے سرے پر بقیع کے انتہائے راستہ میں دفن کیا۔ سمنودی کہتے ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کی قبر کا وہ پتہ جو فاطمہ بنت اسد کے قبہ کی طرف منسوب ہے ٹھیک ہے ممکن ہے کہ یہی ان کی قبر ہو۔ فاطمہ بنت اسد کی قبر کے ساتھ آپ کی قبر مشتبہ ہو گئی ہے صحیح خبروں سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد کی قبر ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی قبر کے نزدیک حضور کے اہل بیت کے مقبرہ میں ہے۔

قبر ابو سعید حذری رضی اللہ عنہ

حدیث میں ہے عبدالرحمٰن بن ابی سعید حذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میرے باپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرے تمام دوست اس جہاں سے تشریف لے گئے اب میرا وقت بھی قریب آ گیا ہے میرے پاس آ کر میرا ہاتھ پکڑ لو۔ میں نے ان کے قریب

جا کر ان کا ہاتھ پکڑلیا۔ وہ میرے سہارے سے بقیع کی جانب روانہ ہوئے جب وہ بقیع کے اس مقام پر پہنچے جہاں کوئی دفن نہ تھا فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لئے اس جگہ قبر تیار کرنا۔ اور کسی شخص کو نہ بتانا۔ میرے جنازہ کو عمقہ کی گلی سے لانا۔ جہاں آدمیوں کا گذر بہت کم ہے اور تیز چلنا کسی شخص کو مجھ پر نوحہ نہ کرنے دینا نہ میری قبر پر خیمے گاڑنے دینا۔ اور نہ کسی کو میرے جنازے کے ساتھ چلنے دینا کہتے ہیں کہ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو تمام آدمی میرے دروازے پر جمع ہو گئے اور منتظر تھے کہ کب جنازہ باہر لائیں گے۔ میں نے وصیت کے مطابق کسی شخص کو ان کے انتقال کی خبر نہیں کی۔ اور صبح کے پہلے حصے ہی میں لوگوں کے انتشار سے پہلے ہی جنازہ اٹھا کر بقیع میں لے گیا لیکن وہاں مجھ سے پہلے ہی لوگ ہجوم کئے کھڑے تھے رضی اللہ عنہ و عن جمیع اصحاب سیدنا رسول اللہ ﷺ یہ وہ قبریں ہیں جن کے متعلق اصحاب تاریخ نے جگہ متعین کی ہے۔ لیکن اس وقت جو قبر اور مشہد اس مقبرہ میں یا اس کے علاوہ مدینہ منورہ کے اطراف میں مشہور ہیں اور سلاطین متقدمین و متاخرین نے انہیں اپنے قیاس یا تحقیق سے تعمیر کیا ہے۔ منجملہ ان کے اعلی اور ارفع و اعظم قبہ عباس بن عبدالمطلب ہے بعض خلفائے عباسیہ نے اس کو 519 ہجری میں تعمیر کیا تھا۔ دوسرے مشہور قبے یہ ہیں۔ نبی ﷺ کے صاحبزادیوں کے قبے' امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے قبے' قبہ سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ قبہ عقیل بن ابی طالب قبہ صفیہ (یہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ ان کا قبہ احاطہ کے متصل ہے) اور قبہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' اس میں ایک قبر بھی ہے لوگ کہتے ہیں کہ اس میں اس عمارت کے متولی دفن ہیں۔

ایک قبہ فاطمہ بنت اسد (امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ) کا ہے بقیع کے درمیان میں دو قبے اور ہیں۔ اور یہ دونوں قبے امہات المومنین کے

قبے اور سیدنا ابراہیم کے قبے کے درمیان میں ہیں۔ ان میں سے ایک میں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے میں نافع جو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ دفن ہیں۔ اسی طرح سے سمنودی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور اہل مدینہ میں بھی یہ مشہور ہے یہ امام نافع قاری مدنی کی قبر ہے اور سمنودی کہتے ہیں کہ ابن جبیر نے مشہدوں کا جس مقام پر تذکرہ کیا ہے اس سے سمجھا جاتا ہے کہ سیدنا ابراہیم اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قبہ کے درمیان ایک قبر عبدالرحمٰن بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ہے۔ ان کو عبدالرحمٰن اوسط بھی کہتے ہیں یہ ابو شحمہ کے نام سے مشہور ہیں کہتے ہیں کہ یہ تعریف مذکور پر صادق آتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک چھوٹا قبہ ہے جو فاطمہ بنت اسد کے قبہ کے راستہ میں ہے اس کو حلیمہ سعدیہ کا قبہ کہتے ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ تھیں لیکن اہل تاریخ میں سے کسی ایک نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا ہے نہ ثبوت میں اور نہ نفی میں واللہ اعلم۔

قبہ سیدنا اسماعیل

بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ یہ قبہ مغربی جانب سیدنا عباس کے قبہ کے مقابل ہے اس قبہ کی تعمیر مدینہ کی شہر پناہ سے مقدم ہے۔ اس کے بانی ابن ابی الہیجا ہیں۔ جو عبیدین بادشاہوں میں سے کسی کے وزیر تھے اور مساجد فتح کی عمارات کے مجدد ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس مقام اور اس کے اردگرد کا میدان شمالی سمت سے لے کر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے دروازہ تک پھیلا ہوا تھا باب خارج اور باب روضہ کے درمیان ایک کنواں ہے جو امام زین العابدین کی طرف منسوب ہے اس کا پانی بیماروں کے لئے شفا اور امراض کے لئے دوا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر بچپن کی حالت میں اس کنوئیں کے اندر گر پڑے تھے اس وقت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نماز میں تھے۔ آپ کو حکم الٰہی کے ساتھ اس درجہ

استغراق توکل ورضا حاصل تھی کہ نماز کو قطع نہیں فرمایا اس قبہ کے مغربی جانب ایک مسجد ہے جو امام زین العابدین کی طرف منسوب ہے اب اکثر آدمی اس کی زیارت سے محروم ہیں مدینہ منورہ کے اندر بقیع سے خارج جو مشہور مشاہد ہیں وہ تین ہیں۔ سب سے افضل و اعظم مشہد سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ کے رضاعی بھائی ہیں اس قبہ کی تعمیر 590ھ میں خلیفہ ناصر الدین کی ماں نے کی اور جس پتھر پر تاریخ لکھی ہوئی ہے بعض جاہلوں نے مسجد مصرع سے جہاں آپ کی جائے شہادت تھی اکھیڑ کر اس کو یہاں لگا دیا۔ جیسا کہ باب مساجد میں مذکور ہے سلطان قاتیبا نے 893ہجری میں اس کے صحن اور عمارت میں کچھ توسیع کر دی ہے اور دوسری قبر جو مشہد کے اندر ہے وہ سنقر ترکی کی ہے یہ اس عمارت کا متولی تھا اور ایک قبر جو صحن میں ہے وہ اشراف مدینہ میں سے کسی کی ہے لہذا یہ قبریں شہداء کی نہیں ہیں۔ اس مشہد میں پہنچ کر عبداللہ بن جحش (جو حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں) اور مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر پر بھی سلام پڑھیں اس لئے کہ یہ لوگ بھی یہاں دفن ہیں ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حمزہ کی قبر پر زیارت کے لئے آتی تھیں اور مرمت بھی کرتی تھیں آپ کی قبر پر ایک پتھر سے علامت بھی بنائی تھی حاکم امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر جاتی تھیں اور نماز ادا کرتی تھیں اور روتی تھیں۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر دوسرے تیسرے دن شہدائے احد کی قبر پر جاتیں اور نماز پڑھتی تھیں اور دعا بھی کرتی تھیں رضی اللہ عنہا شہدائے احد کی فضیلت کا ایک علیحدہ فصل میں ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مشہد مالک بن سنان

ابی سعید خدری رضی اللہ عنہما کی والدہ کا مشہد مدینہ منورہ کے مغربی جانب شہر پناہ کے اندر ہے آپ کے مزار پر ایک قدیم قبہ ہے آپ شہدائے احد میں سے ہیں آپ کو احد سے لا کر اس مقام پر دفن کیا ہے یہ مقام پہلے زمانے میں مدینہ منورہ کے بازار میں داخل تھا۔

مشہد محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی مرتضیٰ

رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے آپ ابو جعفر منصور کے زمانے میں شہید کئے گئے اور یہ مشہد مدینہ منورہ سے خارج جبل سلع کے مشرقی جانب ہے آپ کے مزار پر ایک بلند قبہ اور ایک بڑی مسجد ہے مسجد کے قبلہ جانب زرقا چشمہ کا ایک گھاٹ ہے اس کے مشرقی و مغربی جانب سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ اور چشمہ کو ان سیڑھیوں کے درمیان سے نکلا ہے جب محمد بن عبداللہ بن حسن مثنی نے منصور عباسی پر خروج کیا تھا اس وقت بہت سے لوگوں نے آپ سے بیعت کر لی تھی منصور نے اپنے چچا عیسیٰ بن موسیٰ کو چار ہزار فوج کے ساتھ آپ پر بھیجا عیسیٰ بن موسیٰ سلع پہاڑ پر آ کر ٹھہرا اور محمد بن عبداللہ کو کہلا بھیجا کہ ہم نے تم کو امن دی۔ یہاں آ کر خلیفہ کی بیعت کیجئے آپ نے کہا خدا کی قسم عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے آپ اور آپ کے ساتھیوں نے جن کی تعداد تین سو سے کچھ زائد تھی اچھی طرح غسل کر کے خوشبو لگائی اور عیسیٰ کی فوج پر حملہ آور ہوئے تین مرتبہ اس کو شکست دی آخر دشمن کی کثیر تعداد کے سبب تاب جنگ نہ لا کر مغلوب ہوئے سبط ابن جوزی ریاض الافہام میں بیان کرتے ہیں کہ عیسیٰ بن موسیٰ نے آپ کے سر مبارک کو منصور کے پاس بھیج دیا۔ اور آپ کے جسم کو آپ کی بہن زینب اور آپ کی دختر فاطمہ نے خفیہ طور پر بقیع میں دفن کر دیا۔ لیکن صحیح خبر جو مشہور ہے وہ مطری اور ان کے متبعین نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اسی

مقام پر دفن ہوئے ہیں اور آپ احجار زیت کے نزدیک قتل کئے گئے تھے جو سنان بن مالک کے مشہد کے قریب ہے حضور ﷺ نے یہیں پر استسقاء کے لئے دعا فرمائی تھی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار بھی آپ کے پاس تھی۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے آپ کے قتل کے بعد وہ تلوار منصور کے پاس بھیج دی۔ پھر منصور سے ہارون رشید کو پہنچی۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے تلوار کو دیکھا ہے اس میں اٹھارہ فقرے تھے فقرہ نعت میں ریڑھ کی کڑیوں کو کہتے ہیں یہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے ملی تھی کتب تاریخ اور احادیث میں اسی طرح تحریر ہے۔

روایت ہے کہ لڑائی کے دن اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص عبداللہ بن عامر سلمی سے فرمایا کہ ایک بادل ہمارے سر پر سایہ کرے گا۔ اگر ہم پر برسا تو فتح ہماری ہے اور اگر ہم پر سے گزر کر دشمن پر پہنچا تو سمجھ لینا کہ میں احجار زیت میں شہید ہوں گا عبداللہ بن عامر سلمی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم جیسا انہوں نے فرمایا تھا ایسا ہی ہوا۔ ایک بادل ہم پر ظاہر ہوا اور ہمارے سروں پر سے گزر کر عیسیٰ کی فوج پر سایہ فگن ہو گیا۔ آخر کار عیسیٰ کی فتح ہوئی اور محمد مقتول ہوئے آپ کا خون احجار زیت میں بہا۔ آپ ہی کی وجہ سے عیسیٰ بن موسیٰ نے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو سخت ضرب کی سزا دی۔ اس واسطے کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ محمد کی موافقت کا دم بھرتے تھے اس قصہ کو امام قریری نے بھی نقل کیا ہے۔

تتمہ اہل بقیع کی زیارت کے بیان میں

اہل بقیع کی زیارت میں سنت یہ ہے کہ جب بقیع کے دروازے پر پہنچے تو مستحب ہے کہ السلام علیکم یا اہل القبور پڑھ کر یہ دعا پڑھے اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعد ھم واغفرلنا ولھم اس سے پہلے یا اس کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر

اس کا ثواب اہل قبور کو ہدیہ کرے تو وہاں کے مقبروں میں جتنے مردے دفن ہیں اسی قدر ثواب ملے گا۔ اور سلام کی نیت اور مقصود یہ ہونا چاہیے کہ جمیع آل و اصحاب اور مومنین جو اس مقبرہ شریف میں آرام فرما ہیں انہیں ثواب پہنچے اپنا منہ حضور ﷺ کی پھوپھی کی جانب کرے جو بقیع کے دروازے کے متصل بائیں جانب دفن ہیں اور اختتام زیارت بھی انہیں پر ہونا چاہیے علمائے متاخرین نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ کن کی زیارت سے ابتدا کرے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حضرت عباس اور ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو لوگ آپ کے قبہ میں دفن ہیں ان سے ابتدا کرے اس لئے کہ یہ قبہ قریب ہے اور ان سے گزر کر دوسروں کی زیارت کی طرف متوجہ ہونا ایک قسم کی بے ادبی ہے۔ لوگوں نے کہا ہے کہ زمانہ قدیم میں اہل مدینہ کا یہی عمل تھا اور شیخ محمد بن عراق جو رعایت سنت اور عمل تقوی میں منفرد تھے اور ان کے علاوہ بعض دوسرے متاخرین نے بھی ایسا ہی مشاہدہ کیا ہے۔ اور بعض علمائے حنفیہ نے بھی اسی طرح تصریح کی ہے سمنودی کا کلام بھی بعض مقامات میں ظاہرا اسی قول کو ترجیح دیتا ہے انہیں سمنودی نے ارشاد میں بیان کیا ہے کہ پہلے نبی ﷺ کے موقف کا قصد کرے جو دار عقیل کے نزدیک واقع ہے۔ اس لئے منقول ہے حضور ﷺ وہاں پر ہی تشریف لے گئے تھے۔ اور کھڑے ہو کر اہل بقیع کے لئے دعا فرمائی تھی اب یہاں پر ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کو موقف النبی ﷺ کہتے ہیں اس کے بعد امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کرے۔ اس کے بعد فاطمہ بنت اسد علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی والدہ رضی اللہ عنہ اس کے بعد سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے پھر امہات المومنین پھر مالک پھر نافع پھر عباس پھر صفیہ (سردار دو جہاں کی پھوپھی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کرے اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ابتداء سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ رضی اللہ عنہ سے کرے۔

ان کے ساتھ ان کی بہنیں وغیرہ بھی دفن ہیں اور چونکہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے جزو شریف اور آپ کے ٹکڑے ہیں اس لئے دوسروں کو ان پر مقدم کرنا مناسب نہیں ہے یہی زیادہ سچا مذہب اور مسلک معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ابتداء کرے اس لئے کہ آپ اہل بقیع میں افضل ہیں۔ اور ابن فرحون مالکی وغیرہ نے اس مسلک کو ترجیح دی ہے کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زیارت سے پہلے اگر کسی دوسری قبر پر گزر ہو تو سلام کرے۔ اور گزر جائے۔ تھوڑی دیر ٹھہرے اور یہی گروہ کہتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور جو لوگ ان کے قبہ میں دفن ہیں ان کی زیارت کرے۔ اس کے بعد ازواج مطہرات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور جو کوئی بھی ان کے ساتھ ہے اس کی زیارت کرے پھر مشہد عقیل پر جائے اور اس کی زیارت کرے۔ اس دروازے پر دیر تک ٹھہرے اور دعا میں طول اختیار کرے اس لئے کہ یہاں پر نبی ﷺ نے دعا فرمائی تھی یہاں کی دعا مستجاب ہے اس کے بعد سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہ آپ کی بہنوں کی قبروں پر جائے۔ اور پھر عثمان بن مظعون کی قبر پر جائے آپ پہلے صحابی ہیں جو اس مقبرہ میں دفن ہوئے۔ اور پھر ان دوسرے اصحاب کے ہاں جائے جو اس جگہ آرام کر رہے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

بعض علمائے کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ قبہ عباس سے ابتدا کرے اور پھر جو لوگ ان کے ہمراہ ہیں وہاں جائے اس کے بعد جو مزار سامنے آئے وہاں جائے کیونکہ جن کی شان جلالت اونی بھی ہے بغیر سلام کے وہاں سے گزر جانا عالم مروت اور طریقہ ادب سے بعید ہے ۔بعضوں نے کہا ہے کہ یہ ایک نیک مقصد ہے اس میں افضل اور اشرف کی رعایت نہ کرنا کوئی نقصان نہیں

پہنچاتا۔ علمائے مدینہ کی ایک جماعت سے ایسا معلوم ہوا ہے کہ جب یہ حضرات بقیع کی زیارت کا قصد کرتے تھے تو پہلے موقف نبی ﷺ کا ارادہ کرتے تھے اور تمام اہل بقیع کے لئے دعا کرتے تھے پھر اپنے مقصد کو پروردگار عالم سے طلب کرکے واپس ہوتے تھے۔ ان کے وہاں کسی خاص قبر پر جانے یا کھڑے ہونے کا کوئی اہتمام نہ ہوتا تھا اور یہ لوگ اس طریقہ کے اختیار کرنے کی سند میں حضور ﷺ کا فعل پیش کرتے ہیں جو آپ سے منقول ہے۔ اگر یہ بات ثبوت کو پہنچ جائے اور ان کا ارادہ محض اتباع ہو تو بہت ہی اچھا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر یہ فعل حضور ﷺ سے مروی ہوا ہو چاہے یہ صحت کو بھی نہ پہنچے۔ ان لوگوں کا اس فعل میں آپ کی اتباع کا ارادہ کر لینا ہی درست ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ وقوف نبی ﷺ کی سعادت کی حصول یابی اور حضور ﷺ کی اتباع اور اطاعت کی شرف یابی کے باوجود اگر اس دربار کے مقربان کی زیارت کا بھی قصد کر لیا جائے تو یہ عمل زیادتی خیر و برکت اور ثواب کا باعث ہو گا۔ والسلام۔

تیرھواں باب

احد پہاڑ کے فضائل جو حضور ﷺ کا محب اور محبوب تھا

یہ سید الشہدا کا مقام ہے غزوہ احد اور تمام غزوات کے تفصیلی حالات کتب تواریخ میں موجود ہیں۔ اس مقام پر جن امور کا ذکر کرنا مناسب ہے وہ احد کی فضیلت اور شہداء کی قبور ہیں جو اس غزوہ میں مشرف بہ شہادت ہوئے ہیں۔ صحیحین میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے کوہ احد کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا ھذا جبل یحبنا و نحبہ ترجمہ (یہ ایک پہاڑ ہے جو ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں) یہ جملہ حضور ﷺ سے مختلف اوقات میں ثبوت کو پہنچا ہے جیسا کہ نجار کی متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک دن حضور ﷺ کی نظر کوہ احد پر پڑی آپ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا ھذا جبل یحبنا و نحبہ علی باب من ابواب الجنتہ و ھذا عیر جبل یبغضنا و نبغضہ علی باب من ابواب النار ترجمہ: (یہ ایک پہاڑ ہے جو ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں یہ پہاڑ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہے۔ اور یہ غیر ایک پہاڑ ہے جو ہم کو دشمن رکھتا ہے اور ہم اس کو دشمن رکھتے ہیں وہ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہے) غیر مکہ کے راستے میں اور احد کے سامنے ایک پہاڑ ہے حبیب خدا ﷺ نے اس

کو دشمن کہا ہے علماء نے کہا ہے کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمنی اور دوستی نیک بختی اور بد بختی جمادات میں بھی ہوتی ہے امام نووی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ حدیث میں دونوں جانب سے جو محبت کا ذکر ہے یعنی حضور کا جبل احد کو محبوب رکھنا اور جبل احد کا محبوب رکھنا محبوب خدا کو یہ حقیقی معنی پر محمول ہے لہذا احد جنت کے پہاڑوں میں سے ہے اس لئے کہ انسان اس شخص کے ساتھ ہو گا جس کو وہ محبوب رکھتا ہے یقیناً یہ پہاڑ جب کہ سید الانبیا ﷺ کا محب ہے تو اس کی جگہ حضور ﷺ کے قرب بہشت کے دروازے پر ہوگی۔ پہاڑوں کی عشق و محبت ایسی ہے جیسے جمادات میں تسبیح ان من شئی الا یسبح بحمدہ ترجمہ:(نہیں ہے کوئی شے مگر تسبیح کرتی ہے ساتھ حمد اللہ کے) جب کہ پہاڑ اور تمام جمادات اللہ تبارک و تعالیٰ کی تسبیح اور ذکر کے محل ہیں تو اگر اس کے حبیب ﷺ کی محبت سے موصوف ہوں کیا مشکل ہے بیت۔

سر حب ازلی درہمہ اشیا جاریست ورنہ برگل نزدی بلبل مسکیں فریاد

علمائے محققین کہتے ہیں کہ حضور ﷺ تمام موجودات کے لئے مبعوث ہوئے ہیں محض جن وانس اور ملا ئکہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں آپ تمام عالم کے رسول ہیں حتیٰ کہ نباتات اور جمادات کے لئے بھی حضور ﷺ کا اس پہاڑ سے خطاب فرمانا اسکن یا احد فانما علیک نبی او شہید ترجمہ(کہ اے احد ٹھہر جا تیرے اوپر نبی ہیں اور شہید) یہ دلیل اس بات کی ہے کہ اس میں علم اور عقل موجود ہے کہ جس کی وجہ سے خطاب کو سمجھ سکے۔ اور عشق و محبت عقل اور فہم کے لوازمات سے ہے زمانہ نبوت سے پہلے آپ کو پتھروں کا سلام کرنا وغیرہ اور آپ کی جدائی سے مسجد شریف کے ستون کا رونا (جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے) اس مدعا کی صاف دلیل ہے جس طرح سے باشندگان مدینہ میں حضور ﷺ کے متعلق دو گروہ ہو گئے تھے ایک مومن خالص

دوسرا منافق اسی طرح مقامات بھی دو قسموں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے کوہ عیر منافقوں کی جانب ساکنان مسجد ضرار کی جانب واقع ہوا۔ اور آخرت میں بھی ان کے ساتھ دوزخ میں رہے گا غزوہ احد کے دن ابن ابی اور منافقوں کا ایک بڑا گروہ حضور ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوا لیکن کوہ احد تک نہ جا سکا اس لئے کہ وہ صدیقین اور محبوبین کا مقام ہے۔ مدینہ کے قریب ہی سے واپس ہو کر یہ سب بد بختی کے ٹھکانے پہنچے۔ اس حدیث کی تاویل اس مقام کے باشندوں کی محبت اور عداوت کرنا اصحاب محبت سے بعید ہے .بعضوں نے کہا ہے کہ محبت اس خوشی سے کنایہ ہے جو حضور ﷺ کے دل میں سفر سے واپس آتے ہوئے اس پہاڑ کو دیکھ کر پیدا ہوتی تھی گویا کہ یہ پہاڑ زبان حال سے مدینہ منورہ کی قربت اور اس کے باشندوں کی خبر کی بشارت دیتا تھا۔ اور یہ کام محبوں کا ہے اب بھی حضور ﷺ کی محبت اور عداوت مشاہدہ اثر ان دونوں پہاڑوں میں پایا جاتا ہے ان کی نورانیت و ظلمانیت اور خوشی و سرور اور رنج و غم کسی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے ہر وقت اور ہر حالت میں جب احد کی طرف نظر کرتے ہیں تو ایک نور اور سرور اس میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کا انکار کرنا گویا قوت حاسہ کا انکار کرنا ہے اور دوسرے پہاڑ یعنی جبل عیر اس کو احد کے خلاف پاتے ہیں۔ اور احد کا لفظ تو حد سے مشتق ہے چونکہ یہ پہاڑ دوسرے پہاڑوں سے جدا واقع ہوا ہے مدینہ منورہ کے مقابل میں شمال جانب دو میل یا کچھ زائد فاصلے پر واقع ہے اور یہ کسی دوسرے پہاڑ سے تعلق نہیں رکھتا۔ باوجود اس کے چونکہ اس مقام سے اہل ایمان اور توحید کی مدد ہوئی ہے تو اس کو اگر اس معنی کی مناسبت سے احد کہیں تو بہتر ہے اس لئے احد مشتق ہو گا۔ احدیت سے جو بدولت احد مطلق کی صفت لازمہ سے ہے بخلاف عیر کے کہ عیر وحشی گدھے کو کہتے ہیں جو برے اخلاق پست صفتوں کے ساتھ مشہور ہے۔

متعدد روایات میں آیا ہے کہ احد جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ جب اس پر سے گزرو تو اس کے درختوں سے میوہ کھاؤ اور اگر نہ ملے تو اس کی صحرا کی گھاس استعمال کرو۔ زینب بنت نبط جوانس بن مالک کے نکاح میں تھیں۔ ان سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد سے کہا کرتی تھی کہ احد کی زیارت کے لئے جاؤ تو میرے لئے وہاں کے نباتات اور گھاس لیتے آیا کرو۔

حدیث میں آیا ہے کہ احد علی رکن من ارکان الجننه وعیر علی رکن من ارکان النار ترجمہ (احد جنت کے رکنوں میں سے ایک رکن پر ہے اور عیر جہنم کے رکنوں میں سے ایک رکن پر ہے) اور طبرانی نے عمرو بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اربعنه اجبال من اجبال الجنة و اربعته انهار من انهار الجننه و اربعنه ملاحم من ملاحم الجننه قیل فما العیان قال احد یحبنا و نحبه من اجبال الجننه وورقان جبل من اجبال الجته والطور جبل من اجبال الجننه و لبنان جبل میں اجبال الجننه والانهار الاربعنه النیل والفرات وسیحان و جیحان والملا حم بدر و احد و الخندق والحنین ترجمہ (چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں اور چار نہریں جنت کی نہروں میں سے ہیں اور چار لڑائیاں جنت کی لڑائیوں میں سے ہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون سے پہاڑ ہیں فرمایا کہ احد ہم کو محبوب رکھتا ہے اور ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں جنت کے پہاڑوں میں سے ہے اور ورقان جنت کے پہاڑوں میں سے ہے اور طور جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ اور لبنان جنت کے پہاڑوں میں سے اور چار نہریں نیل، فرات اور سیحوان و جیحون اور لڑائیاں بدر و احد اور خندق اور حنین) ابن شیبہ نے اس حدیث کو اپنی مختصر میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے لیکن جنگ کے ذکر سے سکوت کیا ہے بعض

روایتوں میں آیا ہے کہ خانہ کعبہ کی بنیاد چھ پہاڑوں سے ہے ابو قبیس و طور و قدس اور ورقان و رضوی اور احد ابن شیبہ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ رب العزت جل جلالہ نے کوہ طور پر تجلی فرمائی تو چھ پہاڑ عظمت باری عزاسمہ سے اڑے اس کے تین ٹکڑے مدینہ منورہ میں گرے اور تین مکہ مکرمہ میں جو ٹکڑے مدینہ منورہ میں گرے وہ احد اور ورقان اور رضوئی ہیں اور مکہ میں گرنے والے میں حراو ثیر اور ثور ہیں۔ ورقان مکہ کے راستے میں مدینہ سے چار منزل پر ایک پہاڑ ہے جیسا کہ مساجد کے تذکرہ میں اشارتاً ذکر کیا گیا ہے اور رضوئی منبع میں ہے جو ایک مقام کا نام ہے اتنے ہی فاصلے پر ہے۔ ثیر منا کے پہاڑ کا نام ہے ابن شیبہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ موسیٰ اور ہارون علیہم السلام .بقصد حج یا عمرہ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے لوٹتے وقت مدینہ منورہ پہنچ کر کوہ احد پر آرام فرماتے تھے کہ اچانک ہارون نبی کو پیغام اجل پہنچا کوہ احد ہی پر دفن ہوئے اب بھی آپ کی قبر اس پہاڑ پر مشہور ہے جیسا کہ اس شہر کے باشندگان کے بیان میں ذکر کیا جائے گا اور جبل احد کے اوپر ایک مسجد ہے جو کہ پچھلے زمانے کے بعض غربا نے بنائی ہے۔ سرور انبیاء ﷺ کا اس پہاڑ پر چڑھنے کا راستہ متعین نہیں ہو سکا۔ اور مسجد فتح میں آپ کا نماز پڑھنا جو کہ اختتام پر واقع ہے اس کے متعلق ثبوت ہوتا ہے اس پہاڑ کے بعض غار میں حضور ﷺ کے چھپنے کا ذکر کیا جاتا ہے ایک اور دوسرا مقام ہے یہاں پر آدمی کے سر کے برابر پتھر میں ایک نشان ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس پتھر پر نشست فرمائی تھی اور اپنے سر اقدس کو وہاں پر رکھا تھا۔ علماء کے نزدیک کوئی ایسا ثبوت جو اعتبار کے لائق ہو نہیں ملتا۔

حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قبر پر جو شہدائے احد سے ہیں کھڑے ہوئے اور یہ آیت پڑھی من المومنین رجال

صدقوا ما عاهد واللہ علیہ الا یہ اللھم ان عبدک و نبیک یشھد ان ھولاء شھداء فرمایا کہ تم آؤ اور شہدائے احد پر سلام پڑھو جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں جو کوئی بھی ان پر سلام پڑھتا ہے اس کو جواب دیتے ہیں اس کے بعد دوسری جگہ اور شہیدوں کی قبروں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ لوگ میرے اصحاب ہیں قیامت کے دن میں ان کی گواہی دوں گا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے اصحاب نہیں ہیں فرمایا کہ تم بھی میرے صحابی ہو لیکن میں نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا کرو گے۔ یہ لوگ تو دار دنیا سے سلامت گئے۔

روایت ہے کہ جب حضور ﷺ اپنے چچا حمزہ بن عبدالمطلب کی لاش پر کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ سیدالشہدا کے ناک اور کان کاٹ لئے گئے ہیں نیز آپ کے پیٹ کو چاک کر کے جگر کو نکال لیا گیا ہے فرمایا کہ اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ صفیہ غمگین ہوں گی اور میرے بعد یہ سنت ہو جائے گی تو میں ان کو ایسا ہی چھوڑ دیتا تاکہ درندوں کے پیٹ اور چڑیوں کے پوٹوں میں جاتے پھر فرمایا کہ مجھ کو کوئی مصیبت اس کے مانند نہ پہنچی ہو گی۔ نہ ایسی غصہ ناک جگہ پر کبھی کھڑا ہوا ہوں گا اسی درمیان میں جبریل امین پہنچے اور وحی لائے مکتوب فی اھل السموات السبع حمزۃ بن عبدالمطلب اسد اللہ واسد رسولہ ترجمہ (ساتوں آسمانوں کے باشندوں میں لکھا ہوا ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب اللہ کے شیر اور اس کے رسول کے شیر ہیں) اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک چادر پہناؤ اور نماز ادا فرمائی اور سات تکبیریں کہیں پھر دفن کر دیا۔ حضور ﷺ کے شہدائے احد پر نماز پڑھنے میں علماء میں مشہور اختلاف ہے ابو داؤد اور حاتم اپنی صحیح میں بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے احد کے دن فرمایا کہ تمہارے بھائیوں کو جو کوئی پہنچنا تھا پہنچ چکا حق تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز چڑیوں کے پوٹوں میں رکھ دیا ہے۔ جنت کی نہروں میں داخل ہوتے ہیں

اور بہشت کے میوے کھاتے ہیں سونے کی قندیلیں جو عرش کے سایہ میں لٹکی ہوئی ہیں اس میں آرام کرتے ہیں اور اپنے رب سے کہتے ہیں کہ اے رب العزت کون ہے جو ہماری خبر ہمارے ان بھائیوں کو پہنچا دے جو دنیا میں ہیں۔ اور وہ ہماری حالت سے مطلع ہو کر جہاد سے کوتاہی نہ کریں۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں پہنچاؤں گا لہٰذا یہ آیت نازل ہوئی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون الایۃ (موتا پر جو تنوین ہے یہ تنوین تحقیری ہے اور احیاء پر جو تنوین ہے یہ تنوین تعظیمی ہے) ترجمہ (اور مت گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستہ میں قتل کیے گئے معمولی مردہ بلکہ وہ ممتاز زندگی رکھتے ہیں اپنے رب کے نزدیک رزق دیئے جاتے ہیں آخر آیت تک)

حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور فرماتے تھے سلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص ان شہداء کے اوپر سے گزرے اور ان پر سلام بھیجے تو یہ لوگ قیامت تک اس پر سلام بھیجتے رہیں گے چنانچہ سیدا لشہداء اور دوسرے شہیدوں کی قبر سے جو احد میں ہیں سلام کا جواب دینے کی سلف سے آثار اور خبریں ملی ہیں۔ شہدائے احد کی کل تعداد کا شمار صحیح قول کے اعتبار سے ستر ہے سمنودی کی تاریخ میں انہیں اتنی ہی تعداد میں شمار کیا گیا ہے۔ اور ان حضرات کے مزارات کا مقام تعین کرنے میں بہت کوشش کی ہے اس میں سید الشہداء کے مشہد کی غربی جانب ایک حد بنا دی گئی ہے۔ جس میں شہیدوں کی قبریں ہیں لیکن قبور کی صورتیں نہیں بنائی گئی ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

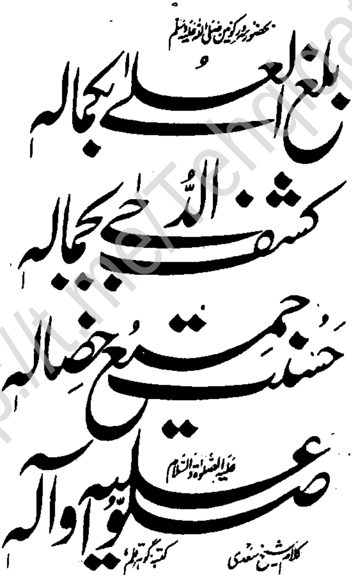
روایت ہے کہ حضور ﷺ شہدائے احد میں سے دو تین آدمیوں کو ایک کپڑے میں رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان میں جس شخص کا علم قرآن زائد

ہو اس کو قبر میں پہلے رکھو۔ صحیح خبروں میں آیا ہے کہ چھیالیس سال کے بعد جب شہدائے احد کی قبروں کو کھولا گیا تو اسی طرح سے تروتازہ مثل غنچہ گل مع کفنوں کے نکلے۔ یہ معلوم ہوتا تھا گویا ان کو کل ہی دفن کیا گیا ہے اور بعضوں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ زخم پر رکھے ہوئے ہیں جب ہاتھ کو زخم سے علیحدہ کرتے تھے تو اس زخم سے تازہ خون جاری ہو جاتا تھا اور جب ان کے ہاتھ کو چھوڑ دیتے تھے تو وہ پھر زخم کی جگہ پہنچ جاتا تھا ان قبور کے کھولنے کے متعلق جو واقعات مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ تھا کہ ایک شخص کا عزیز ایک اجنبی کے ساتھ دفن ہو گیا تھا حضور ﷺ کی صریح اجازت کی وجہ سے یا بوجہ دلالت حال کی وجہ سے اور یا پھر قیاس اور اجتہاد کے سبب سے ان کو نکال کر علیحدہ دفن کرنا چاہتے تھے اور دوسرا واقعہ یہ تھا کہ نالوں میں سیلاب آ جانے کی وجہ سے قبریں کھل گئی تھیں اور زیادہ تر اس وجہ سے بھی کہ معاویہ بن ابو سفیان نے اپنی امارت کے زمانہ میں اپنی طرف سے ایک چشمہ نکال کر اس مشہد مقدس کی راہ سے جاری کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اکثر شہداء کی قبریں کھل گئیں اور شہیدوں کو قبر سے باہر نکالا گیا۔

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء السقام میں لکھا ہے کہ جب معاویہ نے نہر جاری کی تو حکم دیا کہ شہدا اپنی قبروں سے منتقل کئے جائیں ایک ہاوڑہ سید الشہدا حمزہ بن عبدالمطلب کے پائے مبارک پر لگا اس سے خون جاری ہو گیا بیان کرتے ہیں کہ معاویہ کے گورنر نے چشمہ کھودنے کے دن مدینہ میں منادی کر دی تھی کہ امیر المومنین کا چشمہ جاری ہو رہا ہے جس شخص کا مردہ احد میں دفن ہو وہ آئے اور اس کو یہاں سے منتقل کر کے کسی دوسری جگہ لے جائے۔ واللہ اعلم۔

بعض شہدائے احد اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ بھی دفن ہوئے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ نے یہ فرما دیا تھا کہ جو شخص جس جگہ شہید ہو اس کو وہیں

دفن کرو۔ سنان بن مالک بھی انہیں لوگوں میں سے ہیں کیونکہ آپ کا انتقال اندرون مدینہ ہوا تھا اور اسی جگہ جس جگہ پر اب آپ کا مشہد ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔



چودھواں باب

زیارت قبر شریف ﷺ سے متعلق

بدال ارشدک اللہ واسعدک حضرت رفیع الشان رسول الانس والجان علیہ افضل صلوات الرحمٰن کی زیارت کے فضائل میں بہت سے حدیثیں آئی ہیں بعض احادیث قبر شریف کی زیارت کو صریح الفاظ میں بتلاتی ہیں۔ اور بعض دوسرے لفظوں کے ساتھ اس طریقہ پر گویا ہیں کہ ان میں یہ مدعا بھی شامل ہے اور یہ مطلب بھی حاصل ہو سکتا ہے لیکن وہ حدیثیں جن میں زیارت کرنا صریح لفظوں میں ثابت ہے یہ ہیں۔ یہ حدیثیں ثقہ لوگوں سے متعدد طریقوں سے ہم تک آئی ہیں ان میں سے بعض درجہ صحت کو پہنچتی ہیں اور اکثر حسن کے درجہ کو۔

نمبر۱ حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی ترجمہ (جو شخص میری قبر شریف کی زیارت کرے میری شفاعت اس کے لئے واجب اور لازم ہے) قبر شریف کی زیارت کرنے والے کے لئے اس خصوصیت کی خاص وجہ ہے کیونکہ جہاں تک حضور ﷺ کی شفاعت کا تعلق ہے اس نعمت سے ہر مسلمان کو نوازا جائے گا اور آپ کی یہ کرم فرمائی اور مومن نوازی جملہ مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ لیکن یہاں پر شفاعت سے مراد خاص شفاعت ہے جو درجہ خاص کے حصول کا ذریعہ ہو گا ان کے علاوہ غیر زائرین کا اپنے زیادتی اعمال اور کثرت فضائل کے باوجود اس درجہ پر پہنچنا میسر نہ ہوگا۔ جس

طریقہ سے حضور ﷺ کے بعض اصحاب کو آپ کی بقیہ امت پر خصوصیت حاصل ہے۔ تمام عمر سوائے ایک نظر کے حضور ﷺ کے جمال با کمال سے مشرف نہ ہوا ہو۔ اس مدعا کے ثبوت پر ڈالتا ہے باوجود یہ کہ یہ کلام وجوب شفاعت کی خبر دیتا ہے اس کا واقعتا پورا ہو جانا اس لئے ضروری ہے کہ حضور ﷺ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور ایفائے عہد کا وعدہ چونکہ حضور ﷺ کی طرف سے ہوا ہے اس لئے ضرور پورا ہو گا اور یہ دوسروں کے معاملہ میں جواز اور امکان کے درجے میں باقی رہتا ہے اس کے علاوہ زائر کے لئے یہ بشارت بھی ہے کہ وہ دین اسلام پر مرے گا یہ بھی سیدا نام علیہ افضل الصلوۃ والسلام کی برکت کے طفیل ہو گا۔ وہ اس طرح کہ شفاعت کے لئے دین اسلام پر مرنا ضروری ہے۔

حدیث نمبر 2: من زار قبری وجبت له شفاعتی ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت میرے اوپر لازم ہے)

حدیث نمبر 3: من جاءنی زائر الا تعمله حاجة الا زیادتی کان عقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیمة ترجمہ (جو شخص کہ آئے میری زیارت کے لئے اور نہ ہو اس کو حاجت سوائے ہماری زیارت کے تو ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کے شفیع ہو جائیں قیامت کے دن یہ دونوں حدیثیں حدیث اول کی تقریبا ہم معنی ہیں لیکن تیسری میں صدق و اخلاص کی شرط ضرور موجود ہے اور انسان کے افعال و اعمال کا دارو مدار اخلاص ہی پر ہے۔

حدیث نمبر 4: من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی فرماتے ہیں کہ میری قبر کی زیارت میری وفات کے بعد میری صحبت کا حکم رکھتی ہے گویا جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی گویا وہ شخص میری زندگی میں میری صحبت سے فیض یاب ہوا۔ اس حدیث سے حضرت سید کائنات ﷺ کی صحت حیات کا ثبوت ملتا ہے لیکن اس مسئلہ کی تحقیق بالتفصیل

آخری باب میں کی جائے گی اس حدیث کا مضمون اس اشارہ کا جو حدیث اول میں بیان کیا گیا ہے مؤید ہے یعنی زائر کے لئے مخصوص اور ممتاز ہونا حضور رسول مختار ﷺ کی قبر کرامت نثار کا کہ جو دوسروں کے لئے نہیں ہے جس طریقہ سے حضور ﷺ کے اصحاب زیادتی فضیلت اور کثرت ثواب میں ممتاز ہیں لیکن اس تشبیہ سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ آپ کی قبر کا زیارت کرنے والا من کل الوجوہ صحابی کے حکم میں شمار کیا جانے لگے یا تمام فضائل اور تمام احکام میں اسے بھی شریک کر لیا جائے جس طرح خواب میں حضور ﷺ سید انام سے کسی حدیث کا سن لینا احکام شرعیہ کے لئے مثبت نہیں ہے باوجود یکہ آپ کا خواب میں دیکھنا صحیح اور حق ہے بمطابق حدیث من رانی فی المنام فقد رای الحق ترجمہ (جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا بس ٹھیک اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔)

حدیث نمبر5 : من حج البیت ولم یزر نی فقد جفانی ترجمہ (جس شخص نے خانہ کعبہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی مجھ پر ظلم کیا) حضور ﷺ کی زیارت حاصل نہ کرنے پر وعید ہے اور حج کرنے کے بعد اس فضیلت سے محروم رہنے پر تنبیہہ اور سرزنش ہے کیونکہ حضور ﷺ کی بہت ہی خواہش تھی کہ آپ کی امت ثواب حاصل کرے اور یہ آپ کی امت پر کمال شفقت ہے۔

حدیث نمبر6 : من زارنی الی المدینۃ کنت لہ شفیعا و شھیدا ترجمہ (جو شخص کہ ہماری زیارت کرے مدینہ میں ہم اس کے لئے شفیع ہوں گے اور گواہ) شفاعت گنہگاروں کے لئے ہو گی اور شہادت اہل طاعت کے لئے ایک روایت میں آیا ہے من زار قبری کنت لہ شفیعا و شھیدا

حدیث نمبر7 : من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیمۃ ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ من الامنین یوم القیمۃ فرماتے ہیں جو

شخص میری زیارت کرے اور اس کے مقوص اصلی سمجھے قیامت کے دن میرا پڑوسی ہوگا اور جو شخص کہ حرم مکہ یا مدینہ میں مرے قیامت کے عذاب سے امن میں ہوگا۔

حدیث نمبر 8 : قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حج حجۃ الاسلام وزار قبری وغزی غزوۃ وصلی فی بیت المقدس لم یسال اللہ عزوجل فیما افترض علیہ اس حدیث میں فریضہ حج کی فضیلت اور حضرت سیدا نام کی قبر شریف کی زیارت کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور بیت المقدس میں نماز ادا کرنا جو نیک لوگوں کا مقام ہے ذکر کیے گئے ہیں احتمال رکھتا ہے کہ یہ مخصوص جزا یعنی فرائض مخصوص کا نہ پوچھا جانا مجموعہ امور کے اوپر ہے یا فردا فردا پر مترتب ہوگا واللہ اعلم۔

حدیث نمبر 9 : من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیٰمۃ ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ من الا منین یوم القیٰمۃ فرماتے ہیں جو شخص میری زیارت کرے اور اس کو مقصود اصلی سمجھے قیامت کے دن میرا پڑوسی ہو گا اور جو شخص کہ حرم مکہ یا مدینہ میں مرے قیامت کے عذاب سے امن میں ہو گا۔

حدیث نمبر 10 : من حج الی مکۃ ثم قصدنی فی مسجدی کتبت لہ حجتان مبرورتان حضور ﷺ کی زیارت کا قصد کرنا اور آپ کی مسجد شریف کی زیارت سے مشرف ہونا حج مقبول کے برابر ہے بلکہ قبولیت حج کا سبب ہے اور حج مبرور کی جزا وجوبا جنت ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے حج مبرور اس حج کو کہتے ہیں جس میں محرمات اور منہیات کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو اور ریا کو دخل نہ ہو حقیقتاً یہ حج دربار خداوندی میں قبول ہو گا اور یہ اللہ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔

حدیث نمبر 11 : من زارنی میتا فکانما زارنی حیا ومن زار قبری

و جبت له شفاعتی یوم القیمة وما من احد من امتی له سعة ثم لم یزرنی فلیس له عذر اس حدیث کے ... حدیث اول اور چوتھی کے مضمون پر مشتمل ہیں پانچویں حدیث کا مضمون بھی اس کے موافق ہے۔

حدیث نمبر 12 : حدیث حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزر قبری فقد جفانی یہ بھی چوتھی اور پانچویں حدیث کے مضمون کے موافق ہے۔

حدیث نمبر 13 : حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے من سال لرسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الدرجة والوسیلة حلت له شفاعته یوم القیمته ومن زار قبر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی جرار رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ (جو شخص کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے دعا کرے اس کو قیامت کے دن درجہ اور وسیلہ کی شفاعت بھی حاصل ہو گی۔ اور جو شخص کہ جناب رسول مقبول ﷺ کی زیارت کرے حضور ﷺ کے پڑوس میں ہو گا اور وہ ان لفظوں سے کہے اللھم ات محمد الوسیلته و الدرجته الرفیعته شفاعت کے حصول کا سبب ہے اور ہر ایک حدیث کے لئے طرق متعددہ ہیں اگر ان کو جدا جدا کیا جائے تو جس قدر احادیث ذکر کی گئیں ان سے زائد حدیثیں ہوں گی اسی طرح سے سید علیہ الرحمتہ نے کہا ہے۔

فصل

ان احادیث کے جن سے حیات انبیاء صلوات اللہ علیہم ثابت ہوتی ہے نصوص قرآنی کے علاوہ زمرہ شہداء اور مقاتلین فی سبیل اللہ کی حیات میں مذکور ہیں۔ ایک حدیث یہ ہے کہ ابو یعلی ثقہ لوگوں سے نقل کرتے ہیں انس بن مالک سے روایت ہے قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبور ھم یصلون ترجمہ (فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور

نماز پڑھتے ہیں) اور وہ حدیث جو خاص کر حضور ﷺ کی حیات کو ثابت کرتی ہے۔ اور بہت مشہور ہے ما من احد یسلم علی الا رد اللّٰہ علی روحی حتٰی ارد علیہ السلام ترجمہ (کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو مجھ پر سلام بھیجے مگر اللہ تعالٰی مجھ پر میری روح کو واپس کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس پر اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں) لیکن علماء نے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ فضیلت ہر اس شخص کے لئے عام ہے جو شرف اسلام سے مشرف ہو چکا ہے خواہ قبر شریف کا زائر ہو یا غائب اور جس مقام پر بھی ہو یا یہ زائرین قبر شریف اور مدینہ منورہ کے حاضرین کے ساتھ خاص ہے۔ بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ فضیلت زائرین کے لئے مخصوص خاص ہے اس قید کے قرینہ پر جو احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی روایت میں ہے ما من احد یسلم علی عند قدیری ترجمہ (نہیں ہے کوئی شخص کو جو سلام بھیجے مجھ پر میری قبر کے نزدیک) اس کلام کی تحقیق جس طرح سے بعض متاخرین فضلاء نے کی ہے یہ ہے کہ سلام بھیجنا سیدا نام صلی اللہ علیہ وسلم پر دو قسم کا ہے اول قسم یہ کہ ارادہ دعا اور درخواست کا ہو۔ اللہ تبارک و تعالٰی کے دربار سے حضرت رسالت پر نزول سلام اور رحمت کا خواہ لفظ حاضر سے ہو یا غائب سے اس کا کہنے والا دربار میں حاضر ہو یا نہ لیکن وہ کہے السلام علی محمد یا کہے السلام علیک یا رسول اللہ اس قسم کو بعض علماء نے جناب رسالت ﷺ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے اور اس کا استعمال غیر کے لئے منع کرتے ہیں۔ مگر طفیلی اور تابع کی حیثیت میں استعمال کیا جا سکتا ہے دوسری قسم یہ ہے کہ اس سے مقصود سلام اور تعظیم ہو جیسا کہ زیارت کرنے والے قبر شریف پر پہنچنے کے بعد کہتے ہیں یا جس طرح کہ مجلس میں آنے والا اہل مجلس کو سلام کرتا ہے لیکن یہ کیفیت مخصوص حضور ﷺ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ سلام بموجب حکم شریعت مستحق جواب کا ہے خواہ رو برو سلام کرے یا کسی قاصد کے ذریعہ سلام بھیجے اور

شارع علیہ الصلوۃ والسلام بہت ہی مستحق ہیں کہ اس واجب کی ادائیگی کریں اور اگر یہ حکم یعنی جواب دینا سلام کا قسم اول بھی ثابت ہو جائے تو کچھ بعید نہیں ہے اور دوسری قسم ہے جواب کا دینا بطور امتیاز کے ہے اور جو حدیث میں آیا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا جو شخص آپ کی امت میں سے آپ پر ایک مرتبہ سلام بھیجے میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں گا۔

ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قسم اول کے ساتھ مخصوص ہے اسی طرح سے لوگوں نے کہا ہے اور نسائی نے سند صحیح کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے بہت سے فرشتے پیدا کئے ہیں جو زمین میں پھرتے ہیں۔ اور میری امت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں یہ غائب کے متعلق ہے لیکن جو شخص کہ حاضر ہے اس کے متعلق دو حدیثیں آئی ہیں پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اس کے سلام کو سنتے ہیں اور بنفس نفیس خود جواب دیتے ہیں چنانچہ حدیث سابق کا مضمون یہی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے من صلی علی فی قبری رددت علیہ ومن صلی علی فی مکان اخر بلغو نیہ ترجمہ(جو شخص کو صلوۃ بھیجتا ہے مجھ پر میرے روضے کے پاس خود اس کو جواب دیتا ہوں اور جو شخص کو صلوۃ بھیجتا ہے مجھ پر دوسرے مقام سے وہ مجھ تک پہنچاتے ہیں) اور دوسری حدیث جو کہ دلالت کرتی ہے غیبت کی حالت میں ایک فرشتہ مقرر ہے جو حضور ﷺ تک سلام پہنچاتا ہے۔

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مامن عبدیسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بھا ملکا یبلغنی وکفی اجرا خرتہ و دیناہ وکنت لہ شھید و شفیعا یوم القیٰمۃ ترجمہ(کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جو سلام بھیجے میرے روضے کے نزدیک مگر مقرر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایک فرشتہ

جو پہنچاتا ہے میرے پاس اور کفایت کرتا ہے اللہ اس کے اجر کو دنیا اور آخرت میں اور ہوں گا میں اس کے لئے گواہ اور شفیع دن قیامت کے) واللہ اعلم۔ وجہ توفیق یہ ہو سکتی ہے کہ پروردگار عالم کا یہ قاعدہ جاری ہو گا کہ ایک فرشتہ دربار رسالت ﷺ میں مقرر رہتا ہو گا کہ بندوں کا سلام پہنچایا کرے جیسا کہ بادشاہوں میں دستور ہے۔ باوجود اس کے بعض خالص بندے اور خاص مقرب اور تمام شکستہ دلوں کا سلام خود بخود سنتے ہوں اور بہ نفس نفیس جواب دیتے ہوں شاہ عبدالحق جواکابرائمہ حدیث میں سے ہیں احکام صغریٰ میں صحیح اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی شخص مسلمان بھائی کو دنیا میں پہچانتا تھا اب وہ اس کی قبر پر گزرا اور سلام کیا تو وہ اس کو پہچان کر سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور ابن عبدالبر نے بھی اس حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے روایت کیا ہے اور ابن تیمیہ نے بھی معمولی لفظی فرق کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔ نیز امام عبدالحق کتاب عاقبت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں مامن رجل یذور رقبرابیہ فیجلس عندہ الا استانس بہ حتٰی یقوم ترجمہ(نہیں ہے کوئی آدمی جو اپنے باپ کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے نزدیک بیٹھے مگر وہ اسے انسیت پکڑتا ہے کھڑے ہونے تک) ابن ابی الدنیار ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے پہچاننے والے کی قبر پر گزرے تو صاحب قبر اس کو پہچان لیتا ہے۔ اور اگر اس پر سلام کرے تو وہ اس کا جواب دیتا ہے۔ سمنودی کہتے ہیں کہ اس مفہوم کی بہت سی حدیثیں ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اس مفہوم کی حدیثیں عام مومنین کے لئے ثابت ہیں تو رسول خدا ﷺ کے متعلق کیا کہنا۔

بازری توثیق عری الایمان میں سلیمان بن سحیم سے روایت کرتے ہیں کہ سلیمان نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ ﷺ جو لوگ آپ کی زیارت کو آتے ہیں اور آپ کو سلام عرض کرتے ہیں کیا آپ ان کا سلام سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نعم وارد علیہم ہاں میں سنتا ہوں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں ابن نجار نے ابراہیم بن بشار سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج ادا کیا اور حضور ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ میں آیا جب آپ کی قبر شریف پر پہنچا اور سلام عرض کیا تو اندر سے میں نے ایک آواز سنی کہ ارشاد فرماتے ہیں وعلیکم السلام اسی طرح اولیاء اللہ اور امت کے نیک لوگوں سے بہت سی باتیں منقول ہیں اور تمام علماء متفق ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حیات میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اسی طریقے سے تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم اپنی قبروں میں اس حیات کے ساتھ زندہ ہیں جو حیات شہدائے کامل تر ہے کہ جس کے متعلق قرآن مجید میں خبر دی گئی ہے اور کیوں نہ ہو حضور ﷺ سید الشہداء میں اور شہیدوں کے اعمال آپ ہی کے ترازو میں ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی یعنی میرا علم بعد وفات کے مثل اس علم کے ہے جو میری حیات میں تھا اس کو حافظ منذر نے اور ابن عدی نے کامل میں روایت کیا ہے اور ابو یعلی ثقہ لوگوں سے نقل کرتے ہوئے انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔

بیہقی انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور تصحیح کرتے ہیں کہ الانبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلۃ ولکنھم یصلون بین یدی اللّٰہ حتٰی ینفخ فی الصور ترجمہ (انبیاء علیہم الصلوۃ السلام اپنی قبروں میں چھوڑے جاتے ہیں بعد چالیس دن کے لیکن وہ نماز پڑھتے ہیں اللہ کے سامنے یہاں تک کہ صور پھونکا جائے) بیہقی کہتے ہیں کہ اگر صحت کو پہنچ جائیں تو حدیث کے لفظ یہی ہیں مراد یہ ہے کہ قبر میں انبیاء کی حیات دائمی

ہے لیکن چالیس دن تک نماز اور عبادت ظاہر نہیں ہوتی ہے بیہقی اور بھی کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات پر بہت سی صحیح حدیثیں دلالت کرتی ہیں اس کے بعد ذکر کیا ہے۔ کہ جب حضور ﷺ موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اسی طرح کی اور دوسری حدیثیں بھی ہیں کہ حضور ﷺ نے انبیاء سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ نماز ادا فرمائی سلام اللہ اجمعین بیہقی کہتے ہیں کہ ان تمام احادیث کا دارو مدار اس بات پر ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی روحیں وفات کے بعد ان پر واپس کر دیتا ہے۔ اور یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے نزدیک مثل شہداء کے زندہ ہیں اس کے بعد صاعقہ نفخہ اولیٰ بحکم نص فصعق من فی السمٰوات ومن فی الارض ترجمہ (بے ہوش ہو جائیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں) ان کے اندر بھی اثر کرے گا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ من کل الوجوہ موت ہو بجز سوائے اس کے کہ اس حالت میں شعور جاتا رہے گا اور بعض نے کہا ہے کہ شہداء حکم الٰہی کی وجہ سے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں الا ماشاءاللہ۔

بیہقی کہتے ہیں کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جمعہ کا دن سب دنوں سے افضل ہے تم اس دن کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو تمہارا درود اس دن میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے درود آپ پر کس طرح پیش کیے جائیں گے حالانکہ آپ بوسیدہ ہو گئے ہوں گے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم کو زمین پر حرام کر دیا ہے اور بزاز صحیح لوگوں سے نقل کرتے ہوئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو زمین پر پھرتے ہیں اور مجھ کو میری امت کے اعمال پہنچاتے ہیں اور آپ نے فرمایا میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے اس

لئے کہ تمہارے اعمال جب میرے سامنے پیش کئے جائیں گے تو جو نیک عمل ہو گا میں اس پر خدا کا شکر ادا کروں گا اور جو برے ہوں گے اس پر تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ استاد منصور بغدادی کہتے ہیں کہ محققین علمائے متکلمین قائل ہیں کہ رسول خدا ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں۔ آپ اپنی امت کی اطاعت سے خوش ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جسم قبر کے اندر بوسیدہ نہیں ہوتے۔

بیہقی کتاب الاعتقاد میں کہتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام کی ارواح قبض کرنے کے بعد پھر لوٹا دی جاتی ہیں اور یہ سب خدا کے نزدیک شہدا کی طرح زندہ ہیں۔ اسی کتاب الاعتقاد میں بیہقی کہتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام کی روحیں قبض کرنے کے بعد ان پر واپس کر دی جاتی ہیں اور وہ حضرات خدا کے نزدیک شہدا کی طرح زندہ ہیں۔ اس لیے کہ رسول خدا ﷺ نے شب معراج میں پیغمبروں کی ایک جماعت سے ملاقات کی تھی۔ صاحب تلخیص جو شافعی المذہب ہیں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا جو مال آپ کے بعد باقی رہا تھا وہ آپ ہی کی ملکیت میں رہا جیسا کہ حالت حیات میں تھا۔ ورثہ میں ملکیت میں منتقل نہیں ہوا۔ جس طرح کہ مردوں کا منتقل ہو جاتا ہے اور اس کا مصرف اس طرح تھا کہ بغیر لحاظ حصہ کے آپ کے اہل و عیال پر خرچ کیا جائے۔ جیسا کہ میراث میں کرتے ہیں اور اس کو حضور ﷺ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ امام الحرمین نے اس قول کی تصحیح کر کے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کے متروکہ میں صدیق رضی اللہ عنہ کے قاعدہ کے موافق ہے۔ ان اکابر علماء کا کلام تقاضہ کرتا ہے کہ احکام دنیا میں بھی حیات کو ثابت کیا جائے لہٰذا انبیاء علیہم السلام کی حیات شہدا کی حیات سے افضل اور اکمل و اتم ہے۔ یہی مذہب مختار و منصور ہے۔ نہ کہ جیسا کلام بیہقی سے بعض مقامات پر ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی حیات مثل حیات شہدا کے ہے بلکہ بیہقی کی مراد افضل حیات کی تشبیہ دینا ہے

اور رفع استبعاد کرنا ہے نہ کہ جمیع خصوصیات میں اور اس صورت میں اعتراض نہیں کیا جا سکے گا۔ بعض علماء نے اس مقام پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر اس حیات سے مراد وہ حالت ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ نے شہیدوں کے ساتھ ثابت کی ہے اور فرمایا ہے بل احیاء عند ربھم یرزقون تو صحیح ہے لیکن اس باب کے کوئی خلاف نہیں ہے کہ شہدا پر احکام موت مثل ملکیت وغیرہ جاری ہے اور یہ کہا ہے کہ امام سے تعجب ہے کہ خود کہتے ہیں مات رسول اللّٰہ عن کہ انسوۃ و مات و ھوراض من العشرۃ ترجمہ (انتقال فرمایا رسول خدا ﷺ نے اتنی بیویاں چھوڑ گئے اور انتقال فرمایا رسول خدا نے اور آپ راضی تھے دس سے) حضور کی طرف موت کی نسبت کرتے ہیں پھر اثبات حیات کس طرح ہو گا۔ ورزکشی کہتے ہیں کہ کوئی تعجب کی جگہ نہیں ہے کہ آپ نے انتقال فرمایا اور اللہ نے زندہ کیا۔

غایت المرام میں شہرستانی امام الحرمین سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا ﷺ زندہ ہیں اور جو لوگ آپ پر صلوۃ وسلام بھیجتے ہیں آپ اس کو خود سنتے ہیں اور شفاء السقام میں سبکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی موت دائمی نہیں ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کو ذائقہ موت کے بعد زندہ فرما دیا اور ملکیت کا انتقال وغیرہ اس موت کے ساتھ مشروط ہے جو دائمی ہو اور یہ حیات شہید کی حیات سے اعلیٰ اور اکمل ہے۔ روح کے لیے حیات کا ثبوت بغیر شبہ اور بغیر اشکال کے ہے اور حدیثوں سے ثابت ہوا ہے کہ انبیا کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے اور تمام مردوں کے لیے روح کا جسم میں لوٹنا ثابت ہے۔ اگرچہ وہ شہدا نہ ہوں۔ کلام تو بدن کے اندر روح کے طرح قیام کرنے سے ہے کہ اس قیام سے وہ اس طرح زندہ ہو جس طرح دنیا میں تھا۔ یا بغیر روح کے ہی زندہ رہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔ اس لیے روح کی حیات دائمی اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایک عادی بات ہے۔ نہ

عقلی اور عقل اس کو جائز بھی رکھتی ہے بس اگر کوئی دلیل سمعی صحت کو پہنچے تو اس پر اعتقاد کرنا واجب ہے۔ علماء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے اور اس کو ثابت کرتی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) نماز ادا فرمانا یقیناً ایسے جسم کا تقاضا کرتا ہے جو محل حیات ہو اور اسی طرح سے جو صفات شب معراج میں مذکور ہوئے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی طرف اسناد کیے گئے ہیں سب اجسام کے صفات ہیں "انتہی"

تمام اہل سنت و الجماعت اس پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ سب مردوں کے لیے اور خاص کر انبیاء کے لیے ادراک مثل علم و سمع ثابت ہے اور یقین ہے کہ حیات ہر میت کے لیے قبر میں واپس ہے۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ حیات واپس کرنے کے بعد قبر میں پھر موت آتی ہے بلکہ قبر کی نعمت یا اس کے عذاب کو قیامت تک ادراک کرتا رہے گا اور بلا شبہ اس قسم کا ادراک حیات کے ساتھ مشروط ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کسی جز کی حیات اس کے اجزا میں سے کافی ہو اور اس قسم کی حیات جس طرح دنیا میں تھی ثابت نہ ہو لیکن جو دلائل حیات انبیاء پر دلالت کرتے ہیں ان کا تقاضا تو یہی ہے کہ ان کی حیت غذا سے بے پرواہ ہونے کے باوجود ایسی ہو جیسی دنیا میں تھی کیونکہ غذا تو دنیا میں اسباب عادیہ سے ہے اور حق سبحانہ قادر ہے کہ غذا کے بغیر بھی زندہ رکھے اور جسم میں بعض ایسی کیفیتیں اور حالتیں پیدا فرما دیں کہ غذا کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ جس طرح کبھی کبھی خوشی اور غم کے حاصل ہونے پر مدتوں کھانے پینے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ یاد بھی نہیں آتا۔ حالانکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ غذا حیت و بقائے بدن کے لیے سبب ہے۔ لیکن کوئی دلیل اس کے حصر پر نہیں پائی جاتی۔ ممکن ہے حق سبحانہ تعالیٰ کے پاس ایسے دوسرے اسباب بھی ہوں جو بدن کو باقی رکھ سکیں۔ انہ علی

کل شئی قدیر

مسائرہ میں قدوۃ المحققین کمال الدین ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جملہ اہل حق اس پر متفق ہیں کہ قبر میں روح اس حد تک لوٹائی جاتی ہے کہ جس کے ذریعہ سے مردہ قبر کی نعمت اور عذاب کا ادراک کر سکے۔ بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ روح کے واپس کرنے میں تردد کرتے ہیں اور حیات و روح کا آپس میں لازم و ملزوم ہونے کو تسلیم نہیں کرتے سوائے اس بات کے کہ عادت الٰہی ایسی ہی جاری ہے کہ حیات کی بقا روح کے ذریعہ سے ہے ورنہ اصل میں حیات کا ممکن ہونا اور پروردگار عالم کا بغیر تعلق ارواح کے جسموں کے زندہ کرنے پر قادر ہونا کوئی بات نہیں ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ بعض علماء حنفیہ اس بات کے قائل ہیں کہ روح جسم میں رکھ دی جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ روح مٹی سے متصل ہوتی ہے اور تکلیف روح و مٹی کو ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے۔ "انتہی"

فصل: انبیاء علیہم السلوۃ کی حیات میں اور اس صفت کے ثبوت میں اور اس کے احکام اور آثار کے مترتب ہونے میں علماء میں سے کسی کو اختلاف نہیں ہے ہاں بعض علماء نے انبیاء کی قبروں میں ان کے موجوز ہونے اور ثابت رہنے میں البتہ کلام کیا ہے۔

شیخ علاؤالدین قونوی جو محققین علمائے شافعیہ سے تعلق رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے جو معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلوۃ کی قبروں میں ان کی اس طرح کی حیات یا وجود جس طرح سے وفات سے پہلے تھا اور ان حضرات کا قبروں کے اندر مداوت اور استقراء فروعی مسائل میں سے نہیں ہے جس میں دلائل ظنیہ غیر قطعیہ کافی ہو سکیں اور مشاہدہ خارجی سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان کو جو حیات وفات سے پہلے حاصل تھی وہ زوال پذیر ہو گئی اور اس حیات کے عود کا دعویٰ کرنے کے لیے کوئی دلیل قطعی اور واضح چاہیے۔

تاکہ اس سے اعتقاد حاصل ہو۔ باوجودیکہ ہم ان حضرات کی حیات کا پروردگار جل جلالہ کے نزدیک اس حیات کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں جو اس حیات متعارف سے اعلیٰ اور اشرف ہے اور ہم یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ سموات علا میں سدرۃ المنتہی عندہا جنتہ الماوی کے نزدیک اپنے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ہیں اور یہ حالت بہت ہی افضل و اکمل ہے۔ اس حالت سے کہ آپ قبر میں مقیم ہوں اگرچہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ مومن کی قبر میں بمقدار درازی نظر کے کشادگی کر دیتے ہیں تو پھر سرور انبیاء ﷺ کی قبر کے متعلق کیا کہنا لیکن آپ کا جنت اعلیٰ میں رہنا جس کی چوڑائی مثل چوڑائی آسمان و زمین کے ہے بہت ہی اکمل و اعلیٰ ہے۔ باوجودیکہ حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء کو چالیس دن کے بعد قبر میں نہیں چھوڑتے ہیں اور یہ حضرات اپنے پروردگار کے نزدیک قیامت تک نمازیں پڑھتے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ میں اپنے پروردگار کے نزدیک اس سے زیادہ بزرگ ہوں کہ مجھ کو تین دن کے بعد قبر میں چھوڑیں اس سے ظاہر ہو گیا کہ یقین کر لینا انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبر میں اس حیات کے ساتھ اقامت کرنا جو وفات سے پہلے تھی اور ان کا قبر کے اندر دائمی رہنا دشوار ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا یہ نہیں بتلاتا کہ وہیں آپ کا قیام دائمی ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء صلوۃ اللہ علیہم اجمعین سے آسمانوں میں ملاقات کی ہے۔ بس موافقت یہ ہے کہ ان حضرات کے آسمانوں پر قیام فرما ہونے کے باوجود یہ کبھی کبھی دوسری جگہ بھی منتقل ہو جاتے ہوں تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ ان کا قبروں کے اندر دائمی رہنا لازم نہیں آتا۔ یہاں تک قونوی کا کلام تھا۔ ان کے لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو جو تردد ہے وہ قبر کے اندر دائمی حیات اور دائمی قیام میں ہے۔ لیکن اصل مدعا یعنی ثبوت حیات پروردگار

عالم کے نزدیک ثابت اور مسلم ہے۔ بوجہ ثبوت دلیل قطعی نص قرآنی کے۔ چنانچہ کلام مذکور کو تحریر فرمانے کے بعد خود ہی کہتے ہیں کہ ایسی دوسری حیات کے ثبوت میں جو اس حیات معہودہ اور معلومہ جیسی ہے۔ (کہ غذا عادتاً" حاصل نہیں ہو سکتی) کوئی جھگڑا اور تردد نہیں ہے ان کے اختلاف کا خلاصہ قبر کے اندر دائمی قیام اس حیات کے ساتھ کرنے سے ہے جو وفات سے پہلے تھی لیکن اس مقام پر کلام کی گنجائش ہے اگر غور سے سنا جائے تو ممکن ہے کہ قابل قبول ہو اور وہ یہ ہے کہ قطعی دلیل سے اصل حیات ثابت ہونے کے بعد (جیسا کہ خود انہوں نے قبر میں عدم دوام کا اعتراف کیا ہے) اور الانبیاء لا یترکون۔ و انا اکرم علیٰ ربی یہ دو حدیثیں لاکر اپنے مدعا کو تقویت دی ہے تو الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون کے وارد ہونے کے اعتبار سے اور آپ کا موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمانا بحکم اذا تعارضا تساقطعا تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان حضرات کے اجسام شریف کو قبر میں رکھا ہوا دیکھا گیا ہے اور ان حضرات کا اپنی حالت پر باقی رہنا ہی اصل ہے۔ اس وقت تک جب تک کہ کوئی دلیل قطعی اس کے خلاف قائم ہو اور یہ اب تک نہیں قائم ہوئی پس ثابت ہو گیا کہ جو حیات یقینی ہے وہ قبروں میں ہے نہ کہ آسمان میں واللہ اعلم اور محققین حضرات اہل حدیث اور شرح کرنے والے کہتے ہیں کہ حدیث الانبیاء لا یترکون اور اسی طرح سے انا اکرم علی ربی درجہ ثبوت کو نہیں پہنچی ہیں۔ ان حدیثوں کے راویوں میں سے بعض ایسے ہیں جو سوئے حفظ بلکہ اس سے اور زیادہ باتوں کی طرف منسوب ہیں اور اگر بالفرض صحیح بھی ہوں تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بغیر عبادت کے نہیں چھوڑتے ہیں بلکہ قبر میں تین دن کے گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور صلوۃ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ حضورؐ کے فضائل میں آیا ہے کہ کوئی ایسا پیغمبر نہیں ہے جس کو تین دن کے بعد قبر سے نہ اٹھا لیتے ہوں۔ سوائے میرے کہ

میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ میں قیامت کے دن تک اپنی امت ہی میں رہوں گا تاکہ یہ لوگ بحکم وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم ترجمہ (اللہ نہیں عذاب کرے گا ان لوگوں پر جب تک کہ آپ ان میں ہیں) نزول مصیبت سے محفوظ رہیں۔ ممکن ہے کہ اس حدیث شریف کے مطابق قبر میں حیات دائمی آنحضرت ﷺ کے لیے خاص ہو اور تمام انبیاء کے لیے اصل حیات جو متفق علیہ ہے اللہ کے نزدیک ثابت ہو۔ واللہ اعلم۔

روایت ہے کہ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلوائیوں نے گھیر لیا تو بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ سے کہا مصلحت یہ ہے کہ آپ ملک شام کو چلے جائیں تاکہ اس بلا مصیبت سے آپ کو خلاصی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز جائز روا نہیں رکھتا۔ کہ اپنے دار ہجرت سے جدا ہو جاؤں اور رسول خدا ﷺ کی قربت کو چھوڑ دوں اور واقعہ حرہ میں سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے حجرہ شریف سے تین دن تک اذان سننے کا واقعہ مشہور ہے جب کہ لوگوں نے مسجد نبوی کو چھوڑ دیا تھا لیکن قونوی نے اس کو ترجیح دی ہے کہ حضور ﷺ کا بہشت اعلی میں رہنا قبر شریف سے بہتر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مومنین کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہے تو سید المرسلین ﷺ کی قبر شریف جنت کے بہترین باغوں میں سے ہو گی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کے لئے قبر میں آپ کے وجود کے وجہ سے ایسی حالت ہو کہ منتقل کئے بغیر آسمان و زمین اور جنتوں سے پردہ اٹھا دیا گیا ہو اس کے لئے امور آخرت اور احوال برزخ کو دنیا کی حالتوں پر قیاس نہیں کر سکتے۔ جو حدود و سمت سے مقید ہیں جو کچھ موسیٰ علیہ السلام کے قبر میں نماز پڑھنے اور حضور ﷺ کا ان کو آسمان پر دیکھنے کے درمیان مطابقت کے سلسلہ میں کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام قیام فرما ہونے کے باوجود کبھی کبھی اپنی قبروں میں بھی نزول فرماتے ہیں۔ جو لوگ ان حضرات کے قبر میں دوام کے قائل ہیں وہ اس

کے خلاف کہتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ ان حضرات کا قبر میں قیام تو ضرور ہے لیکن اس کے باوجود کسی وقت اس قوت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے آسمانوں پر بھی عروج کرتے ہیں یا یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ نے ان حضرات کو قبور میں اس وقت دیکھاجب آپ آسمانوں سے گزر رہے تھے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے یعنی یہ خیال فاعل سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ مفعول سے گویا کہ آسمانوں میں قیام کی صفت حضور ﷺ کی ہے نہ کہ انبیاء کی اگرچہ یہ تاویل ظاہر کے خلاف ہے اور شیخ ابن ابی حمزہ لہجہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا آسمانوں پر انبیاء کو شب معراج میں دیکھنا چند احتمال رکھتا ہے (۱) یہ کہ ان حضرات کو ان کی قبور میں جس طرح سے آپ نے خبر دی ہے آسمانوں کے ان مقامات سے مشاہدہ کیا ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ نے وہ قوت بصیرت جس سے اس حالت کو ادراک کر سکیں حضور ﷺ کو عطا فرمائی ہو جس طرح سے آنحضرت نے فرمایا رایت الجنۃ والنار فی عرض ھذا الحائط ترجمہ (میں نے جنت اور دوزخ کہ اس دیوار کی چوڑائی میں دیکھا ہے) اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ جنت اور دوزخ کو اس مقام سے دیکھا ہو جیسا کہ کہتے ہیں کہ میں نے چاند کو اپنے مکان میں روشندان سے دیکھا مراد موضع روشن دان ہوتا ہے یا جنت اور دوزخ کی شکل کو دیوار کے عرض میں متشکل کر دیا ہو اور قدرت ان دونوں کی صلاحیت رکھتی ہے۔

(2) وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کا انبیاء کو آسمانوں میں دیکھنا اس طرح ہوا ہو کہ انبیاء کی ارواح کو انسانی شکل میں کر دیا گیا ہو تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ انبیاء کرام کو قبور سے اٹھا کر اپنے حبیب مکرم کی تعظیم کے لئے اس مقام پر لے گیا ہو تا کہ آپ کو ان سے دل بستگی ہو اس کے علاوہ اور بہت سی وجہیں بھی ہو سکتی ہیں جو ہمارے علم سے باہر ہیں یہ تمام صورتیں احتمال رکھتی ہیں اور کسی ایک صورت کو دوسری پر ترجیح

نہیں دی جا سکتی خلاصہ یہ ہے کہ قدرت کاملہ ہر قسم کی صلاحیت رکھتی ہے۔ "انتہی"

ان دلائل کے جو حضور ﷺ کے قبر میں ہونے پر دلالت کرتی ہیں سلطان سعید نورالدین شہید کا واقعہ ہے۔ 557ہجری میں سلطان نور الدین نے آنحضرت ﷺ کو ایک رات میں تین مرتبہ خواب میں دیکھا اور ان کو نصرانیوں کی شرارت سے مطلع کیا۔ نور الدین مدینہ منورہ میں ایک ہزار فوج کے ساتھ پہنچا اور ان دونوں ملعونوں کو جلا دیا۔ پھر حجرہ شریف کے ارد گرد کھائی کھدوائی اور اس کھائی کو پگھلے ہوئے رانگ سے پر کرا دیا۔ جیسا کہ اس کو بالتفصیل مسجد شریف کے فضائل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

مدینہ منورہ کے تمام مورخین نے اس قصہ کا ذکر کیا ہے انہی میں شیخ جمال الدین مطری اور مجدالدین فیروز آبادی اور بڑے بڑے علماء شامل ہیں اور تصدیق بھی کی ہے امام عبداللہ یافعی سلطان مذکور کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ بعض کاملین شیوخ نے کہا ہے کہ سلطان نور الدین کا شمار چالیس اولیاؤں میں سے ہے۔ ان کے نائب سلطان صلاح الدین ایوبی تین سو میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ میں نے شاہان اسلام اور ان کے بعد والوں کی تاریخیں معلوم کیں تو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور عمر ابن رضی اللہ عنہ عبدالعزیز کے بعد کوئی بادشاہ نورالدین سے زیادہ نیک سیرت نہیں ملا لیکن تعجب ہے کہ ان کے تذکرہ میں یہ مشہور واقعہ نہیں پایا جاتا واللہ اعلم۔

علامہ قونوی انبیاء کے قبروں میں وجود پر تردد کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ انبیاء کی توجہ قبور سے منقطع اور ان کا قبر سے تعلق جدا ہو گیا ہے بلکہ انبیاء اور ان کی قبروں میں ایک خاص غیر منقطع دائمی تعلق ثابت ہے جو کسی دوسرے مقام سے اس درجہ کا تعلق ثابت نہیں ہوتا اس طرح سے تمام مومنین کی قبروں اور ان کی روحوں میں خاص دائمی تعلق

ہے جس کی وجہ سے وہ زائرین کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں جمیع اوقات میں زیارت کا مستحب ہونا اس کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس کے بعد اس باب میں بہت سی احادیث لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تمام حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مردوں کو ادراک اور سمع حاصل ہے کوئی شک نہیں کہ سمع عارضی ہے جو حیات کے ساتھ مشروط ہے بس سب کے سب زندہ ہیں لیکن ان سب کی حیات شہداء کی حیات سے کم درجہ رکھتی ہے۔ اور انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے کامل تر ہے اس مسئلہ میں محقق اور جمہور علماء کے نزدیک پسندیدہ وہ رائے ہے جو تاج الدین سبکی سے نقل کی گئی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقتہ الحال و والیہ المرجع والمال۔

فصل

مسئلہ مذکورہ کا تتمہ بحث نمبر1 حدیث الا رد اللّٰہ علی روحی پر جو اعتراض پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی امتی آپ پر سلام کرتا ہے تو آپ کے بدن شریف میں روح ڈالی جاتی ہے۔ یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ آپ کو حیات دائمی حاصل نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر حیات دائمی ہوتی تو سلام کے وقت روح ڈالنا کے کیا معنی ہوں گے اس اعتراض کا جواب چند وجوہ سے بیان کیا ہے۔ یہاں روح سے مراد وہ روح نہیں ہے جو میت کے قالب میں ڈالی جائے بلکہ عالم استغراق سے اس عالم کی طرف متوجہ ہونا ہے اور اس عالم کے لوگوں کا احساس کرنا کہ سلام اور اس کے جواب کا تدراک آسان ہو اور بعض نے کہا ہے کہ یہ کلام اہل ظاہر کی سمجھ کے مطابق ہے۔ اس لئے ان لفظوں سے تعبیر کر دی اصل مقصد سلام کا سننا اور جواب کا دینا مکمل طور پر ہے۔ اس بات کے باوجود اگر رد روح سے ظاہر معنی ہی لئے جائیں تو لازم آتا ہے کہ جسم شریف میں روح کی بقاء دائمی ہو یہ اس لئے کہ جب کسی شخص کے سلام کی وجہ سے روح مبارک حضور ﷺ کے جسم میں بھیجی گئی تو پھر اس کے

قبض ہونے کا اعتقاد رکھنا بھی لازم ہوگا۔ اور یہ بغیر کسی دلیل کے نہیں ہو سکتا اگر ایسا اعتقاد رکھا بھی جائے تو پے در پے موت کا آنا لازم آ جائے گا۔ جو شمار سے باہر ہے اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اس کا تسلیم کر لینا عقلمند کی شان سے بعید ہے اس لئے یہ عمل ایک قسم کے عذاب سے خالی نہیں ہے کیونکہ شب و روز میں ذرا سا وقت بھی ایسا نہیں ملے گا کہ جس میں کوئی نہ کوئی آپ کی امت میں سے آپ پر سلام نہ بھیجتا ہو۔ لہٰذا آپ کے لئے دائمی حیات اور ہمیشہ سلام کا جواب فرمانا لازم آ گیا۔ شیخ مجدالدین شیرازی کہتے ہیں کہ حضور کا علی روحی فرمانا آپ کی شخصیت کے ثبوت پر صاف دلیل ہے اور اس شخصیت پر صلوٰۃ و سلام پہنچنا گویا کہ خاص ایک نئی وضع سے اور حالت مخصوص سے روح مراد ہے مع ثبوت اصل حیات کے ہاں اگر کہا جاتا کہ رد روحی فی ادفی جسدی ہے۔ تو اس کے خلاف سمجھا جاتا۔

نمبر2 بحث بظاہر اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا اور ایسے ہی دیگر انبیاء کا شب معراج میں نماز ادا کرنا موسیٰ علیہ السلام کا حج کے لئے آنا اور تلبیہ کہنا ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ ثنیہ سے اتر رہے ہیں اور تلبیہ پکار رہے ہیں اسی طرح سے آپ نے فرمایا ہے کہ گویا میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ تلبیہ پکار رہے ہیں۔ یہ کیا معنی رکھتا ہے باوجود یکہ نماز نیز تمام عبادتیں دنیا کے اعمال میں سے ہیں کیونکہ دنیا ہی دار تکلیف اور دار امتحان ہے دار آخرت میں کوئی تکلیف امرونہی نہیں ہے اس سوال کا جواب بھی چند وجہ سے دیتے ہیں۔ (1) جواب یہ ہے کہ صلوۃ یہاں پر معنی ذکر و دعا ہے اور یہ آخرت کے اعمال میں سے ہے۔ (2) جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام شہدا سے افضل ہیں اور شہدا خدا کے نزدیک زندہ ہیں اگر حج و نماز ادا کریں تو کچھ بعید نہیں ہے۔

(3)جواب یہ ہے کہ یہ حالت ان حضرات کی حیات کے وقت کی ہے جو حضور ﷺ کو دکھلائی گئی تھیں اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا وکانی انظر الی موسی کانی انظر الی یونس اور بعض نے کہا ہے کہ عالم برزخ میں دنیا کے احکام کا جاری ہونا ثابت ہے کثرت اعمال اور زیادتی اجر کے منافی بھی نہیں ہے عمل کا منقطع ہونا آخرت کے دن کے ساتھ مخصوص ہے جو آخرت میں منقطع ہے وہ تکلیف اگر بغیر تکلیف اور مجاہدہ کے عمل کے اور بطور لذت ذکر مولی کے حاصل ہو جائے اور کوئی بات مانع نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ سید کائنات ﷺ شفاعت کے وقت سجدہ کریں گے اور سجدہ کے معنی یہاں پر سوائے عبادت و عمل کے دوسرے نہیں ہو سکتے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ خواب ہے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے بینما انا نائم رایتنی اطوف بالکعبۃ نیند میں دیکھنا بیداری کے حکم میں ہے بعض نے کہا ہے کہ اس حالت سے ان انبیاء کے حالات سے آپ کو خبر دینا ہے جو آپ پر وحی کی گئی ان انبیاء کے حالات سے آپ نے بوجہ کمال یقین کے اس کو مشاہدہ کے حکم میں لا کر دیکھنے سے تعبیر فرما دیا۔ شیخ علاؤالدین قونوی کہتے ہیں کہ یہ بات کہنا کچھ بعید نہیں ہے کہ انبیاء کی ارواح مقدسہ بدن سے جدا ہونے کے بعد بمنزلہ ملا ئکہ بلکہ ملا ئکہ سے افضل ہیں۔ تو جس طرح سے ملا ئکہ مختلف صورت میں متبدل ہو جاتے ہیں اسی طرح سے ارواح مقدسہ انبیاء بھی مختلف جسموں میں متمثل ہو جائیں ممکن ہے کہ یہ تصرف بعض خاص بندوں کی حالت حیات میں بھی حاصل ہو جائے اور ایک روح متعدد بدنوں میں بدن معہود کے علاوہ متصرف ہو جائے جیسا کہ بعض محققین نے ابدال کی وجہ تسمیہ میں کہا ہے ان ابدال میں سے کوئی ابدال کبھی کسی مقام کو چلا جاتا ہے اور اول جگہ میں اپنی شکل و مثال چھوڑ جاتا ہے۔ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے عالم اجسام اور عالم ارواح کے

درمیان ایک عالم متوسط ثابت کیا ہے جس کو عالم مثال کہتے ہیں۔ وہ عالم اجساد سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہے ارواح کا ظہور اور مختلف صورتوں کا دکھلائی پڑنا اسی عالم پر منحصر ہے۔ جبریل علیہ السلام کا دحیہ کلبی کی صورت میں ظاہر ہونا اور حضرت مریم علیہ السلام کے سامنے بصورت بشری دکھلائی دینا اسی عالم کے احکام میں سے شمار کرتے ہیں۔ لہذا جائز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر مقیم ہونے کے باوجود قبر میں اپنی شکل مثالی سے متمثل ہوئے ہوں اور حضور ﷺ نے ان کو دونوں مقام پر مشاہدہ فرمایا ہو۔ عالم مثال کے ثبوت کے بعد بہت سے مسائل کے جواب خود بخود نکل آتے ہیں۔ اور بہت سے اعتراضات خود بخود حل ہو جاتے ہیں جیسے وسعت جنت کا بیان اور آپ کا جنت کو دیوار کی چوڑائی میں مشاہدہ فرمانا وغیرہ یہاں پر شیخ کا کلام ختم ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حیات کے مسئلہ کی تحقیق وغیرہ اس عالم کے پہچاننے پر موقوف ہے۔ اور حضور ﷺ کا موسیٰ اور یونس علیہم السلام کو دیکھتے ہی تحقیق کرنے کے دوران ضروری ہے کہ عالم روحانی کے زمان و مکان کو عالم جسمانی کے زمان و مکان کے درمیان فرق کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ عالم روحانی میں زمانہ ماضی مستقبل اور حال کی تقسیم نہیں ہے۔ یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں ہونا' موسیٰ علیہ السلام کا دریائے نیل سے عبور کرنا اور حضور ﷺ کے وجود کی حالت یہ سب ایک ہے بس حضور ﷺ کا ان حضرات کو حج اور تلبیہ کی حالت میں دیکھنا وہی اصل حالت ہے جو ان حضرات نے اپنی حیات میں حج کیا اور تلبیہ کہا تھا۔ اس حالت کی حقیقت اور اس کا ادراک ان کے متمثل ہونے کے قائل ہونے سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اور حضور ﷺ کا ان کی صورت مثالیہ کے مشاہدہ کرنے کے مباحث کے سلسلے میں کلام کو طول دینا حقیقتاً اصل مقصود سے دور لے جاتا ہے لہذا اتنے ہی پر اکتفا کیا گیا واللہ اعلم۔

گنبد خضرا کی زیارت کے مستحب یا واجب ہونے کے بیان میں

بزرگان دین نے اس سعادت کے حاصل کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور اس دربار سے مشرف ہوئے نیز آنجناب جنت ماب سے وسیلہ و استمداد حاصل کرنے کا بیان (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

سید المرسلین ﷺ کے دربار کی زیارت علماء دین کے نزدیک بالاتفاق قولاً و فعلاً" بہترین سنن اور موکد ترین مستحبات میں سے ہے قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت ایک متفق علیہ سنت اور مرغوب فضیلت ہے بعض علما مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے وجوب کے قائل ہیں اور دوسروں نے اس قول کی تاویل سنت واجبہ سے کی ہے گویا سنت واجبہ سے مراد موکدہ غایت تاکید ہے۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد زیارت کرنا سنت ہے قاضی حسین جو ائمہ شافعیہ کے مشاہیر میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جب فریضہ حج سے فارغ ہو جائے تو ملتزم کے پاس وقوف کرے اور دعا کرکے مدینہ منورہ آکر سید کائنات کی زیارت سے مشرف ہو قاضی ابو الطیب کہتے ہیں کہ حج و عمرہ کے بعد مستحب ہے کہ حضور ﷺ کی زیارت کا قصد کرے۔

حسن بن زیاد امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حاجیوں

کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے ابتداء کریں اور حج کے ارکان بجا لا کر اس کے بعد مدینہ منورہ آئیں اور حضور ﷺ کی زیارت کریں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیارت بہترین مستحسنات اور موکد ترین مستحباب درجہ واجبات کے قریب ہے چاروں مذاہب کے علماء نے حج کو مقدم کرنے کی تصریح فرمائی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اگر حج کے راستے میں مدینہ شریف آئے تو بہتر یہ ہے کہ ابتداء مدینہ سے کرے اس کے بعد حج کو متوجہ ہو۔ اور بعض بزرگان دین نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر حج کا راستہ مدینہ کی جانب سے نہ ہو لیکن دیار محبوب ان سے قریب ہو تو مدینہ کی حاضری کو مقدم کرنا لوازم وقت میں شمار کیا جائے اور بعض تابعین کو مکہ کے عازمین کے لئے مدینہ منورہ کی زیارت کو مقدم قرار دینے پر کوئی اختلاف نہیں ہے تاج الدین سبکی نے حضور ﷺ کی زیارت کی فضیلت اور قربت کو چار اصول شرع سے ثابت کیا ہے اول اصول کتاب اللہ فرمان حق سبحانہ تعالیٰ والوانهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفرو اللّٰه والستغفر لهم الرسول لوجد واللّٰه توابا رحیما ترجمہ (اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں۔ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ترغیب دلا کر دربار رسالت کی حاضری پر دلالت کرتی ہے۔ اور حضور ﷺ سے مغفرت کا سوال کرنا اور حضور سے کا استغفار طلب کرنا یہ وہ مرتبہ عظیمہ ہے جو کبھی انقطاع پذیر نہ ہو گا چونکہ سرور کائنات ﷺ کی حالت موت و حیات یکساں ہے اور حضور ﷺ کا موت کے بعد امت کے لئے استغفار کرنا آپ استغفار اس وقت فرماتے ہیں جب ملا مکہ امت کے اعمال آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں فصل سابق میں یہ سب وضاحت سے گزر چکا ہے۔ حضور ﷺ کی کمال رحمت سے جو آپ اپنی امت کے ساتھ رکھتے ہیں امید ہے کہ آپ

س شخص کے لئے ضرور استغفار فرمائیں گے جو آپ کے دربار میں اس کا طالب بن کر حاضر ہو یہ بمقابلہ دوسروں کے موکد ترین ہے اور تمام علماء نے اس آیت سے آپ کی موت و حیات کی حالت کو برابر سمجھا ہے یہاں تک کہ آداب زیارت میں حکم کرتے ہیں کہ اس آیت کو پڑھے اور استغفار کرے اس سلسلے میں اس اعرابی کا قصہ بہت مشہور ہے جو آپ کی رحلت کے بعد زیارت کے لئے آیا تھا اور اس آیت کو پڑھا تھا چاروں مذاہب کے اکابر نے اور ہر شخص نے جس نے ارکان حج تصنیف کئے ہیں اس واقعہ کو ضرور بیان کیا ہے اور بہت سے علمائے کبار نے جو سند ان کو معلوم ہوئی ہے اس سند سے روایت کیا ہے محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ آیا تو نبی ﷺ کی زیارت کرکے آپ کے سامنے بیٹھا ہی تھا کہ یکایک ایک اعرابی نے آکر زیارت کی اور کہنے لگا یا خیر الرسل حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ پر جو سچی کتاب نازل فرمائی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ والوانهم اذ ظلموا انفسهم الا یة میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے بخشش کا طالب آیا ہوں آپ میرے لئے استغفار کریں یہ کہہ کر رونے لگا اور بیت پڑھا بیت

یا خیر من دفنت لقاع اعظمه
فطاب طلیهن لقاع والاكم
نفسی الفداء بقبر انت ساكنه
فيه العفاف وفيه الجود و الكرم

اس کے بعد خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں اس شخص کو بلا کر خوش خبری سنادو کہ حق تعالیٰ نے میری شفاعت سے اس کے گناہ بخش دیئے ہیں۔

حافظ ابو عبداللہ مصباح الظلا میں امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دفن کے تین روز بعد ایک

اعرابی آیا اور قبر پر گر پڑا اس کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالتا تھا اور کہتا تھا کہ یا رسول اللہ آپ نے جو کچھ اپنے رب سے سنا وہ میں نے آپ سے سنا اور آپ نے جو کچھ خدا سے یاد کیا میں نے آپ سے یاد کیا اور وہ آیت ہے ولوانھم اذظلموا انفسھم الایتہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں قبر انور سے ایک آواز آئی قد غفر لک

احادیث سے زیارت کے بارے میں سنت ہونا ثابت ہے جو اس کی فضیلت میں ذکر کی گئیں۔ یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ قبور کی زیارت کرنا سنت ہے چونکہ سید المرسلین کی قبر شریف سید القبور ہے اس لئے اس کے استحباب کے لئے اتنا ہی ثبوت کافی ہے اجماع امت سے اس کی فضیلت اور استحباب کو بیان کر دیا گیا اگر اختلاف ہے تو عورتوں کے بارے میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عورتوں کو جائز نہیں ہے اس لئے آپ نے عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرما دیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ اور صاحبین یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنھم کی زیارت عورت و مرد دونوں کے لئے مستحب ہے۔ اور ان قبور شریف کی زیارت اس ممانعت سے مستثنیٰ ہے جو عورتوں کے متعلق آئی ہے بعض نے کہا ہے کہ آپ نے ابتدائے اسلام میں منع فرمایا تھا وہ ممانعت اس حدیث کی وجہ سے تھی نھیتکم عن زیارۃ القبور ترجمہ (میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا) یہ بعد میں منسوخ ہو گئی۔

منہوری جو شافعیہ کے علمائے متاخرین میں سے ہیں اولیاء اللہ اور صالحین کی قبور کو بھی اس حکم میں رکھتے ہیں۔ اور سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا شہدائے احد کی زیارت کرنا اور سید الشہداء کی زیارت کے لئے ان کا تشریف لے جانا ثابت ہو چکا ہے۔ جیسا کہ فصل بقیع اور اس کے قبور میں

مذکور ہو چکا ہے۔ اور دو روایتوں میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکہ میں عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت کرنا بھی آیا ہے جو منہوری کے اس قول کی موید ہے۔ واللہ اعلم لیکن قیاس کا تقاضا اور فیصلہ یہ ہے کہ اگر بقیع کی قبروں اور شہداء احد کے مقابر اور دوسری قبور کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ تو قبر انور حضور ﷺ کی زیارت اس کی تعظیم اس سے برکت حاصل کرنا اور بذریعہ صلوٰۃ و سلام کے رحمت اور فیض حاصل کرنا بطریق اولیٰ مستحب ہو گا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ قبور کی زیارت سے مقصود محض یاد آوری آخرت ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ذوروالقبور فانھا تذکرکم الاخرۃ ترجمہ (قبروں کی زیارت کرو وہ تم کو آخرت کی یاد دلائیں گی) اور کبھی زیارت قبور اہل قبور پر دعا اور استغفار کے لئے ہے جس طرح حضور ﷺ کی بابت آیا ہے کہ اہل بقیع کی زیارت کی اور کبھی اہل قبور کے انتفاع کی وجہ سے جس طرح قبور صالحین کی زیارت کے متعلق آیا ہے امام حجتہ السلام کہتے ہیں کہ جس شخص سے حالت زندگی برکت حاصل کرتے ہیں بعد موت کے بھی اس سے برکت حاصل کر سکتے ہیں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کو موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہ کی قبر قبولیت دعا کے لئے تریاق اکبر ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ ہم نے چار اولیاء اللہ کو پایا ہے کہ وہ اپنی قبور میں اس طرح سے تصرف کرتے ہیں جس طرح سے حالت حیات میں کرتے تھے یا اس سے زیادہ شیخ معروف کرخی و شیخ محی الدین جیلی اور دو اور مشائخ کا ذکر کیا ہے بعض علمائے مذہب استمداد بقبور اور قصد انتفاع میں اختلاف رکھتے ہیں۔ چنانچہ شیخ کمال الدین بن ہمام نے نقل کیا ہے واللہ اعلم ابو محمد مالکی کہتے ہیں کہ میت سے قصد انتفاع کرنا بدعت ہے مگر مصطفیٰ ﷺ اور تمام قبور مرسلین کی زیارت میں بدعت نہیں ہے۔ امام تاج الدین سبکی کہتے ہیں کہ ابو محمد مالکی کا انبیاء کی قبور شریفہ کو مستثنیٰ قرار دینا صحیح ہے۔

لیکن غیر انبیاء کی قبروں کے متعلق بدعت کا حکم لگانا اس میں اعتراض ہے انتہی کبھی کبھی زیارت اہل قبور کا حق ادا کرنے کے لئے ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ میت کے لئے سب سے مانوس حالت اس وقت ہوتی ہے۔ جب کوئی اس کے پہچاننے والوں میں سے اس کی قبر کی زیارت کرتا ہے اس کے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں حدیث مرفوع میں آیا ہے من زار قبر ابویہ فی کل جمعتہ او احدھما کتب بارا وان کان فی الدینا ماقبل ذالک بھما عاقا ترجمہ (جو شخص کہ اپنے ماں باپ کے قبر کی زیارت ہر جمعہ کرتا ہے یا ان دونوں میں سے ایک کی وہ نیکوں میں لکھا جاتا ہے اگرچہ دنیا میں اس سے پہلے ان دونوں کا عاق شدہ ہو)

سید المرسلین ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کرنے میں یہ تمام معنی مذکورہ حاصل ہیں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ آپ مکروہ سمجھتے تھے۔ کہ لوگ کہیں زرنا قبر النبی اس قول کی وجہ کراہت میں اختلاف ہے عبدالحق مصقلی کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ زیارت ایک ایسا فعل ہے جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ لیکن حضور ﷺ کے قبر کی زیارت واجب ہے قاضی عیاض مالکی کے نزدیک مختار یہ ہے کہ قبر کی طرف زیارت کا منسوب کر دینا کراہت کی وجہ ہے۔ اگر کہیں کہ زرنا النبی تو کوئی کراہت نہیں ہے بوجہ حدیث اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللّٰہ علٰی قوم اتخذوا قبور انبیائھم مساجد ترجمہ (اے اللہ مت بنا تو میری قبر کو بت کہ جس کی پرستش کی جائے شدید ہو گیا اللہ کا جلال اس قوم پر جنہوں نے بنا لیا اپنے نبی کی قبروں کو سجدہ گاہ) اور اگرچہ زیارت اس قسم سے نہیں ہے۔ لیکن زبان کو اس لفظ سے محفوظ رکھنا بتقاضہ احتیاط ہے۔ جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ ہے لیکن حدیث میں قبر کا لفظ واقع ہو جانا اس بات کے منافی ہے۔ سبکی کہتے ہیں کہ ممکن ہے یہ حدیث امام مالک کو نہ پہنچی ہو۔ ابن رشد نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے

نقل کیا ہے کہ میں زرت النبی کے کہنے کو مکروہ سمجھتا ہوں اس لئے کہ نبی ﷺ اس بات سے اعلی اور ارفع ہیں کہ آپ کی زیارت کی جائے ہاں قبر کی زیارت کہہ سکتے ہو۔ اور ابن رشد یہ بھی کہتے ہیں کہ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ زیارت کا لفظ اکثر مردوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور آپ ہر زندہ مخلوق سے زندہ تر ہیں بعض نے کہا ہے کہ زیارت کا لفظ اکثر و بیشتر میت کے ایصال نفع کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور نبی ﷺ کی زیارت اس غرض سے نہیں ہے بہر صورت کراہت کا منشا باعتبار ظاہر کے رعایت لفظی ہے اور دوسروں کے نزدیک عدم کراہت پسندیدہ ہے یہی ظاہر ہے۔

فصل

قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرنا ارو اس سعادت عظمی کے حصول کیلئے اونٹوں کے کجاوے باندھنا اب جب کہ زیارت کی فضیلت اور اس کا مستحب ہونا ثابت ہو گیا تو سفر کا جواز اور اس کا استحباب بھی لازم آیا۔ دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے قرب اور بعد دونوں ایک ہی حکم میں ہیں لیکن حدیث ہے لا تشدوا الرجال الا الی ثلثۃ مساجد ترجمہ (مت باندھو اپنے کجاووں کو مگر تین مسجدوں کی طرف) اس حدیث سے مراد ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر کرنے کی ممانعت ہے۔ جیسا کہ نحو کا قاعدہ ہے کہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کے جنس سے ہونا چاہیے۔ بس مطلق سفر کی ممانعت جوان مساجد کے علاوہ ہو لازم نہیں آتی اور ان تین مسجدوں کے علاوہ سفر کرنا کس طرح منع ہو سکتا ہے حالانکہ بلا تفاق سفر حج و سفر جہاد اور دار کفر سے ہجرت کرنا نیز تجارت اور تمام مفادات دینویہ کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ قربت مقصودہ مساجد کے قصد میں تین ہیں۔ مسجد حرام و مسجد النبی اور مسجد اقصی ان کے علاوہ ایسی مسجدیں نہیں ہیں باوجود یکہ حضور ﷺ کی زیارت کا قصد آپ کی مسجد شریف

کے قصد کو مستلزم ہے۔ اور آپ کی قربت کی وجہ سے ہے اور اس مقام کی برکت سے مقصد وہاں کے موجودین کی تعظیم ہے جس طرح سے آپ کی حالت حیات میں آپ کے شرف صحبت حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرتے تھے۔ نہ کہ محض مقام کی بعض نے کہا ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ جو سفر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے وہ باعتبار تعظیم و فضیلت اور ثواب دو چند ہونے کی غرض سے ہے جیسا کہ ان مساجد کی حاضری میں ہے ورنہ اس اعتقاد کے بغیر کوئی ممانعت اور کراہت نہیں ہے۔ لیکن جو مساجد متبرکہ شہروں سے قریب ہوں ان کی سوار یا پیدل زیارت کرنا جائز ہے۔ جس طرح سے کہ مسجد قبا کو بعض علماء نے کہا ہے اور جمہور علما کہتے ہیں کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ زیارت کی نذر ماننا جائز نہیں ہے اور بعض نے مطلقاً جائز رکھا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اگر سفر بغیر شدر حال بغیر (کجاوا باندھے) ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے مسجد قبا تک پیدل جانے کی مدینہ میں نذر مانی تھی۔ فرمایا کہ اس پر اس کا پورا کرنا لازم ہے ظاہرا آپ نے یہ حکم اس کے فضائل کی وجہ سے دیا ہے۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ اس میں نماز پڑھنا عمرہ کے برابر ہے اور اس میں دو رکعت پڑھ لینا مسجد اقصیٰ میں ہزار رکعت پڑھنے سے افضل ہے حضور ﷺ کا اس مسجد کی طرف سوار و پیدل سفر کرنا اور عمر رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ اگر یہ مسجد کسی سمت سے اطراف زمین کے ہوتی تو افسوس ہے ان اونٹوں پر جو اس کی طلب میں ہلاک نہ ہوتے۔ ان فضائل کا خیال کرتے ہوئے حضرت عبداللہ نے سمجھا کہ گویا یہ مسجد بھی مقصود برکت کے اعتبار سے مساجد ثلاثہ کے حکم میں ہے اور سفر و شدرحال کے اختیار کرنے۔ کے سلسلے میں مساجد ثلاثہ کے مذکورہ حکم میں اس مسجد کا ذکر نہ کرنا اکتفا کرنے کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ مدینہ منورہ سے قریب ہونے کی وجہ سے دوسری جگہ اس کی فضیلت کا

ذکر کیا جا چکا تھا واللہ اعلم۔

جب کوئی آدمی حضرت سید المرسلین کی زیارت کی نذر مان لے تو اس کے پورا کرنے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے لیکن غیر نبی ﷺ کی زیارت کی نذر میں اختلاف ہے سلف صالحین کا سید کائنات کی زیارت کی غرض سے سفر کرنا کثرت سے ثابت ہے اس کے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے زمانہ میں بلال رضی اللہ عنہ موذن کا شام سے مدینہ آنے کا قصہ مشہور ہے۔ ابن عساکر رضی اللہ عنہ ابی درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے ہیں کہ اے بلال رضی اللہ عنہ یہ کیا ظلم ہے کہ کبھی ہماری زیارت کو نہیں آتے اسی وقت بلال رضی اللہ عنہ اپنی سواری کے ذریعہ مدینہ کے قصد سے روانہ ہو گئے۔ جب قبر شریف پر پہنچے تو اشکبار ہو کر عاجزی کے ساتھ روئے نیاز خاک پر رکھا حسن اور حسین رضی اللہ عنہم حجرہ سے باہر نکلے ان کو گود میں لے کر سرو چشم کو چوما تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی دار بقا کو تشریف لے جا چکی تھیں لوگوں نے بلال رضی اللہ عنہ سے اذان سننے کی خواہش کی سب نے مشورہ کیا کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہم فرمائیں تو بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے سے گریز نہ ہو گا ورنہ بلال رضی اللہ عنہ نے رسول خدا ﷺ کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں کہی ہے حتیٰ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد بلال رضی اللہ عنہ سے چاہا تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے اذان پکارا کریں تو بلال رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا تھا کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تم نے مال دے کر مجھے خریدا اور راہ خدا میں آزاد کر دیا یہ سب آپ نے اپنے لئے کیا تھا یا خدا کے لئے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خدا کے لئے کیا تھا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ کو اب بھی خدا ہی کے لئے چھوڑ دو تاکہ میں خود مختار ہوں مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ رسول خدا ﷺ کے بعد کسی دوسرے کے لئے اذان کہوں اس کے بعد شام کو چلے گئے تھے اور وہاں سے زیارت کرنے کو مدینہ منورہ تشریف لائے

کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جب امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ اذان کہیے تو بلال رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت پر جس جگہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کھڑے ہوتے تھے چڑھے جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو لوگوں میں شور مچ گیا گو یا تمام شہر مدینہ حرکت میں آ گیا جب اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ کہا تزلزل بہت زائد ہو گیا ساکنان مدینہ میں گریہ و زاری اور شور بہت زیادہ پیدا ہو گیا جب اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ فرمایا ایک دوسری قیامت قائم ہو گئی کوئی عورت و مرد چھوٹا بڑا مدینہ میں ایسا نہ تھا جو گھر سے باہر نہ نکل آیا ہو اور نہ رویا ہو گویا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت کا دن تازہ ہو گیا کہتے ہیں کہ انتہائی بے چینی اور غم کی وجہ سے اذان کو پورا نہ کر سکے اور اتر آئے رضی اللہ عنہ۔

کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے ملک شام فتح کیا اور بیت المقدس کے باشندوں سے صلح کی اور کعب احبار آ کر مشرف باسلام ہوئے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان کے اسلام سے بے انتہاء مسرت ہوئی واپسی کے وقت ان سے فرمایا کہ اے کعب اگر چاہو تو ہمارے ساتھ مدینہ چلو اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لو۔ کعب احبار نے کہا بہت خوب اے امیر المومنین میں ایسا ہی کروں گا مدینہ منورہ میں آنے کے بعد سب سے پہلا کام جو امیر المومنین نے کیا وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام تھا۔

عبدالرزاق نے صحیح سندوں سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جب سفر سے واپس آتے تھے تو پہلے قبر انور پر پہنچتے اور کہتے السلام و علیک یا رسول اللّٰہ السلام علیک یا ابابکر السلام علیک یا اتباہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی موطا میں بھی یہ روایت موجود ہے ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نافع سے دریافت کیا کہ کیا تم نے یہ دیکھا تھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ قبر شریف پر سلام کرتے تھے انھوں نے کہا کہ ہاں میں نے دیکھا اور سو بار سے زیادہ دیکھا کہ قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر کہتے تھے السلام علی النبی السلام علی

ابا بکر السلام علی ابی مسند امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا سنت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر قبلہ کی جانب سے آئے اور قبلہ کی طرف پشت کر کے کہے السلام علیک ایھا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بیان کرتے ہیں کہ مروان بن الحکم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا روئے نیاز قبر شریف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھے ہوئے تھا مروان نے اس کی گردن پکڑ کر کہا کہ تو جانتا ہے جس فعل کا تو مرتکب ہو رہا ہے یہ کیسا ہے؟ اس نے کہا خبردار مجھے چھوڑ دے میں نے اپنا چہرہ پتھر پر نہیں رکھا ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت پر رکھا ہے۔ اور کہنے لگا کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ دین پر اس وقت رونا چاہیے جس وقت ولایت نااہل کو پہنچے۔ اللہ اس کہنے والے سے راضی ہو۔

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ملک شام سے مدینہ منورہ کو قاصد بھیجا کرتے تھے تا کہ ان کا سلام رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں عرض کرے ان کا یہ فعل تابعین کے وسط زمانہ میں تھا اس خبر کی روایت مشہور ہے اور حسن ابن حسن رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک قوم کو قبر شریف کے گرد کھڑے ہوئے دیکھ کر حسن نے ان کو منع کیا اور کہا رسول خدا نے فرمایا ہے میری قبر کو عید مت بناؤ اور اپنے مکانوں کو قبرستان نہ کرو۔ جہاں کہیں تم ہو مجھ پر درود بھیجو یقیناً تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے۔

زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا وہ اس کھڑکی سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے نزدیک تھی آتا تھا اور دعا کرتا تھا آپ نے اس کو منع کیا اسی حدیث کے مضمون کو اس کے اوپر پڑھا ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ سہل بن سہیل کہتے ہیں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کو آیا اس وقت حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

کے گھر میں شام کا کھانا نوش جان فرما رہے تھے مجھ کو اپنے پاس بلایا چونکہ مجھے کھانے کی خواہش کم تھی اس لئے کھانے میں شامل نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ قبر پر کیوں کھڑے ہو سلام کرو اور چلے جاؤ پھر کہا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تتخذوا قبری عیدا الحدیث ترجمہ (فرمایا نبی ﷺ نے کہ میری قبر کو عید مت بناؤ اور فرمایا کہ تم اور باشندگان اندلس نزدیکی میں برابر ہو اسی طرح کی روایت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بھی آئی ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ شخص جن کو ان اماماں دین نے منع کیا ہے حد اعتدال سے گزر گئے ہوں گے یا تکلف اور بناوٹ کی علامات ان میں مشاہدہ فرمائی ہوں گی یا ان حضرات کا مقصد تنبیہہ اور تعلیم اس بات کی رہی ہو گی کہ حضور باطنی میں قرب و بعد دونوں برابر ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے بیت

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست
می بینمت عیاں و دعامی فرستمت

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ قبر شریف کے نزدیک دیر تک کھڑا ہونا مکروہ ہے خاص کر اہل مدینہ کے لئے ورنہ اصل زیارت اور قبر شریف کی حاضری رسول اللہ ﷺ کے دربار میں ٹھہرنے کے مترادف ہے جس سے انکار کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے کہ ائمہ اہل بیت سلام اللہ علیہم اجمعین سے روایات صحیح آئی ہیں کہ جب یہ حضرات حضور ﷺ کے سلام کو حاضر ہوتے تھے تو اس ستون کے قریب جو روضہ شریف کے متصل ہے کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے اور فرماتے تھے کہ یہ رسول خدا ﷺ کے سر کی جگہ ہے۔

مطری کہتے ہیں کہ حجرہ شریف کو مسجد میں داخل کئے جانے سے پہلے بزرگوں کا یہی طریقہ تھا اور اب کھڑے ہونے کی جگہ چاندی کی میخ کے مقابل میں ہے جو حضور ﷺ کے چہرہ انور کے مقابل دیوار سے لگی ہے چنانچہ آداب

زیارت کے بیان میں ان شاء اللہ اس کا ذکر آئے گا حضور ﷺ کے فرمان لا تجعلوا قبری عیدا کے متعلق حافظ منذری کہتے ہیں احتمال ہے کہ آپ کی مراد قبر شریف کی کثرت زیارت پر برا نگیختہ کرنا ہو اور اس بات کی جانب اشارہ ہو کہ حضور ﷺ کی زیارت عید کی طرح مت بناؤ کہ ہر سال میں ایک دو مرتبہ سے زائد نہ آؤ اور لا تجعلوا بیوتکم قبورا سے مراد مکانوں میں نماز ترک کرنا ہے اور مکانوں کو مثل قبور کے بنا دینا ہے یعنی مثل مردوں کے پڑے رہیں اور کوئی اطاعت و عبادت نہ کریں لہٰذا اس حدیث کو ان معنی پر محمول کرنا مناسب ہے اور سبکی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد زیارت کے لئے تعین وقت کی ممانعت ہے جیسا کہ عید کے لئے وقت مقرر ہے بلکہ تمام سال اور پوری زندگی زیارت کا وقت ہے یا عید سے تشبیہ دینے کا یہ مقصد رہا ہو گا کہ اس میں زینت و آرائش اور اجتماع سے پرہیز کیا جائے جیسا کہ عید میں رسم ہے بلکہ چاہیے کہ زیارت سلام اور دعا ہی اکتفاء انتہی اس بات سے یہ لازم نہیں آتا کہ مرقد شریف پر بصفت سکون و وقار شوق و محبت اور ادب و انکسار کے ساتھ حاضر ہونے اور دعا مانگنے اور کثرت زاری اور التجاء کرنے میں کوئی کراہت ہو واللہ اعلم۔

فصل

حضور ﷺ کی جناب میں توسل و استغاثہ اور استمداد انبیاء و مرسلین و متقدمین اور متاخرین بزرگوں کا فعل ہے خواہ یہ آپ کے عالم وجود میں آنے سے پہلے ہو یا اس کے بعد حیات دنیویہ ہو یا عالم برزخ خواہ میدان قیامت ہو کہ جس دن انبیائے مرسلین کو دم مارنے کی جگہ نہ ہو گی اس وقت حضور ﷺ ہی باب شفاعت کو کھلوا کر اولین و آخرین کو نعمت کے دریاؤں اور رحمت کے انوار سے مستفیض فرمائیں گے۔ اور حضور ﷺ سے استمداد حاصل کرنے میں ان چاروں مقامات کے لئے بہت سی خبریں اور آثار وارد

ہوئے ہیں اول توسل جو آپ کے عالم وجود میں آنے سے پہلے ہے ان احادیث اور اخبار کے جو اس کے متعلق آئی ہیں ایک حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہے علمائے حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے کہ جب آدم صفی اللہ سے خطا سرزد ہوئی تو توبہ کے لئے کہا یا رب اسالک بحق محمد ان تغفرلی ترجمہ (اے میرے رب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بطفیل محمد ﷺ کے کہ مجھ کو بخش دے) مجیب الدعوات کے دربار سے فرمان آیا کہ تم نے محمد ﷺ کو کس طرح پہچانا حالانکہ میں نے ابھی ان کے جوہر روح کو صدف جسمانیت میں نہیں رکھا ہے آدم نے کہا کہ اے پروردگار تو جانتا ہے جس روز مجھے تو نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور میرے قالب بشری میں روح علوی پھونکی تو میں نے سر اٹھایا عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اس دن سے میں نے پہچان لیا کہ وہ تیرے ایک بندے ہیں اور تیرے نزدیک کل مخلوقات سے محبوب ترین اور تیرے دربار کے مقرب ترین ہیں حکم آیا کہ جب تم نے ان کو میرے دربار میں وسیلہ مغفرت ٹھہرایا ہے تو میں نے تمہارے گناہ معاف کر دیئے۔ اے آدم اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو تم کو بھی نہ پیدا کرتا۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جو کلمات آدم صفی اللہ نے دربار خداوندی سے سیکھے تھے اور ان کی توبہ و مغفرت کا ذریعہ ہوئے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فتلقی ادم من ربہ کلمات فتاب علیہ ترجمہ (بس سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے چند کلمات پس رجوع کیا اس پر) وہ کلمات یہ تھے الٰہی بحرمت محمد و الہ غفرلی سبکی کہتے ہیں کہ جب اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے باوجودیکہ یہ فعل انسانی ہے جو کوتاہی اور قصور کے ساتھ موصوف ہے اور دربار خداوندی میں مقبول ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ کو سفارش میں لانا جو اللہ کے محبوب اور محب ہیں بطریق اولی جائز ہے۔

دوسری قسم حضور ﷺ سے توسل حیات دنیوی میں اتنا زیادہ ہے کہ شمار میں نہیں آ سکتا حدیث میں ہے کہ ایک نابینا آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے کہ خداوند تعالیٰ مجھ کو عافیت میسر کرے آپ نے فرمایا اگر تو بینائی چاہتا ہے تو میں خداوند کریم سے دعا کروں کہ تو بینا ہو جائے اور آخرت کا اجر چاہتا ہے تو صبر کر اور یہ تیرے لئے بہتر ہے نابینا نے کہا آپ دعا کیجئے آپ نے فرمایا اچھا وضو کر لے اور یہ دعا پڑھ اللھم انی اسالک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمنہ یا محمد انی تو جھت بک الی ربی فی حاجتی ھذا التقضی لی اللھم شفعہ فی ترجمہ (اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری جانب توجہ کرتا ہوں بطفیل تیرے محمد ﷺ کے جو رحمت کے نبی ہیں اے محمد ﷺ میں متوجہ ہوا بطفیل آپ کے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں جو یہ ہے تاکہ پوری ہو جائے حاجت میری اے اللہ شفیع بنا تو ان کو میرے متعلق) ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور بیہقی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے اس حدیث کے آخر میں اتنی عبارت کا اضافہ کیا ہے فقام و قد البصر وفی روایۃ ففعل الرجل فبراء ترجمہ (بس وہ شخص کھڑا ہوا اور بینا ہو گیا ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے ایسا کیا اور اچھا ہو گیا) حاجت مندوں کا حضور ﷺ کے توسل اور استمداد سے کشادگی رزق حصول اولاد اور نزول بارش چاہنا اور اس میں کامران و شادکام ہونا بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔

تیسری قسم توجہ اور استمداد و توسل آپ کی وفات کے بعد اس میں بھی حدیثیں وارد ہیں طبرانی نے معجم کبیر میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کا کوئی کام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے تھا اور وہ پورا نہ ہوتا تھا عثمان بن عفان قطعاً اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے اس شخص نے اپنا قصہ عثمان بن حنیف سے بیان کیا اور اس کی تدبیر دریافت کی آپ نے کہا

وضو کر اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ پھر اس دعا کو پڑھ مترجم (دعا کو مع ترجمہ کے نابینا کے قصہ میں لکھا چکا ہوں) اس کے بعد اپنا مقصد عرض کر وہ شخص گیا اور ان کے کہنے پر عمل کیا اس کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر آیا آپ کا دربان آیا اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا آپ نے اس شخص کو اپنے مخصوص بستر پر بٹھا لیا اور حاجت دریافت کی جو کچھ اس کی حاجت تھی آپ نے پوری کر دی پھر فرمایا کہ اس کے بعد جو کام تمہارا ہوا کرے مجھ سے کہا کرو تاکہ میں پورا کر دیا کروں - وہ شخص عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے خوش ہو کر نکلا اور عثمان بن حنیف کے پاس آ کر کہنے لگا کہ آپ کو اللہ جزائے خیر دے شاید تم نے عثمان رضی اللہ عنہ سے میرے کام کے متعلق کچھ کہا ہو تب ہی تو وہ اس طرح پیش آئے اس سے پہلے تو کبھی میری طرف توجہ نہیں کرتے تھے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے ان سے کچھ نہیں کہا سوائے اس کے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ ایک نابینا آپ کے پاس آیا اور بینا ہونے کی درخواست کی (پوری حدیث پہلے والی بیان کر دی) اس سے میں نے سمجھ لیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل مقاصد کے پورا ہونے کا ذریعہ ہے قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب شفا میں بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر خلیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مناظرہ ہو گیا ابو جعفر نے دوران کلام میں آواز بلند کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اے امیر المومنین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب میں ایک قوم کو ادب سکھاتے ہیں اور فرماتے ہیں لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الایۃ ترجمہ (اپنی آوازیں اونچی نہ کرو غیب بتانے والے نبی کو آواز سے آخر آیت تک) اور ایک قوم کی مدح فرماتے ہیں الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی ترجمہ (جو لوگ کہ پست کرتے

ہیں اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک وہی وہ لوگ ہیں کہ آزمائش کی اللہ نے ان کے دلوں کے واسطے تقوے کے) خوب سمجھ رکھو کہ پیغمبر خدا ﷺ کی حرمت وفات کے بعد بھی مثل اس حرمت کے ہے جیسی آپ کی حیات میں تھی خلیفہ پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے سے رقت کی حالت طاری ہو گئی اور بہت زیادہ انکساری استعمال کی کہنے لگا کہ اے ابو عبداللہ دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کس لئے پیغمبر سے منہ پھیرتا ہے حالانکہ وہ وسیلہ تیرے اور تیرے باپ آدم صفی اللہ کے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے نزدیک استقبال پیغمبر کی طرف کرو اور ان سے شفاعت طلب کرو تاکہ وہ تمہارے شفیع ہو جائیں۔

آداب زیارت کے باب میں حضور ﷺ کی طرف استقبال کرنے کا استحباب اور آپ سے توسل اور آپ کے دربار میں دعا۔ انتہائی ادب کا لحاظ رکھنا ان شاء اللہ مذکور ہو گا فاطمہ بنت اسد ام علی بن ابی طالب کی قبر کے تذکرہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ ان کی قبر پر آئے اور فرمایا بحق بنبیک والا نبیاء الذین من قبلی ترجمہ(بطفیل تیرے نبی اور ان نبیوں کے جو مجھ سے پہلے تھے) اس حدیث میں دونوں حالت میں توسل کی دلیل موجود ہے باعتبار حضور ﷺ حالت حیات میں اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے وفات کے بعد جب دیگر انبیاء علیہم السلام سے وفات کے بعد توسل جائز ہے تو سید الانبیاء ﷺ سے بطریق اولیٰ جائز ہو گا بلکہ اگر اس حدیث سے اولیاء اللہ سے توسل بعد وفات کے قیاس کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے جب تک کہ کوئی دلیل حضرت انبیاء علیہم السلام کے خصوصیت پر قائم نہ ہو اور خصوصیت کی کوئی دلیل نہیں ہے واللہ اعلم۔

ابن ابی شیبہ صحیح سند سے بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑا ایک مرتبہ قبر شریف نبوی پر آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ

استسق لا متک فانهم قد هلکوا ترجمہ (آپ اپنی اُمت کے لئے اللہ سے پانی طلب کیجئے بے شک لوگ ہلاک ہو گئے) حضور ﷺ اس شخص کے پاس خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ جاؤ عمر کو خوش خبری دو کہ بارش ہو گی یہ طریق طلب دعا کا ہے حضور ﷺ کا اپنے پروردگار سے دعا کرنا تاکہ یہ حاجت پوری ہو جائے۔ جس طرح حالت حیات میں تھا جیسا کہ مضمون دعائے مذکورہ بالا سے ظاہر ہے ابن جوزی نے روایت کی ہے کہ ایک زمانہ میں اہل مدینہ سخت قحط زدہ ہوئے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے پاس چلو اور اس میں ایک کھڑکی آسمان کی طرف کھولو تاکہ آپ کی قبر اور آسمان میں کوئی حجاب نہ رہے۔ ان لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حکم سے ایسا ہی کیا بہت بارش ہوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کھڑکی کھولنے کے متعلق حکم کرنے میں ایک راز واضح ہے مطلوب کے لئے کھڑکی کھولنا اور حضور ﷺ کا دربار رب العالمین میں دعا و سوال کرنا اور اسی قبیل سے سائل کا سوال حضور ﷺ کے دربار سے ہے اسالک مرافقتک فی الجنۃ یعنی میں سوال کرتا آپ کے دربار سے کہ آپ اپنے پروردگار سے درخواست کریں تاکہ مجھے آپ کی صحبت کی سعادت سے جنت میں مشرف کرے۔

چوتھی قسم میدان قیامت میں شفاعت کے لئے سرور انبیاء کا توسل پکڑنا اس مسئلہ کے متعلق متواتر حدیثیں ہیں اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان نیک لوگوں کا توسل بھی پکڑا جا سکتا ہے۔ جن کا حضور ﷺ کے دربار سے کسی قسم کا تعلق ہے اس کے متعلق بھی بہت سی احادیث ہیں چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے استسقا کرنے کا قصہ اس کی تائید کرتا ہے صحیح حدیث میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط سالی ہوتی تھی تو عمر رضی اللہ عنہ استسقا میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا توسل پکڑتے تھے اور کہتے تھے کہ اے

اللہ اس سے پہلے جب قحط سالی ہوتی تھی تو ہم تیرے پیغمبر کا توسل پکڑتے تھے اور تو پانی برساتا تھا اب تیرے پیغمبر کے چچا کا توسل پکڑتے ہیں لہٰذا ہمارے اوپر پانی برسا ایک اور روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کہتے اے خدا ہم تیرے پیغمبر کے چچا کے ذریعہ استسقا کر رہے ہیں اور ہم ان کے بڑھاپے کو شفیع بناتے ہیں۔ پھر عباس رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہتے کہ خداوندا! یہ قوم میری طرف متوجہ ہوئی ہے بہ سبب اس تعلق کے جو مجھ کو تیرے پیغمبر سے ہے اے خدا! مجھ کو ان کے سامنے شرمندہ مت کر اسی مضمون کو عباس بن عقبہ بن ابی لہب نے کہا ہے کہ اللہ نے میرے چچا کے ذریعہ سے حجاز اور اس کے باشندوں کو سیراب کیا اور یہ ان ایام میں ہوا جب کہ انہوں نے اپنے بڑھاپے کے ذریعہ استسقا کیا تھا۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد منور کے نزدیک استغاثہ اور استبداد طلب کرنے کے بعد مقصد کا پورا ہو جانا اس کے متعلق بھی بہت سے آثار آئے ہیں محمد بن المنکدر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس اسی دینار امانت رکھے اور اجازت دی کہ اگر تم کو ضرورت پڑے تو اس میں سے خرچ بھی کر لینا یہ کہہ کر جہاد کو چلا گیا میرے والد ضرورت کے وقت میں سے خرچ کرتے تھے۔ جب وہ شخص واپس آیا اپنی رقم کو طلب کیا میرے والد ادا کرنے سے قاصر رہے اور اس سے کہا کہ کل آنا تب جواب دوں گا۔ اب میرے والد نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رات گزاری تھوڑی دیر حضور میں اور تھوڑی دیر منبر کے سامنے فریاد کی یکایک رات کی تاریکی میں ایک شخص ظاہر ہوا اور اسی دینار کی ایک تھیلی والد کے ہاتھ میں تھما دی صبح کے وقت والد نے جس کی امانت اپنے پاس رکھی تھی اس کو بلا کر دے دی اور مطالبہ کی زحمت سے نجات پائی۔

امام ابوبکر بن مقری کہتے ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابو الشیخ تینوں حرم مصطفوی ﷺ میں تھے کہ بھوک نے غلبہ کیا اور دو روز اسی حالت میں گزر گئے جب عشاء کا وقت آیا میں قبر شریف کے سامنے گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ الجوع یہ کلمہ کہہ کر میں واپس آگیا میں اور ابو الشیخ سو گئے طبرانی بیٹھے ہوئے کسی چیز کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص علوی آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا اس کے ساتھ دو غلام تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں زنبیل اور اس میں مع کھجور بہت سے کھانے تھے انہوں نے ہم سب کے ساتھ بیٹھ کر کھایا اور جتنا باقی بچا اس کو بھی ہمارے پاس چھوڑ گیا اور کہا اے لوگو شاید تم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کی ہے۔ میں نے اسی وقت حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے فرماتے ہیں۔ تم ان لوگوں کے لئے کھانا حاضر کرو۔ ابن الجلا کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا۔ ابھی مجھ پر ایک دو فاقے گزرے تھے کہ میں نے قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر عرض کیا کہ انا ضیفک یا رسول اللّٰہ۔ ترجمہ:۔(یارسول اللہ میں آپ کا مہمان ہوں) پھر میں سو گیا۔ پیغمبر خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو ایک روٹی دی۔ آدھی میں نے خواب میں ہی کھالی۔ جب بیدار ہوا تو بقیہ نصف روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

ابوبکر اقطع کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا اور مجھے پانچ دن گزر گئے کہ غذا نہیں چکھی تھی۔ چھٹے دن قبر شریف پر جاکر عرض کیا (یا رسول اللہ میں آپ کا مہمان ہوں) اس کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لائے حضرت ابوبکر داہنی جانب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بائیں طرف علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آگے تھے مجھ سے کہتے ہیں کہ اٹھو رسول خدا تشریف لے آئے۔ میں آگے بڑھا اور آپ کے دونوں ابروؤں کے درمیان میں نے بوسہ دیا۔ آپ نے مجھ کو ایک روٹی دی۔ میں نے کھالی۔ جب بیدار ہوا تو ایک ٹکڑا روٹی کا میرے ہاتھ میں بچا ہوا تھا۔

احمد بن محمد صوفی کہتے ہیں کہ میں تین مہینے تک جنگل میں پھرتا رہا میرے بدن کی کھال پھٹ گئی تھی۔ میں مدینہ آیا۔ حضور ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر سلام عرض کرکے سوگیا۔ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں لے احمد تو آگیا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا (یارسول اللہ ﷺ میں بھوکا ہوں اور آپ کا مہمان ہوں) فرمایا کہ ہاتھ کھول۔ میں نے ہاتھ پھیلا دیا۔ آپ نے چند درہم میرے ہاتھ میں دے دیئے۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ درہم میرے ہاتھ میں تھے۔ میں بازار گیا۔ گرم روٹی اور فالودہ خریدا پھر جنگل کو چلا گیا۔

اسی طرح کی اور بہت سی حکایتیں ہیں۔ اکثر حکایتیں مشائخ صوفیا سے منقول ہیں جو محرم اسرار اور مقرب دربار رسالت ہیں اور اکثر حکایتیں جو مہمانی یا کھلانے سے تعلق رکھتی ہیں ان میں خود حضور ﷺ بہ نفس نفیس ان کے متکفل ہوئے ہیں یا کسی اہل بیت کرام کو حکم فرمایا ہے لیکن کسی بیگانے کے گھر نہیں بھیجا اور یہی کرم کا تقاضا ہے۔ بیت

اگر خیریت دنیا و عقبے آرزو داری   بدرگاہش بیاو ہرچہ میخواہی تمنا کن

تتمہ

یہ چار مقام جو توسل اور استمداد حضرت سید العباد ﷺ سے واقع ہیں۔ مقام اول یعنی آپ کی روح مقدس کا توسل جو عالم جسمانیت میں آنے سے پہلے آپ ہی کی جناب کے ساتھ مخصوص ہے۔ کسی نبی یا ولی کو اس منقبت عظمٰی میں کوئی مشارکت نہیں ہے۔ حضور ﷺ کے علاوہ نص کا نہ آنا خصوصیت کے لئے کافی ہے۔ لیکن حضور ﷺ سے توسل حیات دنیوی میں ظاہر ہے۔ یہ صرف حضور ﷺ ہی کی خصوصیات میں سے نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے بعض متبعین کے لئے بھی ثابت ہے۔ ان حضرات کو شرف متابعت اور قربت حاصل ہے۔ جیسے کہ آپ کے آل و اصحاب اور اولیائے امت

رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان حضرات کی کرامت اور تصرف کا اس عالم میں ظاہر ہو جانا جو ان افراد کا ایک فرد ہے۔ ہمارے مدعا کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا استسقاء کے واقعہ میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے توسل پکڑنا ثابت ہے۔ جمیع علما میں سے کسی کو بھی اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح سے انبیاء و اولیاء اور صالحین امت سے آخرت کے دن کے لئے توسل اور استمداد بوسیلہ شفاعت جائز ہے۔ جس طرح سے عقائد کی کتب میں مذکور ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عالم برزخ کی برکت اور توسل کے مخصوص ہونے میں تردد ہے اور بظاہر تو یہ غیروں کے ساتھ یعنی اولیاء اللہ اور صلحائے امت سے بھی جائز معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ بوجہ عموم جواز توسل انہیں یہ مرتبہ اس لئے ملا ہے کہ وہ حالت حیات میں مع بقائے روح میت اور شعور و ادراک اور قرب کی وجہ سے اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ پر فائز ہیں اور یہ بلند مرتبہ ایمان' عمل صالح اور بشرف اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حاصل ہوا ہے۔ توسل اور استمداد کی بس اتنی سی حقیقت ہے کہ جناب باری سے اس محبت اور کرم کے واسطے میں جو اللہ تعالیٰ اس بندہ خاص سے رکھتے ہیں۔ سوال اور دعا کی جائے اور اس روحانیت کی وجہ سے جو اس بندہ خاص کو اللہ رب العزت کے دربار میں قربت اور کرامت حاصل ہے' ہم توسل اور استمداد طلب کرتے ہیں اور اس میں صریح نص کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بہ سبب بقائے ذات متوسل کے بخلاف مقام اول کہ وہاں پر نص کا نہ ہونا امتناع کے لئے کافی ہے۔ ہاں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی خصوصیت پر دلیل قطعی مل جائے تو خصوصیت کا منع کرنا ٹھیک ہوگا۔ ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ کسی غیر معصوم شخص کے لئے ایمان پر مرنا اور قرب الٰہی کا حاصل ہونا یقینی نہیں ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ ان حضرات کی بقا ان لوگوں میں خصوصاً و عموماً یقینی ہے جو ان

باتوں کی خوش خبری دے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے نقلیں اور کثیر خبریں ان بڑے بڑے مشائخ سے آئی ہیں جو صاحب کشف اور عالم مثال کے محرم راز ہیں اور یہ نقول اور اخبار شبہات کی قاطع نہیں۔ لیکن بعض فقہاء کو اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ولکن الحق حق ان تیبع واللہ اعلم

سولھواں باب

آداب زیارت، مدینہ منورہ میں اقامت کے بعد وطن واپسی کے بیان میں

جب کہ زیارت کا قصد ایک مخصوص اور متبرک سفر ہے تو یقیناً جو آداب اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض محض سفر ہی سے وابستہ ہیں جیسے استخارہ و تجدید توبہ و رد مظالم اور اصحاب حقوق کو خوش کرنا۔ اہل و عیال کا نفقہ۔ سامان سفر و طلب رفیق اور دوستوں کو رخصت کرنا۔ ان دعاؤں کا پڑھنا جو وقت سفر اور سواری پر ہوتے اور اترتے وقت مسنون ہیں اور تمام وہ آداب جو ابتدائے سفر اور وسط راستے میں مقصد کے پہنچنے تک اور وطن کی واپسی تک مستحب و مسنون ہیں ان سب کو کتاب آداب الصالحین میں جو امام غزالی کی احیاء العلوم کے ایک چوتھائی کا ترجمہ ہے ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ باتیں جو اس سفر مبارک سے مخصوص ہیں۔ ذکر کی جائیں گی۔ ان آداب کے کہ جن کی رعایت بہت ہی اہم و اقدم ہے۔ وہ اخلاص نیت ہے کہ تمام افعال و اعمال کا اسی پر دار و مدار ہے۔ حدیث فمن کانت ھجرتہ الی اللہ و رسولہ فھجرتہ الی اللہ و رسولہ۔ رسول خدا ﷺ کے زیارت کی نیت تقرب الی اللہ ہے اور کون سا تقرب و توسل حبیب رب العالمین سید المرسلین ﷺ کے دربار میں پہنچنے سے بڑھ کر ہو گا۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔ وان الذین یبایعونہ وانما یبایعون اللّٰہ۔ ترجمہ:۔(جس شخص نے کہ رسول

کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ سرور کائنات ﷺ کی زیارت کے ساتھ مسجد شریف کا قصد بھی ملحوظ رکھیں کیونکہ یہ بھی مستحب ہے جیساکہ ابن صلاح اور نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے اس لئے کہ اس مسجد شریف کی طرف قصداً سفر کرنے اور نماز پڑھنے کی متعلق احادیث بکثرت آئی ہیں۔ شیخ الحنفیہ کمال الدین الہمام نے بھی اپنے مشائخ سے ایسا ہی نقل کیا ہے لیکن اس کے بعد لکھتے ہیں کہ زیارت ہی کی نیت کرنا اولیٰ ہے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد جب زیارت حاصل ہو جائے تو زیارت مسجد کی نیت کرے یا کسی دوسرے سفر میں دونوں نیتیں بجا علیحدہ
لائے اس لئے کہ اس صورت میں زیارت کی تعظیم بہت زیادہ ہے اور ان کا قول جناب رسول اللہ ﷺ کے قول کے موافق ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔ لا تعمله حاجة الا زیارتی ترجمہ(کہ نہ لائی ہو اس کو کوئی حاجت سوائے میری زیارت کے) حق یہ ہے کہ مسجد کے نزدیک کے تبرک کی نیت کے ساتھ ہی زیارت کی نیت منافی نہیں ہے کیونکہ مسجد کی نیت کرنا اور اس سے برکت حاصل کرنا اس میں حضور ﷺ کے حکم کی فرماں برداری کی وجہ سے نماز ادا کرنا عین ملاحظہ اور مشاہدہ آپ کی نسبت کا ہونے کے علاوہ ان حاجتوں کے ہے جو سعادت اور شفاعت کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ یہ نیت بھی انہیں میں سے ہے بلکہ زیارت کے متممات سے ہے جس قدر جلد ممکن ہو مسجد شریف کے اعتکاف کی نیت کرے اگرچہ ایک ہی ساعت کی ہو اور نیک باتوں کی تعلیم و تعلم و ذکر الٰہی حضور ﷺ پر کثرت سے صلوٰۃ و سلام اور ختم قرآن میں مشغول رہے اگر مدینہ منورہ پہنچنے سے اس کی نیت کرے تو بغیر شبہ نیت کی جزا اور اس کا ثواب پائے گا مستحباب کے یہ ہے کہ اس راستہ کے چلنے میں ہمیشہ شوق اور حضور ﷺ کی زیارت کا کثرت سے اشتیاق اور اس

دربار عالی میں پہنچنے کی تمنا سعادت کے حاصل کرنے کا مشاہدہ اور حضور ﷺ کا دیدار و دریائے محبت کے استغراق میں خوش رہے۔ بغیر رنج کے اور بغیر سستی کے چست اور ہشاش بشاش رہے دائم الحضور ہر وقت اچھے اخلاق میں مستغرق رہے کثرت سے نیک کام کرے ادب کا لحاظ رکھے۔ اطاعت زیادہ کرے روحانیت غالب ہو نورانیت ظاہر ہو شوق و ذوق خوشی و سرور اور ذکر حضور چمک و نور انوار محمدی کے انعکاس کے لئے آمادہ رہے اور اسرار احدی کے قبول کے لئے تیار رہے اور مستحبات کے یہ ہے کہ راستہ میں اکثر اوقات بلکہ ہر وقت سوائے ادائے فرائض اور فراغت ضروریات کے حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کے ساتھ بصفت شوق اور حضور و طہارت و لطافت کے مشغول رہے مع رعایت شرائط آداب جو خاتمہ کتاب میں مذکور ہوں گے اس لئے کہ سب سے قریب راستہ اور قوی بذریعہ اس مسئلہ کے متعلق یہی ہے یقیناً قریب ہی یا کچھ روز کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے جمال دیدار سے فیض یاب ہو گا خاص کر وہ اوقات کہ جن میں امید کی گئی ہے اور وہ حالات جو متبرکہ ہیں مثل صبح نماز کے بعد خصوصاً مدینہ منورہ کے قریب اور مقامات مقدسہ کے نزدیک حدیث میں ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک جماعت فرشتوں کی پیدا کی ہے جو قاصدین زیارت کے تحفہ درود کو دربار نبوی ﷺ میں پہنچاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ فلاں بن فلاں زیارت کو آتا ہے اور یہ تحفہ آپ کیلئے بھیجتا ہے اس سے بڑھ کر کون سی سعادت ہو گی کہ اس کا اور اس کے باپ کا نام حضور پر نور سید المرسلین ﷺ کی مجلس میں لیا جائے منجملہ ان مستحباب کے یہ ہے کہ تمام مساجد نبویہ ﷺ کی زیارت اور آثار محمدیہ ﷺ کی تلاش جو راستہ میں واقع ہیں اور مساجد ماثورہ کے بیان میں گزر چکے غنیمت سمجھے جب حرم شریف طیبہ مطیبہ کے قریب پہنچے اور وہاں کے مکانات و نشانات و ٹیلوں کو دیکھے تو وظیفہ و خضوع و خشوع و آداب گریہ و زاری کی تجدید کرے وہاں پر

پہنچنے سے خوش ہو حدیث میں آیا ہے کہ جب مدینہ طیبہ کا زائر قریب پہنچتا ہے تو رحمت کے فرشتے تحفے لے کر اس کے استقبال کو آتے ہیں اور طرح طرح کے بشارات سے شامل حال ہوتے ہیں نورانی طبق اس کے اوپر نثار کرتے ہیں۔ منزل مقصود کے قریب ہونے پر ایسا تصور کرے کہ گویا سلطان عالم کے دربار میں حاضر ہوا ہوں اور نشانات و پہاڑوں کے دیکھنے سے ایک عظمت اور شوق دل میں پیدا کرے اس باب میں سب سے عمدہ حفاظت قلب اور خشوع باطنی ہے اور تمام اعضاء کو گناہوں سے روکے رکھے جناب رسول خدا ﷺ پر درود کا ورد رکھے دل سے آپ کی عظمت مقام کا لحاظ اور فکر رکھے نہ کہ محض زبانی تعلق بیجا حرکت اعضاء اور شوروغل جیسا کہ عوام کا دستور ہے اس سے باز رہے اگر کمال مراقبہ حاصل نہ ہو تو خضوع ظاہری اور تکلف سے اچھوں کی مشابہت کو نہ چھوڑے کہ یہ حالت بھی تھوڑے سے استقلال اور استقامت کے بعد اسی حالت کو پیدا کر دیتی ہے یا اس کے قریب پہنچا دیتی ہے۔ منجملہ مستحبات کے یہ ہے کہ جبل مفرح پر پہنچے تو اگر یہ خوف ہو کہ اس پر چڑھنے سے لوگ اس کے سنت ہونے کا یا اس فعل کے وجوب کا خیال کریں گے یا اپنے ہی نفس کو تکلیف ہو گی یا دوسروں کو ایذا ہو گی تو نہ چڑھے اور اگر دل ان باتوں سے خالی ہے اور جانتا ہے کہ یہ ذریعہ شوق کے زیادہ کا ہے تو منع نہیں ہے بلکہ قاعدے کے موافق اور دلائل کا تقاضا یہ ہے کہ یہ فعل مستحسن ہے یا مستحب یہ کہنا کہ مدینہ منورہ کو دیکھنے کی غرض سے اس پہاڑ پر چڑھنا بدعت غیر حسنہ ہے نہایت بری بات ہے اور تحقیق سے کوسوں دور ہے حبیب کے ٹیلوں کا دیکھنا از دیار شوق کا ایک ذریعہ اور امر محبوب ہے پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جو مشتاق حبیب کی ملاقات کے شوق میں منزلوں کو قطع اور میدانوں کو طے کرتا ہوا سرحد مقصود کے قریب پہنچا ہو دیدار سے پہلے مکانات اور ٹیلوں کے دیکھنے سے صبر کر سکے۔ اپنی عمر پر کس کو بھروسہ ہے

شاید حرم شریف کے میدان میں پہنچنے سے پہلے ہی قاصد اجل پہنچ جائے۔ اور یہ شخص اس کے مشاہدہ سے محروم رہے جب مسجد ذوالحلیفہ میں پہنچے تو ابیار علی کے قریب اترے اور دو رکعت نماز پڑھے بشرطیکہ جان و مال کا خطرہ نہ ہو یہ علی جس کی طرف ابیار منسوب ہے ایک شخص کا نام ہے جو پہلے زمانہ میں تھا اس سے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مراد نہیں ہیں اور اسی طرح وادی فاطمہ سے جو مکہ کے قریب ہے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مراد نہیں ہیں جب مدینہ منورہ اور اس کے قبہ و منارے نظر آئیں تو اس تعظیم کی وجہ سے جو باطن میں موجزن ہے سواری سے اتر پڑے اگر ہو سکے تو مسجد شریف تک پیدل جائے حدیث میں آیا ہے کہ جب عبدالقیس کے وفد کی نظر حضور ﷺ کے جمال پر پڑی تو اونٹ بٹھالنے سے پہلے ہی اپنے کو زمین پر گرا دیا۔ بیت

کو طاقت آنم کو بایں جاذبہ شوق   رخسار ترا بینم و بے تاب نگردم

حضور ﷺ نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا جب حرم مدینہ میں پہنچے تو حضور پر سلام کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم ھذا احرم رسولک فاجعله لی وقایة من النار و امانا من العذاب وسوء الحساب اللھم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی فی زیارة نبیک مارزقته اولیائک واھل طاعتک واغفرلی ورحمنی یا خیر مسؤن اس باب میں حضور ﷺ پر صلوٰے و سلام بھیجنے میں سب سے عمدہ استغراق ظاہری و باطنی ہے اس مقام سے عظمت و جلال کا بھی تصور ہے خوشی اور سرور اس وقت کے لوازمات سے ہے اللہ کا فضل شامل کر کے اس مقام اور قبوں کی زیارت کی وجہ سے شکر گزاری میں بہ باطن مشغول رہے اور مستحب ہے کہ مدینہ میں داخلے کے لئے اچھی طرح سے غسل کرے۔ مسواک کرے عمدہ کپڑے پہنے اگر یہ سفید ہوں تو بہتر ہے کیونکہ حضور ﷺ کے نزدیک سفید کپڑا سب کپڑوں میں پسندیدہ تھا اپنی حالت کو احرام باندھنے کے مقابلے میں بردباری اور زیور وقار

سے سنوارے۔ جیسا کہ بعض عوام جاہل کرتے ہیں پرہیز کرے اس لئے کہ یہ خصوصیات مکہ مکرمہ اور لوازمات حج و عمرہ میں سے ہے اپنے دل میں حضور ﷺ کے شان کی عظمت و بڑائی کا تصور اس شہر میں کرے کیونکہ یہی ظاہری و باطنی خشوع و خضوع کا ذریعہ ہے اپنے دل میں یہ سمجھ لے کہ یہ ایسا مقام ہے جس کو پروردگار نے اپنے حبیب سیدالمرسلین ﷺ کے لئے پسند فرمایا ہے وہ بڑے بڑے فتوحات و برکات جو تمام عالم میں پھیلے ہوئے ہیں ان سب کا سر چشمہ یہی شہر ہے اس خیال سے کہ یہ سر زمین جناب رسول خدا ﷺ کے قدموں سے سرفراز کی ہوئی ہے۔ غافل نہ ہو قدم رکھنے اور اٹھانے میں وہ ہیبت اور سکون جو حضور ﷺ کو لازم رہا کرتی تھی ان سے موصوف رہے اور یہ تصور کرے کہ آپ کا دربار وہ عالی دربار ہے کہ ادنی سی گستاخی اور بے ادبی (مثل شور و غل وغیرہ) بربادی اعمال کا سبب ہو جاتی ہے۔ شہر کے دروازے میں داخل ہوتے وقت کہے بسم اللہ طماء اللہ لا قوۃ الا باللہ رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق و اجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا حسبی اللہ امنت باللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اللھم انی اسائلک بحق السائلین علیک بحق مشائے ھذا الیک فانی لم اخرج بطر اولا اشرا اولا ریاء ولا سمعۃ اخرجت اتقا سخطک و ابتغام ضاتک اسالک ان تبعد نے من النار وان تغفرلی زنوبی انہ لا یغفر الذنوب الا انت اور یہ دعا مسجد میں جاتے وقت اور ہر وقت مستحب ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی مسجد کے راستے میں اس دعا کو پڑھے تو اس کے اوپر ستر ہزار فرشتے مقرر کئے جاتے ہیں جو خاص اسی کے لئے استغفار کرتے ہیں اور رب العزت جل جلالہ اس کی طرف توجہ فرماتا ہے مسجد شریف میں داخل ہونے سے پہلے صدقہ کرے ابتدائے اسلام میں یہ

قاعدہ تھا کہ جو شخص حضور ﷺ سے باتیں کرنا چاہتا تھا اس پر واجب تھا کہ کچھ صدقہ کرے اس کے بعد حضور ﷺ سے کلام کرے۔ چنانچہ آیت کریمہ سے ثابت ہے اذا نا جیتم الرسول فقدموابین یدی بخویکم صدقة ترجمہ (جب کہ تم رسول سے باتیں کرو تو اپنی باتوں سے پہلے صدقہ کرو) کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے اس پر عمل کیا وہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ تھے اس کے بعد اس کا وجوب منسوخ ہو گیا لیکن استحباب جو صدقہ کی مطلق صفت لازمہ سے ہے رہا حضور ﷺ کی زیارت وفات کے بعد آپ کی حیات کا حکم رکھتی ہے مسجد میں حضور ﷺ کی زیارت کے قصد سے آنا تمام چیزوں اور سب کاموں سے مقدم سمجھے کسی دوسرے کام میں مصروف نہ ہو ہاں اگر کوئی ایسی ضرورت ہو کہ اس کے ترک سے دل جمعی حاصل نہ ہو گی تو کوئی نقصان نہیں ہے جب مسجد میں آئے تو اس مکان کی عظمت و شرف اور عزت کے تصرف سے غافل نہ رہے اس کا بھی خیال رہے کہ یہ مقام وحی کے اترنے کی جگہ اور جائے عزت و رحمت ہے یہ مسجد خاتم الانبیاء ﷺ کی ہے اور مقام سیدالمرسلین حبیب رب العالمین ﷺ کا ہے مسجد شریف میں داخل ہوتے وقت تھوڑی دیر ٹھہرے گویا کہ داخلہ کی اجازت طلب کر رہا ہے بعض علماء نے کہا کہ اس کی کچھ اصلیت نہیں ہے واللہ اعلم۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں قدم رکھے اور یہ دعا پڑھے جو ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت مستحب ہے۔ اعوذ باللّٰہ العظیم وبوجہ الکریم و بنورہ القدیم من شیطان الرجیم بسم اللّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ ما شاء اللّٰہ لا قوۃ الا باللّٰہ اللھم صلی علی سیدنا محمد عبدک ورسولک وعلی الہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اللھم وفقنی و اعنی علی کل ما یرضیک ومن علی بحسن الادب السلام علیک ایھا النبی ورحمة وبرکاتہ

السلام علیک و علی عباداللّٰہ الصالحین یہ دعا مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت ترک نہ کرے لیکن نکلتے وقت کے وافتح لی ابواب فضلک لجائے رحمتک واقل کم سے کم اس مسئلہ میں یہ الفاظ کفایت کرتے ہیں اعوذ باللّٰہ بسم اللّٰہ الحمد للّٰہ السلام علی رسول اللّٰہ السلام علیک ایھاالنبی ورحمۃ اللّٰہ برکاتہ اور حدیث مین آیا ہے اذا دخل احد کم المسجد قلیسکم علی النبی صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم ترجمہ (جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو چاہیے کہ نبی ﷺ پر سلام بھیجے) جب مسجد میں داخل ہو تو اس مقام شریف کی نہایت ہی خشوع و خضوع اور سکون و وقار و ہیبت اور تعظیم کے ساتھ داخل ہو مسجد کی زینت وغیرہ سے چشم پوشی کرے اور اعضاء کو بیکار کاموں سے روکے رہے۔ جو خیالات اپنی طرف متوجہ کریں ان کو روکے نہایت ہی ادب کے ساتھ اپنی طاقت کے موافق قیام کرے عظمت محمدی ﷺ اور مشاہدہ دیدہ احمدی ﷺ کا لحاظ رکھے حضور ﷺ کی حیات و موجودگی پر اعتقاد رکھے کہ آپ زائر کی حالتوں کو دیکھ اور اس کی آواز کو سن رہے ہیں اگر کوئی شخص آ جائے کہ جس کی تعظیم اور سلام بجا لانا چاہیے تو حتی الامکان اس سے پرہیز کرے اگر سخت ہی ضرورت ہو تو ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کرے اس کی جانب باطن سے مصروف نہ ہو۔ جب مسجد شریف میں داخل ہو تو نیت اعتکاف کی کرے اگرچہ قیام کی مدت قلیل ہی ہو اس لئے کہ بعض علماء کے مذہب میں اسی طرح درست ہے۔ جو ثواب اور فضیلت حاصل کرنے کے لئے کافی ہے اس ادب کا لحاظ تمام مساجد کے داخلے میں ملحوظ رہے سستی کو بھی دخل نہ دے کیونکہ اگرچہ یہ امر تھوڑا ہے لیکن اس کا اثر بڑا ہے اس کے بعد روضہ اقدس میں آئے اور حضور ﷺ کے مصلے پر کہ اب اس جگہ محراب بنا ہے۔ تھوڑی دور ہٹ کر اس کے واہنی جانب تحیتہ المسجد کی نیت سے دو رکعت نماز ادا کرے اسکی قرات میں

طول نہ کرے فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون اور سورہ اخلاص پر اکتفا کرے اگر مصلی شریف میں جگہ نہ پائے تو حتی الامکان اس مقام کے قریب پڑھ لے اگر فرض نماز کی تکبیر ہو گئی ہو یا فرضوں کے فوت کا خوف ہو تو تحیتہ المسجد ادا نہ کرے اس لئے کہ فرض نماز سے بھی مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ بعد نماز تحیتہ المسجد اللہ تعالیٰ کا شکر و حمد ادا کرے کہ جس نے اس نعمت سے شرف بخشا اور رضا کے حصول و نعمت و مقصود دارین کے وصول کی دعا کرے یقین رکھے کہ یہ ایسا دربار ہے کہ کوئی طالب صادق اور فقیر سائل اس دروازے سے محروم نہیں ہوتا تحیتہ المسجد کو زیارت پر مقدم کرنے استحباب میں علماء کا اختلاف ہے۔

بعض علمائے مالکیہ نے تحیتہ المسجد پر زیارت کی تقدیم کو جائز رکھا ہے اور بعض کہتے ہیں اگر زائر کا گزر چہرہ انور کے مقابلے میں ہو تو زیارت کو مقدم کرنا مستحب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک تحیتہ المسجد کو مقدم کرنا ہر صورت میں مستحب ہے جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سفر سے واپس آیا جب حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا آپ نے دریافت فرمایا مسجد میں جا کر نماز ادا کر لی میں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا کہ مسجد میں جاؤ اور نماز پڑھ کر میرے پاس آؤ پھر سلام کرو یہ اس سلام کے بر خلاف اور علاوہ ہے جو مسجد میں داخلے کے آداب سے تعلق رکھتا ہے اس لئے وہ سلام بالاتفاق تحیتہ المسجد کی دو رکعتوں سے پہلے یا اس کے بعد ہے سجدہ شکر کے جواز میں بھی اختلاف ہے شافعیہ کے نزدیک اگر کوئی نعمت سوائے دائمہ کے حاصل ہو جائے تو سجدہ شکر جائز ہے اور علمائے حنفیہ سے بھی چند روایتیں اس کے جواز کی ہیں حضور ﷺ کے فعل سے بھی منقول ہے واللہ اعلم۔

فصل

تحیتہ المسجد ادا کرنے کے بعد زیارت کی طرف متوجہ ہو اور قبر انور کی طرف اپنا منہ کرے - پھر پروردگار عالم کے دربار سے مدد و استعانت طلب کرے اس مقام کے آداب کی رعایت رکھے کہ بغیر اعانت اور امداد الہی کے اس مقام عالی پر کھڑا ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔ اور جس قدر امکان و طاقت ہو ظاہری و باطنی خشوع و وقار ذلت و انکسار کو نہ چھوڑے سجدہ کرنا اور چہرہ کو خاک آلود کرنا زور سے سلام کرنا۔ جالی شریف کا چومنا وغیرہ نیز اور باتیں جن کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے اور ظاہربین کی نظر میں وہ ادب معلوم ہوتی ہیں ان سب سے پرہیز کرے بلکہ یقین کرے کہ حقیقی ادب اتباع کی رعایت اور حضور ﷺ کے احکام کی فرماں برداری میں ہے جو باتیں اس قسم کی نہیں ہیں وہ محض وہم باطل ہیں اگر کوئی بات غلبہ حال یا ازدیاد شوق سے ظاہر ہو جائے اور لوگوں کی موجودگی میں نہ ہو تو بہتر ہے لیکن علماء کا اس میں بھی کلام ہے تاہم مفتی علیہ اور مختار وہی بات ہے جو ہم نے کہی حضور ﷺ پر سلام کرتے وقت اور آپکے دربار میں حاضری کے وقت دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے جیسا کہ نماز میں کرتے ہیں کرمانی نے جو علمائے حنیفہ میں سے ہیں اس بات کی تشریح کی ہے پشت کو قبلہ کی طرف کرکے اس چاندی کی میخ کے روبرو جو حجرہ شریف کی دیوار میں چہرہ انور کے مقابلہ پر لگا رکھی ہے جھاڑ کے نیچے کھڑا ہو جس مقام پر اب تانبے کی جالی لگی ہوئی ہے پہلے بزرگوں کے کھڑے ہونے کی جگہ (حجرا کو مسجد میں داخل کرنے سے پہلے) یہی مقام تھا قبر انور شریف کے مقابلہ سے اس کا فاصلہ تین چار گز کا ہو گا۔ صالحین سلف کا وقوف اسی حد پر منقول ہے۔

قبر شریف سے اتنے ہی فاصلے پر کھڑا ہونا چاہیے جتنے فاصلے پر آپ کی حالت حیات میں بطریق ادب کھڑا ہونا مناسب تھا اب چونکہ زائرین کا قیام تانبے کی جالی کے باہر ہوتا ہے لہٰذا جالی کے متصل یا اس سے فاصلے پر کھڑا ہو

تو دونوں طرح جائز ہے دل میں یہ خیال کرے کہ حضور ﷺ اس کی حاضری سے مطلع ہیں آواز حد اعتدال میں رہے یعنی نہ بہت بلند ہو نہ بالکل پست شرم و حیا سے موصوف ہو کر سلام عرض کرے۔ السلام علیک ایھا النبی الکریم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تین بار کہے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا سیدالمرسلین السلام علیک یا خاتم النبیین

زیارت کی کتابوں میں جو عبارت لکھی ہوئی ہے یا زیارت کے معلم جو تعلیم کرتے ہیں آخر تک پڑھے۔ بعض بزرگان سلف مثل ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اختصار پسندیدہ ہے اختصار کی مقدار السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضور ﷺ کی زیارت کے لئے آتے تھے تو کہتے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابابکر السلام علیک ابتاہ امام مالک علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ برکاتہ کہے اس مقدار کا اختصار تو غالبا روزانہ کی زیارت کرنے والے کو یا کسی ضرورت یا بوجہ تنگی وقت مثل نماز وغیرہ کے ہو سکتا ہے ورنہ وہ مشتاق کہ جس کا قلب شوق سے اور سینہ عمر بھر کی جدائی سے پر ہے اور بہت ہی مسافتوں کو طے کرکے حبیب کے دربار میں پہنچا ہو کیسے اختصار کر سکتا ہے اکثر علماء کے نزدیک صلوٰۃ و سلام میں دیر کرنا پسندیدہ ہے اس لئے کہ نبی کریم کے دربار میں کھڑا ہونا اور حضور ﷺ سے خطاب کرنا کتنی بڑی سعادت ہے۔ اگر دوستوں میں سے کسی نے حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کی وصیت کی ہو تو کہے السلام علیک یا رسول اللہ من فلاں بن فلاں یا فلاں بن فلاں مسلم علیک یا رسول اللہ جب حضور ﷺ کے سلام سے فارغ ہو تو ایک ہاتھ کی حد تک دائیں جانب ہٹے اور کہے السلام علیک یا ابابکر الصدیق یا صفی رسول اللہ وثانیہ فی الغار جزاک

اللّٰہ عن امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم خیرا السلام علیک و عمر الفاروق الذی اعز اللّٰہ بہ السلام جزاک اللّٰہ عن امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم خیرا اور اگر کسی نے سلام کہلا بھیجا ہے تو کہے السلام علیکم من فلاں بن فلاں پھر اسی پہلی جگہ یعنی چاندی کی میخ کے روبرو آ جائے اور پہلی طرح سے سلام عرض کرے آپ کے توسل و شفاعت اور استعانت میں نہایت ذلت و انکساری اور خشوع و خضوع بجا لائے بزرگان سلف سے منقول ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کی قبر شریف کے نزدیک یہ آیت پڑھے کہ ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اسکے بعد ستر مرتبہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیک یا محمد ﷺ پڑھے تو ایک فرشتہ آسمان سے آواز دیتا ہے صلی اللّٰہ علیک یا فلاں آج کے دن تیری کوئی ایسی حاجت باقی نہیں رہے گی جو پوری نہ ہو بعض علماء فرماتے ہیں چونکہ حضور ﷺ کو نام لے کر پکارنا منع ہے اس لئے اگر صلی اللّٰہ علیک یا رسول اللّٰہ کہے تو اچھا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر یا نبی اللّٰہ کہے تو بہت ہی مناسب ہے بنظم قرآنی اس کے بعد پھر اوپر کی جانب آئے اور قبر شریف انور و استوانہ کے درمیان قبلہ رو اس طرح سے کھڑا ہو کہ حضور ﷺ کے سر کی جانب پیٹھ نہ ہو۔ حمد و ثنا و دعا اور حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام میں مشغول ہو روضہ شریف میں بہ نیت تبرک منبر کے پاس آئے چونکہ منبر آپ کی جائے نشست پر تعمیر کیا گیا ہے لہٰذا دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کیونکہ اس مقام پر دعا قبول ہوتی ہے۔

فصل

مدینہ منورہ میں قیام اور اس کے آداب کا بیان اس شہر محترم میں قیام کو غنیمت سمجھے اور ساری کوشش مسجد کے اعتکاف اور اس کی صحبت میں صرف کرے۔ وہاں کی حاضری میں ہر طرح کا کار خیر و نیکیاں اور صدقات نیز اپنے اوقات کو صوم و صلوٰۃ اور جناب رسول خدا ﷺ پر درود میں مصروف رکھنا

لازم سمجھے عبادت کا مسجد کے اس حصے میں مخصوص رکھنا جو زمانہ نبوت میں تھی بلا شبہ افضل ہے اگر مسجد میں رہے تو حجرہ شریف سے نظر نہ ہٹائے اگر مسجد کے باہر ہو تو قبہ شریف پر نہایت خشوع و خضوع سے نظر رکھے کہ اس کا حکم مستحکم ہونے میں مثل خانہ کعبہ دیکھنے کے ہے جو نورانیت و ذوق قبہ شریف کی طرف شہر سے باہر دیکھنے میں عاشقان مشتاق پاتے ہیں اس کا ادراک انہیں پر موصوف ہے تحریر میں نہیں آ سکتا حتی الامکان اگرچہ ایک ہی رات ہو مسجد شریف میں شب بیداری کرے اس لئے کہ اس رات کی قدر شب قدر سے کم نہیں ہے بلکہ زیادہ ہے اگر اس کے حاصل کرنے میں خدام یا حکام سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت ہو تو انکساری اور کوشش بلیغ کو اپنا شرف سمجھے اس کے عوض میں اس دربار کے خدام سے کوئی سرکشی سرزد نہ ہو تو اس کو اپنی سعادت سمجھے۔ آداب قیام شہر سے یہ ایک دوسرا ادب ہے کہ وہاں کے باشندے ادنی ہوں خواہ اعلی سب کو نظر عزت سے دیکھے کیونکہ یہ لوگ ہر صورت میں اس دربار عالی سے نسبت رکھتے ہیں۔ اس رات میں (جو تمام عمر میں ایک رات ہے) سب سے بڑا کام یہ ہے کہ آنجناب عرش پر درود بھیجنے میں مشغول رہے اگر نیند غلبہ کرے تو اس مقام کے جمال و عزت کا خیال کر کے دفع کرے۔ مصرع

ذوق ایں می شناسی بخدا تا نچشی

حاشا و کلا خواب و خیال مشتاقان جمال کے دیدہ و دل پر غلبہ نہیں پا سکتے اور جس کسی کو یہ رلت مل جائے تو مجوران مشتاق کو نہ بھولے اگر اپنی خبر رہے تو اس دیوانے کو بھی دعا میں یاد رکھے۔

یہ بھی اس مقام شریف کے ادب میں سے ہے کہ مسجد میں داخل ہو جانے کے بعد سے نکلنے کے وقت تک اپنے دل و زبان اور اعضا کو ان چیزوں سے محفوظ رکھے جو مکروہ اور خلاف ادب ہیں ہمیشہ اس بات کا لحاظ و خیال

رکھے کہ وہ کس دربار میں حاضر ہے۔ اس کو اپنا مقصود ظاہری و باطنی ٹھہرائے اگر کوئی شخص مزاحمت کرتا ہے اور اس کے ساتھ بیٹھنا و کلام کرنا حضوری کے تعلق میں فتور ڈالتا ہے تو اپنے کو بلطائف الحیل اس سے علیحدہ کرلے۔

کلام مختصر کہ جس سے ضرورت رفع ہو جائے اسی کو واجب سمجھے۔ بعض عوام الناس مسجد میں کھجوریں کھاتے ہیں اور گٹھلیاں بھی وہیں ڈالتے ہیں ایسا نہ کرے اس لئے کہ یہ فعل مسجد کے آداب سے بعید ہے ثابت ہوا کہ مسجد میں تھوڑی چیز ڈالنے سے بھی مسجد کو تکلیف ہوتی ہے جیسے کہ آدمی کی آنکھ میں کوڑا کرکٹ پڑ جانے سے تکلیف ہوتی ہے اس ادب کا تذکرہ آداب زیارت کی تصنیفات میں زمانہ قدیم کی عادت کے موافق تھا اب تو اسکا وجود نہیں ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ممکن ہے مسجد میں کھجوروں کا ڈالنا اور اصحاب صفہ کا کھانا جو رسالت پناہی کے دربار میں مقیم تھے اسکو اس فعل کی سند خیال کیا گیا ہو واللہ اعلم۔

مسجد میں آنے سے پہلے کسی خاص مقام پر روضہ شریف میں مصلہ بچھا ہوا نہ چھوڑے لوگوں پر جگہ تنگ نہ کرے بلکہ اگر کسی مکان کی فضیلت حاصل کرنے کا شوق ہو تو سب سے پہلے آئے اور بیٹھے علماء اس فعل کے مکروہ ہونے اور منع کرنے میں اختلاف رکھتے ہیں کراہیت ہی پر فتوی بھی ہے۔ اسی حکم میں یہ صورت ہے کہ صبح سے پہلے جب خدام حسب معمول مسجد شریف کا دروازہ کھولتے ہیں تو طالبین کی وہ جماعت جو وقت سے پہلے ہی دروازہ کھلنے کے انتظار میں دروازہ پر بیٹھی رہتی ہے دروازے کے کھلتے ہی دوڑ کر صف اول میں جگہ حاصل کرکے جانماز بچھا کر زیارت کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور مسجد میں داخلے کے آداب اور خاص کر اس مسجد شریف کے آداب جو موکد ترین مستحبات سے ہیں چھوڑ دیتی ہے بلکہ بعض سادہ لوح مقام کو تعین کرنے کی حرص میں زیارت بھی ترک کر دیتے ہیں اور اگر کرتے

ہیں تو نہایت ہی جلد بازی سے نعوذ باللہ۔

مسجد میں نہ تھوکیں اس لئے کہ اس کے حرام ہونے کا فتویٰ ہے حدیثوں میں آیا ہے کہ تھوک کو دفن کر دینا اس کا کفارہ ہے اس کے متعلق سبکی جو اکابر علمائے شافعیہ سے ہیں کہتے ہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ تھوک کا دفن کر دینا گناہ کے استمرار کو روک دیتا ہے (ابتدا سے اس وقت تک) نہ یہ کہ گناہ کو دور کر دیتا ہے جو قصہ کہ رسالہ قشریہ میں سلطان بایزید بسطامی قدس سرہ کا بیان کیا گیا ہے وہ بہت مشہور ہے کہ بایزید رحمتہ اللہ علیہ ایک آدمی کی ملاقات کو گئے ہوئے تھے ناگاہ اس شخص نے مسجد میں تھوکا آپ واپس ہو گئے اور اس سے ملاقات نہیں کی یہ حکم تمام مسجدوں کے لئے ہے۔ چہ جائے کہ خاتم الانبیاء ﷺ کی مسجد جو تمام مساجد سے معظم ہے اور ہر حالت میں تھوکنے کے آداب میں سے ہے کہ بائیں پاؤں کی طرف تھوکے قبلہ کی طرف یا دائیں جانب سے پرہیز کرے۔

ختم قرآن میں اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو کوتاہی نہ کرے اگر ہو سکے تو ان کتابوں کا مطالعہ کرے کہ جن میں فضائل و سیرت حضور سید کائنات ﷺ کے بیان ہوئے ہوں تلاوت کے ساتھ شامل کرلے یا جو شخص پڑھ رہا ہے اس کو سنے تاکہ آنجناب ﷺ کے اوصاف اور آپ کے فضائل شوق کو ابھاریں حضور اقدس ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کی خواہش قوی تر اور تازہ ہو جائے اس شہر مبارک کے قیام کی مدت کے دوران جس قدر ہو سکے عبادت کرے روزہ بھی رکھے خصوصاً اس حالت میں جب کہ مدت اقامت تھوڑی ہو سید الابرار ﷺ کی زیارت کے بعد بقیع کی زیارت کرے جو آل و اصحاب و امہات المومنین و تابعین اور تبع تابعین و علماؤ صلحائے امت کی خوابگاہ ہے اور زیارت سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم اجمعین اور زیارت مسجد قبا نیز دیگر مساجد و کنویں اور تمام مقامات و نشانات سید المرسلین ﷺ کے دیدار

کو غنیمت سمجھے ان مقامات کے احوال و بیان پہلے گزر چکے ہیں لیکن اس جگہ کلام تو اس میں ہے کہ بقیع کی زیارت کو ہر دن بعد زیارت خاتم الانبیاء کے جائے یا فقط جمعہ کو جیسا کہ زمانہ میں لوگ کرتے ہیں امام نووی اور ان کے متبعین تو کہتے ہیں کہ ہر روز زیارت کرے اور بعض علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسکی کوئی دلیل نہیں ہے شیخ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زیارت قبور سنت موکدہ ہے اور یہ حکم ہر روز کے لئے شامل ہے انتہائی درجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن موکد ترین اور افضل ہے جتنی مرتبہ قبر شریف کے نزدیک سے گزر ہو اگرچہ مسجد سے باہر ہو کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام بھیجے یہاں تک کہ اگر ایک دن میں کئی مرتبہ گزر ہو تب بھی ایسا ہی کرے۔

بیان کرتے ہیں کہ بزرگان سلف میں سے ایک شخص اس ادب کے ترک کرنے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے خواب میں عتاب کئے گئے جو شخص مسجد کے اندر ہو جتنی مرتبہ آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھے اس کے بعد بیٹھے اور اگر اس جگہ بیٹھا ہے کہ چہرہ روئے انور سامنے ہے تو تینوں مذاہب کے اعتبار سے زیارت کا قاعدہ ادا کرے لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کثرت زیارت کو مستحب نہیں کہتے۔ جیسا کہ پہلے اشارہ کر دیا گیا ہے اور جمیع آداب کا خلاصہ یہ ہے کہ تعظیم کا لحاظ و ہیبت اور استغراق و حضور و شوق و محبت و طاعت و عبادت اور تمام بھلائیاں مع حفاظت قلب و اعضا ظاہراً و باطناً" مدت قیام کو غنیمت سمجھنا مع اس بات کے اعتقاد کے کہ میری تمام عمر کا خلاصہ یہی وقت ہے اس تمام چیزوں کو کامل طور پر بجا لائے لمحہ بھر کے لئے بھی آپ کی نسبت توجہ سے غافل نہ رہے اور طلب کی تشنگی سے فارغ نہ ہو اہل مدینہ کو اگر کسی معاصی یا بدعت میں دیکھے تو ان کی عیب جوئی نہ کرے نہ ان کو حقیر سمجھے اس لئے کہ وہ دیار محبوب کے رہنے والے ہیں اور اس دربار سے تعلق

رکھتے ہیں مثنوی میں مولانا رومی فرماتے ہیں کہ کسی نے مجنوں سے کہا تو کتنا بے وقوف ہے کہ کتے کا منہ چوم رہا ہے کہ یہ کتا پلید کہلاتا ہے جو اپنی مقعد کو چاٹتا ہے تو اس نے کہا کہ ادھر آ کتے کو میری آنکھ سے دیکھ کہ یہ تو کوچہ لیلیٰ کی پاسبانی کرتا ہے اس کے عیب پر تو میری نظر ہی نہیں پڑتی۔ اور حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے نیک گمان رکھے ۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے سوائے در گزر و پہلو تہی کے کوئی اور بات جائز نہ سمجھے تم کو نیک گمان رکھنا چاہیے حق کو اہل حق کے سپرد کر دو اور شفاعت محمدیہ کیا اہل بیت نبوت کی جناب میں کارگر نہ ہوگی جن کی طہارت کا خود دربار خداوندی میں لحاظ رکھا گیا ہے یہ اور کس موقع پر کام آئے گی بعض مشائخ نے تو اس آیت سے یہ سمجھا ہے کوئی اہل بیت نبوت میں سے اس وقت تک دنیا سے نہیں جاتا جب تک کہ وہ نجاست باطنی سے پاک نہ ہو جائے یہ بعض علمائے مکہ کے اس مضمون کا ترجمہ ہے جو آداب زیارت میں کتب تصنیف کی گئی ہے اور سید سمہودی وغیرہ کا کلام بھی اس کے موافق ہے واللہ اعلم۔

فصل

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بڑے بڑے مشاہد و مساجد کی زیارت سے فارغ ہو کر وطن کی واپسی کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رخصتی کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر یا اس کے قریب ہی نماز و دعا میں مشغول ہو اس کے بعد روضہ مقدس کی زیارت آداب زیارت کے موافق ادا کرے اپنے اور اپنے دوستوں کے لئے دونوں جہان کی سعادت طلب کرے اور پروردگار سے قبولی زیارت نیز اپنے اہل و عیال میں سلامتی سے پہنچنے کی دعا کرے پھر اس دعا کو پڑھے اللہم انا نسئلک فی سفر نا ھذا البر و التقوی ومن العمل ما تحب و ترضی اللہم لا تجعل ھذا اخر العھد بنبیک و مسجدہ و حرمہ و یسر العوذ والعکوف لدیہ وارزقنی العفوو العافیۃ

فی الدینا و الاخرۃ وردنا الی اھلنا سالمین غنمین امین ایسے وقت میں گریہ و زاری کا غلبہ ہو تو یہ علامت قبولیت کی ہے بلکہ ہر حالت میں گریہ و زاری ذریعہ شوق و علامت امید واری سے ہے اگر رونا نہ آئے تو تکلف سے روئے جو مضامین رقت پیدا کریں ان کا تصور کرے تاکہ رونا آ جائے کیونکہ اس مقام پر رونا وہ کسی طرح سے بھی ہو قبولیت کی علامت ہے اگر محبت اور دوستی کا کچھ بھی علاقہ ہے تو تکلف کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خود بخود رونا آ جائے گا اس کے بعد اس دربار شریف اور مقامات متبرکہ کے چھوٹنے پر روئے اور حسرت کرے۔ مغموم روز مرہ کی رفتار سے رخصت ہو کیونکہ الٹے پاؤں چلنا رخصتی کے آداب زیارت سے نہیں ہے۔ بخلاف خانہ کعبہ کی رخصتی کے کہ وہاں پر رخصتی کے وقت جب تک مسجد کے باہر نہ ہو الٹے پاؤں چلنا سنت ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے جب خانہ کعبہ کو رخصت کیا تو آپ سے اسی طرح منقول ہے لیکن کسی جگہ یہ ثابت نہیں ہے کہ اصحاب حضور ﷺ کی محفل سے رخصت ہوتے وقت ایسا کرتے تھے واللہ اعلم۔

لازم ہے کہ رخصت ہوتے وقت جس قدر ہو سکے صدقہ کرنے میں کوتاہی نہ کرے اکثر علماء کہتے ہیں کہ مدینہ اور مکہ کی خاک اینٹ ٹھیکری و پتھر نہ اٹھائے علماء حنفیہ اور بعض شافعیہ جائز بھی کہتے ہیں بہرصورت اگر تحفہ (مثل پھل و پانی وغیرہ کے) جس سے اہل وطن کو خوشی ہو بے تکلف ہمراہ لے تو بہتر ہے سفر سے اہل و عیال کے لئے تحفہ لانا صحیح خبروں سے ثابت ہے لوٹتے وقت سفر سے لوٹنے کے جو آداب ہیں ان کا لحاظ رکھے جب اپنے شہر پر نظر پڑے تو یہ دعا پڑھے اللھم انی اسالک خیرھا و خیراھلھا و خیرما فیھا و اعوذبک من شرھا و شراھلھا و شر مافیھا اللھم اجعل لنا بھا قرار اور زقا حسنا لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لا

الملک وله الحمد وھو علی کل شئی قدیر ایبون تایبون عابلون ساجلون لربنا حامدون لا الہ الا اللّٰہ وحدہ صدق وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الا حزاب وحدہ جندہ فلا شئی بعدہ

چاہیے کہ مکان میں داخل ہونے سے پہلے اپنی خیریت اور پہنچنے کی خبر گھر والوں کو پہنچا دے۔ مکان میں اچانک یا رات میں داخل نہ ہو بہترین وقت چاشت کا ہے یا رات سے پہلے دن کے آخری حصہ تک اگر مکروہ وقت نہ ہو تو گھر میں جانے سے پہلے محلّہ کی مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرے اور سلامتی سے پہنچنے کا شکریہ ادا کرے پھر کہے الحمد للّٰہ الذی بنعمتہ وجلالہ تتم الصالحات جو شخص ملے اس سے مصافحہ کرے اگر معانقہ کرے تو یوں بھی جائز ہے بشرطیکہ ملنے والا امرد نہ ہو۔

نقل ہے کہ سفیان ابن علینہ جو امام شافعی کے شیخ ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے مصافحہ کیا اور کہا کہ اگر بدعت نہ ہوتا تو میں معانقہ بھی کرتا۔ سفیان نے کہا کہ معانقہ اس ذات نے کیا ہے جو ہم سے اور تم سے بہتر تھے جعفر رضی اللہ عنہ جب ملک حبشہ سے آئے تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معانقہ کیا تھا اور بوسے دیئے تھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ جعفر کے لئے مخصوص تھا سفیان نے کہا کہ نہیں بلکہ عام ہے ہمارا اور جعفر کا ایک حکم ہے بشرطیکہ نیک لوگ ہوں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہم آپ کی مجلس میں حدیث بیان کریں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں اجازت ہے سفیان نے مع سند کے حدیث بیان کی ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت اختیار فرمایا اس مقام پر قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا سکوت فرمانا سفیان کے قول کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جب تک جعفر کے مخصوص ہونے کی دلیل نہ پائی جائے قاضی عیاض کا کلام ختم ہو گیا اور معانقہ کا جعفر کے ساتھ مخصوص ہونے کی دلیل ایک حدیث ترمذی نے روایت کی ہے کہ

زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ سفر سے آئے ہوئے تھے حضور ﷺ ایسی حالت میں اٹھے کہ چادر مبارک گھسٹتی تھی آپ نے ان سے معانقہ کیا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اسی طرح سے بعض مالکیہ نے کہا ہے اگر کوئی عالم یا نیک یا شریف آدمی ملے تو ہاتھ کا بھی بوسہ دینا جائز ہے اور سنت ہے چھوٹے بچہ کا منہ چومنا لڑکا ہو یا لڑکی اگرچہ غیر کا بچہ ہو جائز ہے۔

گھر میں آئے تو دو رکعت نماز ادا کرے خداوند کریم کا شکر اور حمد و ثنا ادا کرے اور دعا کرے اہل و عیال کی حالت دریافت کرنے کے بعد باہر نکل آئے گھر کے قریب کسی جگہ یا مسجد وغیرہ میں بیٹھے تاکہ لوگ اس سے ملنے کو آئیں اور جو شخص ملے اس سے نہایت خندہ پیشانی لطف و مہربانی اور تعظیم سے پیش آئے اس کے لئے دعا کرے خصوصاً شہر میں داخل ہونے سے پہلے اس لئے کہ مسافروں کی دعا خاص کر حاجی کی دعا شہر میں داخلے سے پہلے مقبول ہوتی ہے اگر کوئی ناجائز بات ہو جیسے دف یا مزامیر بجانا جو اہل زمانہ مسافر کے آنے پر کرتے ہیں تو اس کو منع کر دے جمیع آداب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سفر مبارک کے واپسی کے بعد تجدید توبہ اور تقویٰ لازم سمجھے۔ظاہر و باطن کی خوبی کی تحصیل میں کوشش کرے اس لئے کہ کہتے ہیں حج مقبول کی علامت یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد کی حالت حج کے پہلے سے بہتر ہو اس کی علامت یہ ہے کہ سنت کی پیروی کی خواہش زیادہ ہو اور دنیا کی محبت کم ہو آخرت اور اہل آخرت کی محبت زیادہ ہو افسوس ہے اس پر کہ واپس ہو کر پھر گناہوں میں مبتلا ہو اور اگر کسی کار خیر میں خدا سے وعدہ کر لیا ہے تو اس کی رعایت لازمی جانے۔

سترھواں باب

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور اس کے فضائل کا بیان

فصل

نبی کریم علیہ السلام پر درود بھیجنے کے فضائل بے شمار ہیں جو تحریر زبان سے ادا نہیں کیے جا سکتے تاہم بعض علماء اور حفاظ حدیث نے ان سب کو جو احادیث صحیح سے ثابت ہوئے ہیں اور ان حضرات کو سند پہنچی ہے۔ تحریر کر دیا ہے بعض تو اہل صلوٰۃ کے نتیجہ ہیں اور بعض کسی عدد خاص پر مترتب ہوتے ہیں بعض کسی کیفیت خاص کے ثمرات ہیں اور بعض وقت معین سے مخصوص ہیں بعض کسی مخصوص حالت سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سے کچھ اس کتاب میں لکھے جاتے ہیں واللہ الموافق

سید کائنات علیہ افضل الصلوۃ پر درود بھیجنے کے فوائد میں سے اول حکم الٰہی کی فرماں برداری ہے صلوٰۃ و سلام بھیجنے میں اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی موافقت ہے بہ مضمون آیتہ کریمہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھاالذین امنوا صلوعلیہ وسلمو تسلیما دس رحمتوں کا حاصل ہونا دربار خداوندی سے اور دس درجات کا بلند ہونا دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھی جانا دس گناہوں کا ختم ہونا بعض احادیث میں دس غلام آزاد کرنا اور بیس غزوات میں شریک ہونے کے برابر بھی آیا ہے مقبول ہونا دعا کا

سید الانبیاء ﷺ کی شفاعت کا واجب ہونا حضور ﷺ کا شہادت دینا اور قرب نبوی کا حاصل ہونا دوسرے لوگوں سے پہلے قیامت کے دن حضور ﷺ سے ملنا حضور ﷺ کا اس شخص کے تمام کاموں کا قیامت کے دن متولی ہونا اور مقاصد کے لئے کافی ہونا تمام ضروریات کا پورا ہونا تمام گناہوں کا بخشا جانا صدقہ کے قائم مقام ہونا بلکہ ایک قول میں صدقہ سے افضل اور سختیوں کا کھلنا مرضوں کی شفا خوف و گھبراہٹ کا قریب نہ آنا متہم کی برات کا اظہار دشمنوں پر فتح آپ کی محبت اور رضائے الٰہی کا حاصل ہونا اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرشتوں کا رحمت بھیجنا صفائی اور زیادتی عمل و مال کی طہارت ذات صفائی قلب کی تمام کاموں میں فارغ البال ہونا برکات حاصل ہونا حتی کہ اسباب و اولاد اور اولاد الاولاد چار پشتوں تک قیامت کے خوفناک مناظر سے نجات سکرات موت کی آسانی دنیا کی ہلاکتوں اور زمانہ کی تنگیوں سے چھٹکارا بھولی ہوئی چیزوں کی یاد دلانے والی محتاجگی دور کرنے والی حاجتوں کو نیست کرنے والی بخل اور ظلم کی قسموں سے سلامت رکھنے والا آپ کی بد دعا سے بچنے والا اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کے نزدیک حضور ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے تو بخیل ہے گویا حضور ﷺ پر ظلم کیا اس پر بد دعا کی جاتی ہے مجلس کو خوش کرنا رحمت کا جوش میں لانا ہمنشینوں کے لئے پل صراط پر گزرتے وقت نور کی زیادتی اور اس مقام پر ثابت قدمی پل صراط سے طرفۃ العین میں نجات پانا بخلاف اس شخص کے جو سرور انبیاء ﷺ پر درود کا تارک ہے اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ درود پڑھنے والے کا نام حضور ﷺ کے دربار میں پیش ہوتا ہے محبت کا زیادہ ہونا جس کا خاصہ شوق کو ابھارنا ہے نبی ﷺ کی خوبیوں کا قلب میں جمع ہونا اور آپ کا نقشہ آنکھ میں کھنچ جانا خاصہ کثرت صلوٰۃ کا ہے محبت کرنا حضور ﷺ اور مومنین کا درود پڑھنے والے سے محبت کرنا قیامت کے دن درود پڑھنے والے سے حضور ﷺ کا مصافحہ کرنا

حضور ﷺ کے دیدار سے خواب میں مشرف ہونا ملا ئکہ کا محبت کرنا اور مرحبا کہنا درود پڑھنے والے کے لئے درود شریف کا سونے کے قلموں سے چاندی کے کاغذوں پر لکھا جانا درود پڑھنے والے کے لئے فرشتوں کا بھلائی کے لئے دعا کرنا جو ملا ئکہ گشت میں رہتے ہیں ان کا کام دربار رسالت میں درود پہنچانا ہے اس طریقہ پر کہ فلاں بن فلاں نے درود بھیجا ہے مثلاً جیسے کمترین بند گان عبدالحق بن سیف الدین سلام کرتا ہے یا رسول اللہ یا جیسے ادنیٰ خادم منیر رضا بن محمد ریاض لاہور کا رہنے والا آپ کو سلام بھیجتا ہے یا رسول اللہ۔

اور سب سے بڑا فائدہ آپ کے جواب سے مشرف ہونا ہے جو طریقہ دائمی حضور ﷺ کا ہے اس سے بڑھ کر کون سی سعادت ہو گی کہ سرور عالم ﷺ کی دعائے خیر اس شخص کے شامل حال ہو اگر یہ تمام عمر میں ایک ہی بار حاصل ہو جائے تو لاکھوں کرامات کا ذریعہ اور خیرو سلامتی کا نتیجہ ہے اس سعادت کا حاصل ہونا یقینی ہے شبہ کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے اس لئے کہ جب حضور ﷺ کی حیات حقیقتاً ثابت ہو گئی اور سلام کا جواب دینا سنت بلکہ قریب فرض کے ثبوت کو پہنچا ہے مع کمل تاکید حضور ﷺ کی اس سنت کے ادا کرنے پر جس طرح پر کہ آپ کی عادت کریمہ تھی نقل ہے کہ آپ سلام کرنے میں سبقت فرمایا کرتے تھے تو سلام کے جواب میں آپ سابق تر ہوں گے اس بات سے ایک دوسرا باریک تر نکتہ معلوم ہوا کہ زیارت کرنے والا حضور ﷺ سے مشرف ہو چکا ہے تو سلام کرنے کے بعد سلام کے جواب سے بھی مشرف ہوتا ہے۔ اور جناب رسول خدا ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ تین دن تک فرشتے صلوٰۃ و سلام بھیجنے والے کے گناہ لکھنے سے باز رہتے ہیں اور لوگوں کو اس کی غیبت کرنے سے منع کر دیتے ہیں قیامت کے دن عرش کے سایہ تلے ہو گا۔ اور ترازو عمل میں اس کا تمام عمل وزنی ہو گا پیاس سے بے خوف ہو گا جنت میں کثرت سے بیویاں ملیں گی

مصالح دنیا و آخرت میں دانائی اور ہدایت حاصل ہوگی حضور ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنا ذکر الٰہی اور شکر باری کو بھی شامل ہے اللہ کی نعمتوں کا حق پہچاننا اس کا اقرار کرنا اس نعمتوں کے حقوق ادا کرنے کا عجز ظاہر کرنا اپنے مقصد اور سوال کے لئے ذریعہ حق سبحانہ تعالیٰ کے دربار میں اور اللہ کے حبیب کی تعریف کرنا آپ کی عظمت و شان ظاہر کرنا کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ اس سوال و طلب کو بندہ سے پسند کرتے ہیں جب بندہ نے اپنا سوال اور رغبت خدا و رسول ﷺ کے ذریعہ سے کیا ہے اور اس کو اپنے نفس پر فضیلت دی ہے تو یقیناً جزائے کامل کا مستحق ہوگا یہ عجیب و غریب نکتہ اور فائدہ ہے باللہ التوفیق

صلوٰۃ کے ضمن میں ذکر الٰہی کا حاصل ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ اس کلام میں اکثر الفاظ درود شامل ہونے کے ساتھ خطاب کا رخ دربار الٰہی سے ہے اللھم سے جو آئینہ ہے جمیع اسماء اور صفات باری کے تذکرہ کا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور علاوہ ان کے دوسرے بزرگوں سے روایت ہے کہ جس شخص نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو اللھم کے لفظ سے یاد کیا گویا تمام اسمائے حسنہ کے ساتھ یاد کر لیا اب مومن صادق اور مشتاق محب پر لازم آتا ہے کہ اس عبادت کی کثرت اور دوسرے اعمال پر فضیلت دینے میں کوتاہی نہ کرے جتنا بھی ہو ایک تعداد مخصوص میں (جس پر آسانی سے ہمیشگی ہو سکے) ہر روز کا وظیفہ کر لے بہتر تو یہ ہے کہ ہزار سے کم نہ ہو اگر نہ ہو سکے تو پانچ سو پر اکتفا کرے یہ بھی نہ ہو سکے تو سو سے کبھی کم نہ کرے بعض نے تین سو کو پسند کیا ہے اور بعض حضرات نے دو سو بعد نماز صبح و شام مقرر کیا ہے سوتے وقت بھی کچھ درود شریف کا وظیفہ مقرر کر لینا چاہیے جب کوئی مومن کثرت سے درود شریف کی عادت کرتا ہے تو پھر اس پر آسان بھی ہو جاتا ہے بعض درود ایسے ہیں کہ ایک ہزار کی تعداد پوری کرنی بہت آسان ہے جب درود شریف کی لذت و

شیرینی طالب کی روح کو پہنچتی ہے تو اس کی روح کا قوام اور قوت قوی ہو جاتی ہے اس مومن پر تعجب ہے جو اپنے شب و روز میں سے ایک ساعت بھی اس عبادت میں صرف نہ کرے جو جملہ انور و برکات کا سرچشمہ ہے ملاحظہ ہو حضور ﷺ کا فرمان اس شخص کے لئے جس نے عرض کیا تھا اجعل لک صلوتی کلھا اذن یکفی ھمک ترجمہ(کہ میں ہر وقت آپ پر درود پڑھا کروں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اب تیرے غموں کے لئے کافی ہے۔)

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر مجھ کو خلاصی ملے ذکر الٰہی سے تو میں درود بھیجنے میں نبی ﷺ پر اپنی کل عبادت کر لوں) حضور ﷺ کا فرمان بالا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول فضائل درود کے سلسلے میں کافی ہیں اہل سلوک کے لئے درود شریف فتوح عظیمہ اور عطایائے شریفہ کا ذریعہ ہے بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ جب شیخ کامل تربیت کرنے والا نہ ملے تو طالب کا درود شریف کو اپنے لئے لازمی اور قطعی قرار دے لینا اس کی رہبری اور رہنمائی کو کافی ہو گا جو اس کی توجہ بارگاہ ایزدی کی طرف تعلیم و آداب نبویہ ﷺ اور تہذیب و اخلاق محمدیہ ﷺ سے کرے گا اس کی ترقی کمال اعلیٰ درجہ پر ہو گی۔ فضیلت کے مقام کی حصولیابی دربار الٰہی کی بازیابی اور بارگاہ رسالت کی قربت سے بھی مشرف ہو گا بعض مشائخ قل ہو اللہ احد کے ورد اور درود شریف کی کثرت پر تاکید فرماتے ہیں کہتے ہیں کہ قل ہو اللہ کے پڑھنے سے ہم نے خدائے واحد کو پہچانا اور کثرت درود سے پیغمبر خدا ﷺ کی صحبت میسر ہوئی یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص حضور ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھے وہ آپ کو خواب یا بیداری میں ضرور دیکھے گا اسی طرح شیخ کامل امام علی متقی نے حکم الکبیر میں شیخ احمد بن موسیٰ متشرع صوفی سے نقل کیا ہے اور بعض مشائخ متاخرین شاذلیہ نے بھی فرمایا ہے کہ جس زمانہ میں اولیائے مرشد نہ ملیں تو طریق سلوک و معرفت قرب الٰہی حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ اتباع شریعت کرتے ہوئے

مداومت ذکر و کثرت درود شریف کی کرے درود شریف سے باطن میں ایک عظیم نور پیدا ہو گا جس کے ذریعہ سے راستہ معلوم ہو گا اور حضور ﷺ سے بلا واسطہ فیض حاصل ہو گا طریقہ شاذلیہ جو طریقہ قادریہ کا ایک شعبہ ہے اس کاخلاصہ یہ ہے کہ دربار نبویہ ﷺ سے بغیر واسطہ بذریعہ متابعت شریعت مع مداومت حضور ﷺ فیض حاصل کیا جائے۔

فصل

سخاوی اور دوسرے محدثین بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سعد بن مطرف سونے سے پہلے درود شریف کا ایک تعداد میں وظیفہ کیا کرتے تھے ایک رات حضور ﷺ کو دیکھتے ہیں کہ ان کے گھر میں تشریف لائے ان کے مکان کو نور جمال سے منور فرمایا اور کہا کہ اپنا منہ سامنے لا تاکہ اس کو بوسہ دوں اس لئے کہ تو درود بہت پڑھتا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے شرم آئی کہ میں حضور ﷺ کے سامنے اپنے منہ کو لے جاؤں لیکن میں نے اپنے رخسار کو حضور ﷺ کے دہن مبارک کے سامنے کر دیا آپ نے میرے رخسار پر بوسہ دیا جب میں بیدا ہوا میرا تمام مکان مشک کی خوشبو سے بھرا ہوا تھا آٹھ دن تک میرے رخسار سے مشک کی خوشبو آتی رہی۔ شیخ احمد بن ابی بکر بن رداد صوفی محدث اپنی کتاب میں اور شیخ مجدالدین فیروز آبادی ان کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ اقلنسی نے بیان کیا ہے کہ ایک دن شبلی ابو بکر کے پاس آئے ابو بکر ان کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور معانقہ کیا پیشانی پر بوسہ دیا میں نے عرض کیا کہ اے میرے آقا آپ شبلی سے ایسا معاملہ کرتے ہیں حالانکہ آپ اور باشندگان بغداد ان کو مجنوں کہتے ہیں کہا کہ یہ میں نے از خود نہیں کیا مگر جس طرح سے پیغمبر ﷺ کو خواب میں دیکھا میں نے تو اس طرح کیا میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ شبلی آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو گود میں لے لیا پھر شبلی کی پیشانی پر بوسہ دیا میں نے عرض کیا

کہ یا رسول اللہ آپ نے شبلی کے ساتھ ایسا کیوں کیا آپ نے فرمایا کہ وہ بعد نماز فجر کے یہ آیت پڑھتا ہے۔ لقد جانکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم اس کے بعد مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ پھر وہ اپنی کتاب مذکور میں شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ شبلی نے بیان کیا ہے میرے پڑوس میں ایک شخص انتقال کر گیا تھا میں نے اسکو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خداوند تعالیٰ نے تجھ سے کیا معاملہ کیا کہنے لگا کیا پوچھتے ہو بڑے بڑے خوفناک منظر میرے سامنے آئے منکر نکیر کے سوال و جواب کا وقت تو مجھ پر نہایت مشکل ہوا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرا خاتمہ شاید ایمان پر نہیں ہوا ہے آواز آئی کہ دنیا میں تو نے زبان کو بے کار رکھا یہ سختی اس وجہ سے ہے جب عذاب کے فرشتوں نے میری طرف قصد کیا تو ایک حسین شخص خوشبو میں معطر میرے اور فرشتوں کے درمیان حائل ہو گیا مجھ کو ایمان کی حجت یاد دلائی میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے تو کون ہے اس نے کہا میں وہ شخص ہوں جو تو نے کثرت سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا ہے میں اسی سے پیدا کیا گیا ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہر سختی اور بے چینی میں تیرا مددگار رہوں کتاب مصباح الظلام میں بھی شبلی اور ان کے پڑوسی کے بغیر اجمالا ذکر کی گئی ہے اور کتاب مذکور میں انہوں نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ اگر دنیا میں میری تعریف کرنے والے نہ رہیں تو ایک قطرہ بارش کا آسمان سے نہ بھیجوں اور ایک دانہ سبزی کا زمین سے نہ اگاؤں اسی طرح سے بہت سے چیزیں ذکر کیں یہاں تک کہ فرمایا اے موسیٰ کیا تم چاہتے ہو تم سے قریب تر ہو جاؤں جیسا کہ تمہارا کلام تمہاری زبان سے قریب ہے یا جس طرح کہ وسوسہ تمہارے قلب کا تمہارے دل سے اور تمہاری روح تمہارے بدن سے اور تمہاری روشنی چشم تمہاری آنکھ سے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں یہی چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ محمد ﷺ پر کثرت سے درود پڑھا کرو تب تمہیں یہی نسبت حاصل ہو جائے گی ﷺ۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ اے موسیٰ کیا تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن کی تشنگی سے تم کو تکلیف نہ پہنچے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے الٰہی! ایسا ہی چاہتا ہوں حکم باری ہوا کہ محمد ﷺ پر کثرت سے درود پڑھا کرو ﷺ حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور اسی کتاب میں ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ درود شریف گناہوں کو ایسا مٹانے والا ہے جیسا کہ آتش سوزاں کی حرارت کو پانی ٹھنڈا کر دیتا ہے اور سلام بھیجنا حضور ﷺ پر غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔ اور محبت رسول اللہ ﷺ کی جہاد سے افضل ہے اس کو ابوالقاسم اصبہانی نے روایت کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں اور مجھ پر درود بھیجتے ہیں تو ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے ان کے اگلے اور پچھلے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اس کو حافظ بن علی بشکوال نے روایت کیا ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص فریضہ حج ادا کرے اور اس کے بعد جہاد کرے تو یہ چار سو حج کے برابر ہے۔ اب وہ لوگ جو حج کی استطاعت اور جہاد کی قوت نہیں رکھتے تھے شکستہ دل ہوئے حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر وحی بھیجی کہ جو شخص آپ پر درود شریف بھیجے اس کا ثواب چار سو جہاد کے برابر ہو گا۔ اور جہاد چار سو حج کے برابر ہے اس کو ابو حفص بن عبدالمجید مبانشی نے مجالس المکینہ میں روایت کیا ہے اور اسی کتاب کی فصل احادیث میں خضر و الیاس علیہم السلام کا قصہ لکھا ہے جس کو شیخ مجدالدین فیروز آبادی صحیح سند سے نقل کرتے ہیں کہ

ابوالمظفر محمد بن عبداللہ خیام سمرقندی نے کہا کہ میں ایک دن مغارہ کعب میں راستہ بھول گیا تھا اتفاقاً ایک آدمی کو دیکھا کہ مجھ سے کہتا ہے میرے ساتھ آؤ لہذا میں اس کے ہمراہ ہو گیا اور مجھے گمان ہوا کہ شاید یہ خضر ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ کا کیانام ہے جواب دیا کہ خضر بن اشیا ابوالعباس ان کے ساتھ ایک دوسرے شخص کو بھی میں نے دیکھا ان کا نام دریافت کیا تو کہا کہ الیاس بن شام ہیں میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر رحمت نازل فرمائے کیا تم دونوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے عرض کیا کہ مجھے وہ باتیں سنائیے جو آپ نے حضور ﷺ سے سنی ہوں تا کہ میں آپ کی سند سے دوسرے لوگوں پر روایت کروں۔ انہوں نے کہاکہ ہاں ہم نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جو کوئی کہے ﷺ اس کا دل نفاق سے پاک کیا جائے گا جس طرح پانی کپڑے کو پاک کر دیتا ہے اور اسی سند سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی کہے صلی اللہ علی محمد ﷺ اس کے لئے رحمت کے ستر دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اسی سند سے کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور کہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وصلی اللہ علی محمد ﷺ تو حق تعالیٰ ایک فرشتہ کو اس بات پر موکل کرتا ہے کہ وہ تم کو غیبت سے باز رکھے اور جب وہ شخص مجلس سے اٹھے تو کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم صلی اللہ علی محمد ﷺ تو حق تعالیٰ لوگوں کو اس کی غیبت سے منع کر دیتا ہے اور اسی سند سے ہے خضر و الیاس علیہم السلام نے کہا کہ ایک آدمی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ملک شام سے آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے اور ضعیف ہو کر نابینا بھی ہو گیا ہے چلنے کی قوت نہیں جو یہاں آئے اور اس کی دلی خواہش ہے کہ وہ آپ کے دیدار سے مشرف ہو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دینا کو ایک ہفتہ تک صلی اللہ علی محمد کہا کرے ہمیں خواب میں دیکھ لے گا اور کہنا

کہ رات مجھ سے اس حدیث کو روایت کرے اس نے ایسا ہی کیا اور حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور اس کو روایت کیا اسی کتاب میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ مجھ صلوٰۃ بھیجا کرو اور انبیاء پر بھی اس لئے کہ جس طرح حق سبحانہ تعالیٰ نے ان کو بھیجا ہے اسی طرح مجھے بھی مبعوث فرمایا ہے اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے اور کتاب دعوات الکبیر میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم اذا سلمتم علی فسلموا علی المرسلین اس کو ابن ابی عاصم نے بیان کیا کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے ان کی مجلس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر جاری ہوا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ستر ہزار فرشتے قبر مطہر حضور ﷺ کے گرداگرد آ جاتے ہیں اور صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں اور جب شام ہوتی ہے تو چلے جاتے ہیں اور دوسرا گروہ فرشتوں کا اسی تعداد میں آتا ہے اور جو انہوں نے کیا تھا یہ بھی کرتے ہیں جس وقت تک کہ آپ قبر شریف سے نکلیں گے اس وقت تک یہی سلسلہ جاری رہے گا ﷺ۔

اس کو دارمی نے روایت کیا ہے حکایت ہے کہ ایک آدمی طواف و سعی اور مناسک حج میں سوائے درود شریف کے کوئی دعا نہ پڑھتا تھا لوگوں نے کہا کہ دعائے ماثورہ کیوں نہیں پڑھتے۔ کہنے لگا کہ میں نے عہد کر لیا ہے کہ درود شریف کے ساتھ کوئی دعا شریک نہ کروں گا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا تو میں نے دیکھا کہ ان کی شکل گدھے کی ہو گئی ہے مجھے بہت صدمہ ہوا جب میں سویا تو رسول اللہ ﷺ کو میں نے خواب میں دیکھا اور آپ کا دامن پکڑ کر اپنے والد کی شفاعت کے لئے عرض کیا اور یہ بھی دریافت کیا کہ میرے باپ کی ایسی صورت کیوں ہو گئی ہے آپ نے فرمایا

کہ وہ شخص سود خوار تھا اور جو سود لینے والا ہے اس کا بدلہ دنیا و آخرت میں یہی ہو گا لیکن چونکہ تیرا باپ روزانہ رات کو سوتے وقت سو مرتبہ ہمارے اوپر درود بھیجتا تھا اس وجہ سے اس کی شفاعت کئے لیتے ہیں جب میں بیدا ہوا میں نے اپنے باپ کا منہ دیکھا وہ مثل چودھویں رات کے چاند کے ہو گیا تھا دفن کرتے وقت میں نے ایک غیبی آواز سنی کہ تیرے باپ پر اللہ رب العزت کی یہ عنایت حضور ﷺ پر درود شریف اور سلام بھیجنے کی وجہ سے ہوئی ہے بیان کرتے ہیں کہ بعض حدیث کے پڑھنے والوں کو خواب میں دیکھا کہ اللہ رب العزت جل جلالہ نے ہم کو اور تمام اہل مجلس کو جو درود شریف اور سلام سنتے تھے بخش دیا اور یہ اس وجہ سے بیان ہوا ہے کہ اس علم شریف کے پڑھنے والے آگاہ ہو جائیں کہ درود شریف کا قرات سے پڑھنا لوازم برکت ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کتاب جمع الجوامع کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حفص بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ ابو زراعہ کو موت کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان دنیا پر ملائکہ کے ساتھ نماز میں امامت کرتے ہیں میں نے کہا آپ نے یہ مقام کس وجہ سے پایا انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے کئی ہزار حدیث نبوی ﷺ کو لکھا ہے اور ہر حدیث پر کہا ہے عن النبی ﷺ اور پیغمبر ﷺ نے من صلی علی صلوٰۃ صلی اللّٰہ علیہ عشوا فرمایا ہے اور یہی بیان کیا ہے کہ بعض صلحاء میں سے کسی پر تین ہزار دینار قرض تھے قرض خواہ نے قاضی کے یہاں شکایت کر دی قاضی نے مرد صالح کو ایک مہینے کی مہلت دے دی وہ مرد صالح قاضی کے پاس سے آیا اور نبی ﷺ پر درود پڑھ کر دربار الٰہی میں گریہ و زاری کرتے ہوئے محراب میں بیٹھ گیا اسی مہینے کی ستائیسویں شب میں خواب دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ حق تعالیٰ تیرے قرض کو ادا کرتا ہے تو علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جا اور کہنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میرا قرض ادا کرنے کے لئے

تین ہزار دینار دے دے۔ مرد صالح کہتے ہیں جب میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے اندر خوشحالی کے آثار پائے لیکن اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر وزیر نے دریافت کیا کہ اس واقعہ کی علامت کیا ہے تو میں کیا کہوں گا میں یہ سوچ کر اس دن وزیر کے پاس نہیں گیا دوسری رات پھر حضور ﷺ کو خواب میں دیکھتا ہوں آپ نے جو کچھ پہلی رات میں ارشاد کیا تھا وہی دوبارہ فرماتے ہیں میں نہایت خوشی میں بیدار ہوا لیکن بہ مقتضائے بشریت آج بھی علی بن عیسیٰ کے پاس نہیں گیا تیسری رات پھر دیکھا کہ حضور ﷺ نہ جانے کا سبب مجھ سے دریافت فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس واقعہ کی سچائی میں کوئی علامت چاہتا ہوں حضور ﷺ نے میری بات پر تحسین فرمائی اور ارشاد کیا کہ اگر تم سے علامت دریافت کریں تو کہہ دینا کہ تم ہر روز نماز فجر سے طلوع آفتاب تک کسی سے کلام کرنے سے پہلے پانچ ہزار بار تحفہ درود شریف ہمارے پاس بھیجتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ اور کراما" کا تبین کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے میں وزیر کے پاس گیا اور اس کے سامنے خواب کا قصہ بیان کیا نیز جو علامت حضور ﷺ نے فرمائی تھی وہ بھی کہہ دی۔ اس پر وہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو مرحبا ہو تین ہزار دینار میرے پاس لائے اور کہنے لگے کہ یہ اپنے قرض کی ادائیگی میں دینا اور تین ہزار اور دیئے کہ یہ اپنے عیال میں خرچ کرنا اس کے علاوہ تین ہزار پھر دیئے کہ اس کو تجارت میں لگاؤ اس کے بعد مجھے قسم دی کہ یہ محبت کا تعلق مجھ سے ہرگز قطع نہ کرنا تمہیں جو ضرورت ہوا کرے مجھ سے لے جایا کرو میں تین ہزار دینار لے کر قاضی کے پاس گیا تاکہ اس کے سامنے ادا کروں میں نے قرض خواہ کو دیکھا وہ مبہوت ہو کر قاضی کے پاس آیا میں نے دینار شمار کیے اور سارا قصہ ان لوگوں کے سامنے بیان کر دیا قاضی نے کہا کہ یہ کرامت وزیر کو کیوں دی جائے اس قرضہ کو تیری طرف سے میں ادا کروں گا۔ قرض خواہ نے کہا کہ

یہ بزرگی آپ کو کیوں دی جائے میں زیادہ مستحق ہوں کہ تری ذات کو اپنے قرضہ سے بری کردوں۔ لہٰذا میں نے اللہ و رسول کے لئے معاف کیا تو قاضی نے کہا کہ میں نے جو کچھ اللہ اور اس کے رسول کے لئے نکالا ہے اسے واپس نہ لوں گا۔ میں وہ تمام مال لے کر مکان کو واپس آیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی مزید نعمت کا شکریہ ادا کیا واللہ المنتہ وعلیٰ رسولہ الصلوۃ والتحیتہ۔

فصل

ہر وقت درود شریف کا پڑھنا افضل و مستحب ہے لیکن شب جمعہ اور جمعہ کے دن افضل واولیٰ ہے کیونکہ شب جمعہ اور روز جمعہ بڑی فضیلت رکھتے ہیں اور ان دونوں اوقات کی فضیلت میں کثرت سے اخبار و آثار موجود ہیں امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ شب جمعہ شب قدر سے افضل ہے اس لئے کہ نطفہ طاہرہ جو کل بھائیوں کی اصل اور جملہ برکات کا مادہ ہے اسی رات کو بطن آمنہ میں قرار پایا تھا اور بعض دوسری خصوصیات بھی ہیں جو اس کی شان میں آئی ہیں۔ واللہ اعلم۔

حدیث میں آیا ہے افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم و فیه قبض و فیه النفخة وفیه الصعقة واکثر واعلی من الصلوٰة فیه فان صلوتکم تعرض علی فادعو لکم واستغفر رواہ ابوداؤد و صححه النووی ترجمہ(دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے اسی دن میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی دن میں انتقال فرمایا اور اسی دن میں صور پھونکا جائے گا اسی دن بے ہوشی ہو گی پس مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو جمعہ کے دن تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اور میں تمہارے لئے دعا و استغفار کرتا ہوں اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ

پر کثرت سے درود بھیجا کرو کہ یہ دن خاص فضیلت رکھتا ہے جو شخص اس دن مجھ پر درود بھیجتا ہے میرے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے اور میں اس کے لئے دعائے خیر کے ساتھ اس کے گناہوں کی بھی مغفرت چاہتا ہوں۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ فانہ یوم مشہود تشھدا الملائکۃ یعنی روز جمعہ وہ دن ہے کہ اس دن وہ فرشتے جو دربار اللہ جل جلالہ میں مقرب ہیں یہاں موجود رہتے ہیں اور درود پڑھنے والے کا درود سن کر میرے پاس پہنچاتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے وہ عرش سے نیچے ٹھہرتی اور کوئی فرشتہ ایسا نہیں ہے جو اس درود پڑھنے والے پر صلوٰۃ نہ بھیجے دوسری حدیث میں آیا ہے اکثرو اعلی من الصلوٰۃ فی اللیلۃ الغل و الیوم الا غرو فی روایۃ فی اللیۃ الزھرا والیوم الازھر یعنی بہ نسبت دوسرے دنوں کے مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو شب روشن اور روز روشن میں یہ کنایہ شب جمعہ اور جمعہ کے دن سے ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ شب جمعہ کی خصوصیات سے ہے کہ حضور ﷺ خود بہ نفس نفیس صلوٰۃ و سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں جو شخص آپ پر اس رات میں صلوٰۃ و سلام عرض کرتا ہے مفاخرالاسلام میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں من صلی علی فی لیلۃ الجمعۃ ماتہ صلوٰۃ قضی اللّٰہ لہ ما حاجۃ سبعین حاجۃ من امور الدنیا و ثلثین من الاموار الاخرۃ ترجمہ (آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ پر شب جمعہ میں سو مرتبہ درود پڑھے اس کی سو حاجتیں پوری ہوں ان کے ستر حاجتیں دینوی اور تیس حاجتیں آخرت کی) دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ اس درود کو پڑھے جب تک اپنی جائے نشست بہشت میں نہ دیکھے لگا دنیا سے خالی نہیں اٹھایا جائے گا۔ درود یہ ہے اللھم صلی علی محمد والہ الف الف مرۃ سخاوی نے نقل کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے جو شخص دو ہفتے ہر روز سات

مرتبہ اس درود شریف کو پڑھے میری شفاعت اس کے لئے واجب ہے اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد صلوٰۃ تکون لک رضا و لحقہ اداء واتہ الوسیلۃ والمقام المحمود الذی وعدتہ واجزہ عنا ماھواھلہ واجزہ عنا افضل ماجزیت نبیا عن امتہ وصل علی جمیع اخوانہ من نبیین والصدیقین والشھداء والصالحین یا ارحم الراحمین ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے زید بن وہب سے کہا کہ جمعہ کے دن ہزار مرتبہ درود شریف کا پڑھنا ترک مت کرو اور یہ درود پڑھو اللھم صلی علی محمد النبی الامی کتاب مفاخرالاسلام میں سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے من صلی علی یوم الجمعۃ ثمانین مرۃ غفرت ذنوبہ الثمانین سنۃ یعنی جو شخص مجھ پر جمعہ کے دن اسی مرتبہ درود شریف پڑھے اس کے 80 برس کے گناہ معاف کئے جائیں اور میری نے شرح منہاج میں نقل کیا ہے کہ حسن حدیث میں آیا ہے جو شخص جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ پر یہ درود پڑھے گا اللھم صلی علیٰ محمد عبدک ورسولک النبی الامی و علی الہ واصحابہ وسلم تسلیما تو اس کے اسی برس کے گناہ بخشے جائیں گے۔

مفاخرالسلام میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنے مصلی سے اٹھنے سے پہلے پیغمبر خدا ﷺ پر اسی مرتبہ درود پڑھے گا تو اس کے اسی برس کے گناہ معاف کئے جائیں گے اور حدیث میں ہے کہ خالد بن کثیر کے تکیئے کے نیچے سے ان کی روح نکلنے سے پہلے ایک پھٹا ہوا کاغذ ملا جس میں لکھا تھا برائۃ من النار لخالدین کثیر یعنی خالد بن کثیر کی نجات جہنم سے ہو گئی ان کے گھر والوں سے پوچھا گیا کہ یہ کون سا عمل کرتے تھے جو یہ کرامت حاصل ہوئی لوگوں نے کہا ان کا یہ عمل تھا کہ ہر جمعہ کو ہزار مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتے تھے۔

فصل

جس طرح سے رسول اللہ ﷺ پر شب جمعہ میں کثرت درود شریف افضل ہے اسی حکم میں شب سوموار بھی جمعہ کے ساتھ شریک ہے اس لئے کہ سوموار بھی متبرک دنوں میں سے ہے کیونکہ اس دن بندوں کے اعمال درگاہ رب العزت میں پیش کئے جاتے ہیں اسی وجہ سے اس دن ہمیشہ رسول اللہ ﷺ روزہ رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس دن بندوں کے اعمال دربار خداوندی میں پیش ہوتے ہیں تو میں محبوب رکھتا ہوں کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش کئے جائیں جو میں روزہ سے ہوں احیاء العلوم میں بیان کرتے ہیں کہ جو شخص سوموار کی رات میں چار رکعت نماز پڑھے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ تیسری رکعت میں تیس مرتبہ چوتھی رکعت میں چالیس مرتبہ اور سلام پھیرنے کے بعد 75 مرتبہ استغفار کرے اپنے اور اپنے والدین کے لئے 75 بار پھر درود پڑھے رسول اللہ ﷺ پر پچیس بار جو حاجت اللہ تبارک و تعالیٰ سے طلب کرے گا پائے گا جمعرات کے دن درود شریف پڑھنے کے متعلق بھی ایک حدیث آئی ہے مفاخر الاسلام میں بیان کرتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے من صلی علی یوم الخمس مائة مرة لم یفتقر ابدا ترجمہ (جو شخص مجھ پر سو مرتبہ جمعرات کے دن درود شریف پڑھے وہ کبھی محتاج نہ ہوگا)۔

فصل

کوئی شک نہیں ہے کہ درود نبی ﷺ پر مقام خیروبرکت میں مستحسن اور

مستحب ہے لیکن علماء نے چند ایسے مقامات شمار کئے ہیں جہاں اس فضیلت کی استحباب بہت موکد ہے وہ سب میری نظر میں آ چکے ہیں یہ چند مقامات ہیں جن ذکر کیا جاتا ہے۔

طہارت کے بعد خواہ تیمم ہو نماز میں تشہد کے بعد شافعیہ کے نزدیک قنوت کے بعد بھی' نماز کے بعد' اذان و اقامت کے بعد' نیند سے اٹھنے کے بعد تہجد کے لئے وضو کے بعد حمد کے بعد' تہجد کے بعد' مسجد میں داخل ہوتے وقت مسجد سے نکلتے وقت جمعہ کے بعد' شب جمعہ میں خاص کر بعد نماز جمعہ' جمعرات' ہفتہ' اتوار مسجد کے پاس سے گزرتے وقت اور ہر دن کے متعلق حدیثیں آئی ہیں خطبوں میں صبح و شام سحری کے وقت خطوط میں بسم اللہ کے بعد عید کی تکبیرات میں (شافعیہ کے نزدیک) نماز جنازہ میں احرام میں تلبیہ کے بعد صفا و مروہ پر تہلیل و تکبیر کے بعد' خانہ کعبہ دیکھنے کے وقت' حجراسود کو بوسہ دیتے وقت' طواف کعبہ میں' التزام میں' حج کے مواقف میں' قبر نبوی ﷺ کے نزدیک کہ مخصوص اور اقرب و مستحب انوار و برکات کی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) آثار نبویہ ﷺ و دیگر مقامات دیکھنے کے وقت مثل قبا' سبز گنبد' وادی بدر اور جبل احد' خرید و فروخت کے وقت وصیت نامہ کی تحریر کے وقت' ارادہ سفر میں' سواری پر سوار ہوتے وقت اور اترتے وقت' بازار جاتے اور آتے وقت' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ جس بازار میں لوگوں کا ہجوم اور غفلت زائد دیکھتے تھے تو آپ حمد و صلوٰۃ کہتے ہوئے داخل ہوتے تھے دعوت میں حاضری کے وقت اور لوٹتے وقت گھر میں داخل ہوتے وقت جب کوئی حاجت پیش آئے' محتاجگی کے خوف پر' جب غلام یا باندی بھاگ جائے' جب رنج و سختی اور طاعون ہو یا ڈوبنے کا خوف ہو جب کان میں آواز آنے کا مرض ہو ذکر اللہ میں ذکر نبی بخیر جب پاؤں سو جائے' چھینک کے وقت' جب بھولی ہوئی چیز یاد آ جائے یا بھولنے کا خوف

ہو' مولی کھاتے وقت چونکہ اس کے متعلق حدیث آئی ہے' برتن سے پانی پیتے وقت' گدھے کی آواز کے وقت' گناہ کے بعد' تاکہ اس کا کفارہ ہو جائے دعا کے اول و آخر میں' مسلمان اور دوست ہمراہی کی ملاقات کے وقت' کسی محفل کے اجتماع کے وقت منتشر ہونے سے پہلے' مجلس سے اٹھتے وقت تاکہ غیبت سے امن رہے' اور ہر محفل جو اللہ اور شعائر اسلام کے لئے ہو' ختم القرآن کے وقت' حفظ قرآن کی دعا میں' ہر کلام غیر ممنوع کی ابتداء میں' تعلیم علم اور وعظ و حدیث پڑھنے کے اول و آخر میں جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو بعض علمائے مالکیہ نے مقام تعجب میں مکروہ سمجھا ہے جس طرح تسبیح و تہلیل امرحرام کے وقت میں' لیکن جب ذکر کیا جائے تو یہ درود شریف کے لئے مستحب ترین اوقات شمار کئے جائیں گے۔

حدیث میں آیا ہے مَن صلی علی فی کتاب لم تنزل الملائکۃ تستغفرلہ مادام اسمی فی الکتاب اس حدیث کو بہت سے علمائے حدیث نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے ابن جوزی نے تو اس کو موضوع کہا ہے واللہ اعلم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بخل کی وجہ سے صلوٰۃ کا لفظ سید کائنات ﷺ پر نہیں لکھتا تھا اس کے ہاتھ میں مرض آکلہ ہو گیا یعنی ہاتھ سڑنا شروع ہو گیا اور ایک دوسرا شخص ﷺ لکھتا تھا وسلم نہیں لکھا کرتا تھا حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے خواب میں متنبہ کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو چالیس نیکیوں سے کس واسطے اپنے آپ کو محروم رکھتا ہے یعنی لفظ وسلم میں چار حرف ہیں اور ہر حرف کے عوض میں دس نیکیاں ہیں تو اس حساب سے اس لفظ کے ثواب میں چالیس نیکیاں ہوئیں اور اسی قبیل میں یہ بھی داخل ہے کہ بعض لوگ رمزو اشارہ پر اکتفا کرتے ہیں جیسے بعض لکھنے والے ﷺ کی علامت ص و م یا صلعم بنا دیتے ہیں۔ اور علیہ اسلام کی طرف اشارہ عین و میم سے کرتے ہیں وعلی ہذالقیاس بیان کرتے ہیں

کہ ایک شخص کو خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا اور تمہیں کیسے بخش دیا اس نے جواب دیا میں جب نام مبارک لکھتا تھا تو ﷺ بھی لکھ دیتا تھا اس لئے بخشش ہو گئی کسی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا آپ نے جواب دیا مجھ پر رحمت کی اور میری مغفرت فرمائی پھر مجھے بہشت میں لے گئے جیسے کسی دلہن کو لے جاتے ہیں مجھ پر موتی اور یاقوت نچھاور کئے جیسا کہ دلہن پر کرتے ہیں یہ سب انعام اس وجہ سے ہوا کہ جب میں نے ایک رسالہ لکھا تو کہا تھا صلی اللہ علی محمد عدد ما ذکرہ الذاکرون وعدد ما غفل عن ذکرہ الغافلون

فصل

حضور ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے لئے درود شریف کی مداومت مع طہارت کے درود کے لفظ یہ ہیں اللھم صلی علی محمد والہ وسلم کما تحب و ترضی لہ اور اس درود کی ہیشگی کے ذریعہ سے بھی یہ سعادت حاصل ہو سکتی ہے اللھم صلی علی روح محمد فی الارواح اللھم صل علی جسدہ فی الاجساد اللھم صلی علی قبرہ فی القبور مفاخر اسلام میں بیان کرتے ہیں جو شخص جمعہ کے دن ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے اللھم صلی علی محمد النبی الامی تو سید انام ﷺ کو خواب میں دیکھے گا یا اپنا گھر جنت میں دیکھ لے گا اگر کچھ نہ دیکھے تو پانچ جمعہ تک اس عمل کو کرے۔ ان شاء اللہ خوش کرنے والا خواب دیکھے گا جو شخص شب جمعہ میں دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ آیت الکرسی اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص اور نماز کے بعد اس درود شریف کو سو بار پڑھے اللھم صلی علی

محمد النبی الامی والہ وسلم تو سید انام صلوت اللہ الملک العلام کو خواب میں دیکھے گا اگر اس کے نصیب میں ہے تو ان شاء اللہ تین جمعہ سے زائد نہ گزریں گے کہ دیدار سے مشرف ہو گا یہ بعض فقرا کا مجرب ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص شب جمعہ میں دو دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ احد پچیس بار اور بعد نماز کے ہزار مرتبہ درود شریف پڑھے صلی اللّٰہ علی النبی الامی رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھے گا سعید بن عطا سے روایت ہے کہ جو شخص پاک بستر پر سوئے اور سوتے وقت اس دعا کو پڑھے اور اپنے دائیں ہاتھ کو تکیہ بنا کر سو جائے تو حضور ﷺ کو خواب میں دیکھے گا دعا یہ ہے اللھم انی اسئلک بجالا وجھک الکریم ان تریني فی منامی وجه نبیک محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم رویة تقربها عینی و تشرح بها صدری و تجمع بها شملی و تفرج بها کربتی و تجمع بها بینی و بینه یوم القیامة فی الدر جات العلی ثم لا تفرق بینی و بینه ابدا یاالرحم الراحمین اگرچہ اس طریقہ میں تحفہ صلوٰۃ کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن اگر اس سعادت کا طالب اس دعا کو درود شریف کے بعد پڑھے تو یقیناً اتم و اکمل ہو گا اور بہت سے طریق بھی اس سعادت کے حاصل کرنے میں بیان کئے گئے ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ذکر میں ظاہر و باطن سے متوجہ رہے درود شریف کی کثرت کے ساتھ آپ کی دائمی توجہ رکھے واللہ الموافق۔

فصل

درود شریف کے وہ الفاظ جو احادیث میں آئے ہیں کوئی شک نہیں ہے کہ ان کا پڑھنا اس اعتبار سے کہ وہ لفظ نبی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے

ہوئے ہیں افضل ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ تمام درودوں میں افضل وہ درود ہے جو التحیات کے بعد نماز میں پڑھا جاتا ہے اور وہ درود صحیح حدیثوں میں مخصوص کیفیتوں کے ساتھ آیا ہے جس کا ذکر کیا جائے گا ہر ایک حصول مقصد کے لئے کافی ہے۔ سب میں مشہور یہ درود شریف ہے اللھم صل آخر تک اور اللھم بارک آخر تک۔

سبکی جو علمائے شافعیہ سے ہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص التحیات کے بعد والا درود شریف رسول اللہ ﷺ پر پڑھے بے شک اس نے اس طریقہ پر درود پڑھا جیسا کہ حکم کیا گیا ہے اور یقیناً اس نے وہ ثواب حاصل کر لیا جس کا اس درود شریف پر وعدہ کیا گیا ہے اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میں رسول اللہ ﷺ پر بہترین درود پڑھوں گا تو وہ اس قسم سے نماز والا درود شریف پڑھ دینے سے بری ہو سکتا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درود پڑھنے والے کو چاہیے کہ احادیث صحیحہ میں کیفیات مخصوصہ جتنی آئی ہیں سب کو جمع کرے اور پڑھے تاکہ تمام الفاظ ماثورہ اور جملہ صیغہائے درود کا ثواب حاصل ہو اور وہ مجموعہ یہ ہے

اللھم صلی علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی و علی آل محمد وازواجہ امھات المومنین و ذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم فی العالمین انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد عبدک و رسولک النبی الامی و علی آل محمد وازواجہ امھات المومنین و ذریتہ واھل بیتہ کما بارکت علی ابراہیم فی العالمین انک حمید مجید و کما یلیق بعظم شرفہ و کمالہ ورضاک عنہ و کما تحب و ترضی لہ عدد معلوماتک و مداد کلماتک ورضی نفسات وزنۃ عرشک افضل صلوۃ و اکملھا واتمھا کلما ذکرک الذاکرون وغفل عن ذکرک الغافلون وسلم تسلیما کذالک وعلینا

معهم اور شیخ کمال الدین بن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام کیفیات جو حدیث میں وارد ہیں وہ اس درود میں موجود ہیں اللھم صل ابدا افضل صلواتک علی سیدنا محمد عبدک و نبیک ورسولک محمد و الہ وسلم تسلیما وزادہ تشریفا و تکریما وانزلہ المنزلۃ للقرب عندک یوم القیمۃ

ابن قیم جوزی حنبلی نیز بعضے علمائے شافعیہ کہتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ جتنے لفظ آئے ہیں جدا جدا ہر ایک کو ایک خاص وقت میں پڑھے تاکہ جن لفظوں سے وہ حدیث آئی ہے سب پر عمل ہو جائے اور سب کو یکجا کر لینا اپنی مجموعی صورت کے اعتبار سے ایک نئے درود کو ایجاد کرنے کو مستلزم ہے جو کسی حدیث میں وارد نہیں انتہی بہر صورت بعض درود شریف جن کے الفاظ حدیث شریف میں آئے ہیں یہاں پر ذکر کی جاتی ہیں و باللہ التوفیق

نمبر1 اللھم صل اور اللھم بارک آخر تک اس کو مسلم نے روایت کیا ہے لیکن بعض روایتوں میں زیادتی ہے۔

نمبر2 اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم انک حمید مجید اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

نمبر3 اللھم صل علی محمد النبی الامی و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید اس کو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

نمبر4 اللھم صلی علی محمد وازواجہ وزریتہ کما صلیت علی ابراہیم و بارک علی محمد وازواجہ وزریتہ کما بارکت علی ابراہیم انک حمید مجید اس کو ابن ماجہ مسلم، بخاری اور نسائی نے روایت کیا

ہے۔

نمبر5 اللهم صل علی محمد عبدک ورسولک کما صلیت علی ابراہیم و بارک علی محمد و علی ال محمد کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید اس کو مسلم و بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

نمبر6 اللهم اجعل صلواتک و برکاتک علی محمد وعلی آل محمد کما جعلتها علی ابراہیم و آل ابراہیم انک حمید مجید و بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم انک حمید مجید اس کو قاسم نے روایت کیا ہے اور اسی طرح سے تلمانی نے اپنی مفاخر میں اس پر تنبیہ کی ہے۔

نمبر7 اللهم صل علی محمد واهل بیته کما صلیت علی ابراہیم انک حمید مجید اللهم صل علینا معهم اللهم بارک علی محمد واهل بیته کما بارکت علی ابراہیم انک حمید مجید اللهم بارک علینا معهم صلوٰة الله و صلوٰة المومنین علی محمد النبی الامی السلام علینا ورحمته الله وبرکاته اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

نمبر8 اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

نمبر9 اللهم صلی علی محمد النبی الامی وازواجه أمهات المومنین وزریته واهل بیته کما صلیت علی ابراہیم انک حمید مجید ابو داؤد نے اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پسند کرتا ہے کہ اس کے لئے پورا پورا وزن کیا جائے لازم ہے کہ جب ہمارے اوپر درود پڑھے تو یہ لفظ کہے۔

نمبر 10 اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک علی محمد و علی آل محمد کما صلیت و بارک علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید و مجید اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔

نمبر 11 اللھم اجعل صلوتک ورحمتک و برکاتک علی محمد و آل محمد کما جعلتھا علی ابراہیم انک حمید مجید اس کو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

نمبر 12 اللھم صل علی محمد کما امرتنا ان نصلی علیہ وصل علیہ کما ینبغی ان یصلی علیہ اس کو شرف المصطفیٰ کے مصنف نے ذکر کیا ہے۔

نمبر 13 اللھم صلی علی محمد عبدک ورسولہ النبی الامی الذی امن بک و بکتابک واعطہ افضل رحمتک و آتہ الشرف علی خلقک یوم القیامۃ واجزہ خیر الجزاء والسلام علیہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ

تنبیہہ جو درود کہ سلام کے ذکر سے خالی ہے اس میں یہ کلمہ ملالے السلام علیک ایھا النبی الکریم ورحمۃ اللہ و برکاتہ اس لئے کہ صلوٰۃ کا ذکر بغیر سلام کے اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے یہ مسئلہ ماخوذ ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان سے یا ایھا الذین امنو صلو علیہ وسلموا تسلیما اگرچہ بعض علماء کو اس کی کراہت میں کلام ہے لیکن خلاف اولی ہونا تو متفق علیہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا تذکرہ جو بعض درودوں میں صلوٰۃ کے ساتھ نہیں فرمایا ہے وہ اس لئے ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات کے جاننے والے تھے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ سیکھ لیا اس سے مراد وہ سلام ہے جو تشہد میں پڑھتے ہیں اب آپ کے اوپر صلوٰۃ کس طرح بھیجیں تو آپ نے فرمایا کہ پڑھو اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد (الحدیث) اور

اسی طرح محض سلام پر بس کر دینا بھی مکروہ ہے یا خلاف اولی ہو گا اکثر عجمی مصنفوں کا قاعدہ ہے کہ حضور ﷺ کے ذکر میں علیہ السلام پر اکتفا کرتے ہیں لیکن اہل عرب کی کتب میں یہ بات کم ہے جو مصنفین متقدمین میں ہیں اور متاخرین کا اتفاق ہو گیا ہے کہ وہ ﷺ لکھتے ہیں یہ نہایت ہی مختصر اور مقصود کا ادا کر دینے والا ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اختصار سے مراد وعلی آلہ کا ذکر کرنا ہے اور نہ اس کلمہ کو بولنے میں اور لکھنے میں زائد کر دینا بہت اچھا اور اولی ہے جیسا کہ بعض نسخوں میں لکھا ہوا دیکھا گیا ہے اگرچہ حضور ﷺ پر دعا کرنا تمام آل و اصحاب اور جمیع مومنین کے لئے شامل ہے۔

فصل

افضل درود کے تعین میں علماء کے مختلف قول ہیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ اختلاف بوجہ وارد ہونے حدیث کے اس درود شریف کے متعلق ہے یا بوجہ شامل ہونے درود کی کیفیت و کمیت مخصوص کے ہے بعض زیارت کے رسالوں میں دس قول دیکھے گئے ہیں۔

پہلا قول - بہترین درود وہ ہے جو ہم نماز میں پڑھا کرتے ہیں۔

دوسرا قول - اللھم صلی محمد وعلی آل کلما ذکرہ الذاکرون و کلما سھی عنہ الغافلون۔

تیسرا قول - اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما ھوا اھلہ

چوتھا قول - اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما انت اہلہ

پانچواں قول - اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد افضل الصلوتک عدد معلوماتک -

چھٹا قول - اللھم صلی علی محمد النبی الامی وعلی کل نبی

وملکیو ولی عدد کلماتک التامات المبارکات

ساتواں قول - اللھم صل علی محمد عبدک و نبیک ورسولک النبی الامی وعلی ازواجه وزریاته عدد خلقک ورضی نفسک وزنته عرشک و مداد کلماتک

آٹھواں قول - اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد صلوٰۃ دائمة بدوامک

نواں قول - اللھم بارک محمد و آل محمد صل علی و آل محمد و اجز محمد اما ھو اھله

دسواں قول - اللھم صل علی محمد وازواجه امھات المومنین و ذریته واھل بیته کما صلیت علی ابراہیم انک حمید مجید

فصل

حدیث میں آیا ہے کہ اذا صلیتم علی فاحسنوا الصلوٰۃ یعنی جب درود پڑھو مجھ پر تو عمدہ درود شریف پڑھو بعض مفسرین نے وقولو للناس حسنا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ناس سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اور حسنا سے مراد درود شریف ہے اور سدی جو علمائے تفسیر سے ہیں صحابہ وغیرہ کی ایک جماعت سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ قوت بیانیہ عطا فرمائے اور وہ شخص اس قوت سے صلوٰۃ و سلام فصیح لفظوں سے ادا کرے تو وہ شخص اس حکم کا فرماں بردار سمجھا جائے گا۔ بعض درود کی افضیلت کا دارومدار یہی حدیث ہے اسی وجہ سے اکابر سلف و خلف نے درود کو ان فصیح الفاظ میں جو منقول ہیں لکھا ہے ان میں سے کچھ یہاں ذکر کئے جاتے ہیں بعض ان میں سے اللھم صل علی سیدنا محمد السابق للخلق نوره الرحمة للعالمین ظھوره

عد مامضی من خلقک و مابقی ومن سعد منھم ومن شقی صلٰوۃ تستغرق العدتحیط بالحد صلٰوۃ لا غایۃ لھا ولا انتھاء ولا امدلھا ولا انقضاء صلٰوۃ دائمۃ بدامک وعلی آلہ و اصحابہ کذالک والحمد اللّٰہ علی ذلک سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس درود کا ثواب دس ہزار لکھا ہے۔ اور اس کا قصہ عجیب و غریب ہے بعض ان میں سے اللھم صلی علی سیدنا محمد افضل ماصلیت علی احد من خلقت صلٰوۃ دایمۃ بدوامک باقیۃ ببقائک صلٰوۃ تکون لک رضاء ولحقہ اداء صلٰوۃ مقبولۃ لدیک معروضۃ علیہ وعلی وصحبہ وبارک وسلم اس درود شریف کے الفاظ مشہور ہیں اور مسبعات عشر میں جو اوراد کی متبرک اور مشہور کتاب ہے لکھا ہے اور تابعین کے زمانہ سے مشائخ کے معمولات میں داخل ہے شیخ اجل اکرم علی متقی نے اپنے بعض رسالوں میں درود شریف کو انہیں لفظوں سے جمع فرمایا ہے اور جو الفاظ کہ اس فقیر کو حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ سے رخصتی کے وقت اجازت فرمائے ہیں وہ یہی ہیں اور بوجہ خصوصیت اجازت دیگر مشائخ کے ذات بابرکات کی وجہ سے جو کچھ اس بندہ کو ان لفظوں میں نور و حضور اور خشوع و خضوع حاصل ہوا دوسرے لفظوں میں مع قطع نظر مبالغہ کے کیفیت اور کمیت میں بہت ہی کم حاصل ہوا اور پھران لفظوں سے دل برداشتہ نہیں ہوا۔ یہ بات مشائخ کی اجازت کے خواص و اسرار سے ہے واللہ اعلم۔

بعض ان میں سے اللھم لک الحمد بعد من حمدک ولک الحمد بعد دمن لم یحمدک ولک الحمد کما ان تحمد اللھم صل علی محمد بعد دمن صلی علیہ وصل علی محمد بعد دمن لم یصل علیہ وصل علی محمد کما تحب ان نصلی علیہ اس درود شریف کے الفاظ طبرانی کے ہیں جو اکابر علمائے حدیث میں سے ہیں انہوں نے کہا کہ اس درود شریف کو

حضور ﷺ کے سامنے خواب میں پڑھا حضور ﷺ نے اس کے سننے کے وقت تبسم فرمایا اور آپ پر وجد کے آثار ظاہر ہوئے نیز دندان مبارک میں سے نور ظاہر ہوا ﷺ بعض ان میں سے اللھم صل علی محمد ملاء الدنیا وملاء الاخرۃ وبارک علی محمد ملاء الدنیا وملاء الاخرۃ وسلم علی محمد ملاء الدینا و ملاء الاخرۃ ومنھا اللھم صلی علی محمد والہ و اصحابہ واولادہ وازواجہ وزرینہ واھل بیتہ واصھارہ وانصارہ واشیاعہ ومحبیہ وامتہ وعلینا معھم اجمعین یا ارحم الراحمین اس کو سخاوی نے شفا سے ذکر کیا ہے جو حسن بصری سے نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے تھے جو شخص خواہش رکھتا ہوں کہ حضور ﷺ کے حوض سے بھرا ہوا پیالہ پئے تو چاہیے کہ اس درود شریف کو پڑھے اور بعض روایتوں میں اللھم صلی علی محمد فی الاولین وصلی علی محمد فی الاخرین وصل علی محمد فی النبین وصل علی محمد فی المرسلین وصل علی محمد فی الملاء الا علی الی یوم الدین الھم اعط محمد الوسیلۃ والفضیلۃ والشرف والدرجۃ الرفیعۃ والبعثہ مقاما محمود اللھم امنت بحمد ولم ارہ فلا تحرمنی فی الحیواۃ رویتہ وارزقنی صحبتہ و توفنی علی ملتہ واسقنی من حوضہ شرابا مرئیا سائغا ھنیالا اظما بعدہ ابداانک علی کل شئی قدیر اللھم بلغ روح محمد و آلہ مناتحیۃ وسلام اللھم کما امنت بہ ولم ارہ فلا تحرمنی فی رویتہ

تلمسانی نے نیشاپوری سے نقل کیا ہے کہ عطا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس درود شریف کو صبح و شام تین بار پڑھے گا اس کے تمام گناہ بخشے جائیں گے اور لکھے ہوئے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ وہ ہمیشہ خوش رہے گا اس کی دعائیں قبول کی جائیں گی اس کی امیدیں بر آئیں گی دشمن پر فتح پائے گا کار خیر کی توفیق ہو گی بہشت بریں میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہو گا بعض ان

میں سے اللھم صل علی محمد و بارک و سلم وعظم و کرم فی الدینا باعلاء دینه واظهار دعوته واعظام ذکره وابقاء شریعته وفی الاخرة بقبول شفاعته فی امته و تصعیف ثوابه و اظهار فضله علی الا ولین والاخرین وتقدیمه علی کافته الا نبیاء و المرسلین فی شفاعته و اعلاء درجته فی الجنة وعلی آله و اصحابه واتباعه اجمعین منها صلی اللّٰه علی محمد واله وسلم صلٰوة هوا اهلها اس درود شریف کے پڑھنے کا حکم صبح کے وقت آیا ہے بعض ان میں سے اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد صلٰوة انت لها اهل وهولها اهل وبارک وسلم یہ درود شریف حسن قبول میں مخصوص ہے اور درجہ قبولیت کو پہنچ چکا ہے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص زائرین میں سے جو مقبول دربار تھا یہی درود ہمیشہ پڑھتا تھا جب مدینہ منورہ سے سفر کرنے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ چند دن اور ٹھہر جا ہم کو یہ تیرا درود پسند آگیا ہے بعض ان میں سے اللھم صل علی محمد معدن الجود والکرم و منبع الحلم والحکم وعلی اله و اصحابه وسلم یہ درود سلسلہ قادریہ میں بہت مشہور ہے بعض ان میں سے اللھم صل وسلم علی حبیبک و قریبک و لبیک مظهر ربوبیتک ومتال حضرتک وتمثال قدرتک روح القدس معطی الحیوة والفضیلة بامرک بکثیر العوا لم مفیض نواطق النفوس صحاب الظفر والتعالی شموس نورک یہ کلمات کہتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے ہیں اسی طرح سے اس سلسلہ کے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے اور حضرت سیدی و سندی و شیخی قبلہ گاہی سمی کلیم الٰہی قدس سرہ نے اپنے وظیفہ کے رسالہ میں ذکر کیا ہے واللہ اعلم بعض ان میں سے اللھم صلی وسلم علی روح محمد فی الارواح وصل وسلم علی جسده فی الاجساد وصل وسلم علی قبره فی القبور سخاوی نے درمنتظم سے نقل کیا ہے کہ اس طرح آیا ہے جو شخص

اس درود شریف کو کثرت سے پڑھے تو حضور ﷺ کے شرف دیدار سے مشرف ہو گا اور حضور ﷺ کی شفاعت سے ممتاز ہو اور آپ کے حوض سے پانی پیئے گا اور اس پر آگ حرام ہو گی یہ درود شریف اہل حرمین شریفین میں بہت مستعمل ہے لیکن اس درود شریف میں اس لفظ کا اضافہ کرتے ہیں وعلی اسم محمد فی الاسماء اور کاتب حروف بعض اوقات میں بوجہ غلبہ شوق ہر عضو شریف کو قدم سے سر تک جدا جدا ذکر کرتا ہے۔ اور درود بھیجتا ہے۔ جیسے کہ اللھم صلی علی راس محمد فی الروس وصل علی شعر محمد فی الشور اسی طرح سے قدم شریف تک اور کبھی کہتا ہے وعلی بلد محمد فی البلاد وعلی دار محمد فی الدور وعلی مسجد محمد فی المساجد وغیرہ بعض ان میں سے اللھم لبیک اللھم سعدیک صل وسلم علیه ان اللّٰه وملائکة یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو صلوا علیه وسلموا تسلیما بعض ان میں سے صلٰوۃ اللّٰہ البر رحیم والملائکة المقربین والنبین والصدقین والشھداء والصالین وما سبح لک من شئی فی الارض والسماء یارب العالمین علی محمد بن عبداللّٰہ بن عبدالمطلب خاتم النبین وسید المرسلین وامام المتقین الشاھداالبشرالداعی الیک بازنک السراج المنیر وسلامه علیه وعلی آله واصحابه اجمعین یہ درود شریف علی ؓ سے مروی ہے اس کو شفا میں ذکر کیا ہے اور اس نماز میں جو حضور ﷺ پر آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے امیر المومنین کے ساتھ پڑھی ہے وہ یہی درود تھا بعض ان میں سے اللھم اجعل صلوتک وبرکاتک ورحمتک علی سیدالمرسلین و امام المتقین وخاتم النبین محمد عبدک ورسولک امام الخیر و رسول الرحمة اللھم البعثه مقام محمود الیغبطه فیه الاولون والاخرون اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہم وعلی آل

ابراہیم انک حمید مجیدیہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بعض ان
میں سے اللھم تقبل شفاعة محمد الکبری وارفع درجة العلیا واتہ
سؤلہ فی الاخرة والا ولی کما اتیت ابراہیم و موسیٰ اسلو طاؤس نے
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا بعض ان میں سے اللھم اعط محمد افضل
ماسالک لنفسہ واعط محمد افضل ماسالک لاحد من خلقک واعط
محمد افضل ماانت مسؤل الی یوم القیمة وہب ابن الورد سے مروی ہے
بعض ان میں سے اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد
النبی الامی الذی ارسلہ رحمة العالمین واصطفیة علی الخلایق
اجمعین عدد مافی علملک وملاء مافی علمک وزنة مافی علمک
وعلو خلقک وعدد کل ذرة اضعافا مضاعفتہ فی ذلک الف مرة فی
الف مرة فی کل نفس ولمحة ولحظة وطرفة یطرف بھا اہل السموات
والارض وعلی آلہ وصحبہ وسلم

درود وسلام

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی پر) اے

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو!

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ "ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی" الآیتہ نازل ہوئی۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مارے خوشی کے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ "ھنیؤنی" یعنی میرے صحابیو! مجھے مبارکباد کہو' کیونکہ میرے بارے میں اس وقت ایک ایسی آیت شریفہ اتری ہے جو میرے نزدیک دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے۔ پھر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی۔ "اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الآیتہ" میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو انار کے دانوں کی طرح چمکتا ہوا ہشاش وبشاش دیکھا۔

صلوۃ و سلام کی رفعت و عظمت' اہمیت و حیثیت' محامد جلیلہ' محاسن جمیلہ اور برکات کثیرہ کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ کیونکہ جتنی بھی عبادات و تسبیحات اور دعوات و اذکار ہیں' ان تمام

کی عملی نسبت انبیاء و رسل خصوصاً" رحمتہ للعالمین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنن مبارکہ سے ہے۔ مگر صلوۃ و سلام کے وظیفہ کو رب العالمین نے اپنا معمول ٹھہرایا، گویا کہ یہ عمل مقدس "درود و سلام" سنت الہیہ ہے۔

نیز صلوۃ و سلام کو نصوص قطعیہ نے وقت اور جگہ کی قید سے آزاد رکھا جب کہ دیگر جملہ عبادات کے اوقات اور مقامات مقرر فرمائے۔

ا۔ نماز:۔ کو "ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا" سے خاص فرمایا۔ جہت قبلہ اور قیام وغیرہ شرائط سے موکد کیا جب کہ درود و سلام کے لئے نہ وقت کا تعین اور نہ ہی کسی جہت و سمت کی قید ہے۔

۲۔ روزہ:۔ ماہ صیام میں فرض قرار دیا اور پھر سحری و افطاری کے وقت خاص فرمائے۔ نفلی روزوں کے لئے بھی انسان آزاد نہیں۔ ان میں طلوع و غروب کی قید ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ شب بھر کچھ نہ کھائے اور کہے میرا روزہ ہے۔ یا سورج کے غروب ہونے سے پہلے افطار کرنے سے اسے تکمیل روزہ کی بشارت سے نوازا گیا ہو۔ بہرحال روزہ قید زمانی کے ساتھ خاص ہے۔

۳۔ زکوۃ:۔ اسے بنائے اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ مگر اس عبادت کی سعادت صرف صاحب نصاب ہی کے حصہ میں آئی۔ جب کہ امت محمدیہ علیہ التحیتہ والثناء کی اکثریت مقدار معینہ کے نہ ہونے کے باعث محروم رہتی ہے۔ یوں بھی صاحب ثروت و نصاب "حال علیہا الحول" کی سہولت کے پیش نظر ممکن ہے۔ سعادت سے محروم رہ جائے۔

۴۔ حج:۔ ارکان اسلام میں حج عظیم ستون کی عظمت سے مزین ہے لیکن "من استطاع الیہ سبیلا" کے ساتھ ایام حج، احرام و میقات معینہ اور مقامات خاصہ کی شرائط سے مقید و مخصوص کر دیا گیا ہے۔ بناء علیہ شاید ہی عالم اسلام کی کل آبادی کا ۴/۱ حصہ اس سعادت کو حاصل کر سکے۔ ممکن ہے اس سے بھی قلیل تعداد وہاں حاضر ہوتی ہو۔

نیز جملہ عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوۃ) میں بلوغت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ نماز بالغ پر فرض، روزہ بالغ، تندرست، مقیم پر فرض، زکوۃ صاحب نصاب پر فرض، حج بالغ پر فرض اور دیگر فرائض و واجبات، سنن و مستحبات کی ادائیگی میں بھی اکثر و بیشتر بلوغت شرط ہے۔ نابالغ پر ان تمام امور شرعیہ کی بجا آوری فرض نہیں اور پھر طرہ یہ کہ فرض از خود ایک قید ہی تو ہے۔ اور درود شریف ایسی کسی

قید سے آزاد، فرض محبت ہے۔

مگر ان جملہ امور کے برعکس "صلوۃ و سلام" کے لئے بلوغت شرط نہیں، نہ ہی اوقات کی قید ہے نہ ماہ و سال کی تخصیص اور نہ ہی لباس کی ہیئت میں تبدیلی کا اشارہ، نہ مالی استطاعت اور جسمانی صحت کی تاکید، الغرض ایمان کے سوا درود و سلام کو ہر قسم کی قیود اور حدود سے آزاد رکھا۔ چنانچہ مسلمان بچہ، بوڑھا، نوجوان، مرد، عورت، بیمار، تندرست، مقیم، مسافر، غلام کسے باشد، دنیا میں کہیں بھی ہو، وہ اپنے پیارے نبی رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عرش پناہ میں ہدیہ صلوۃ و سلام پیش کرکے سنت الہیہ کی ادائیگی، فرشتوں کی موافقت اور مومنین کی رفاقت کو پاکر سعادت دارین کا حق دار بن سکتا ہے۔

ایک بصیرت افروز نقطہ

احکام خداوندی کا جائزہ لیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ جہاں جہاں بھی کوئی حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل میں بندوں کی طرف سے کسی فعل کا صدور ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر نماز کے حکم کی تعمیل میں قیام رکوع اور سجدے کئے جاتے ہیں اور روزہ کے حکم کے امتثال میں بھوکے اور پیاسے رہتے ہیں۔ بخلاف درود

شریف کے کہ حکم صلوۃ کی تعمیل میں کوئی کام نہیں کیا جاتا بلکہ اسی لفظ کو خدا کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اور کہاں جاتا ہے۔ اللّٰھم صل علیہ اے اللہ تو ان پر صلوٰۃ بھیج۔ یہ بلا شبہ ایسا ہی ہے جیسے بنی اسرائیل نے قتال کے حکم کے جواب میں خداوند قدوس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فقاتلا انا ھھنا قاعدون کہا تھا۔ تم دونوں خود لڑو ہم تو یہاں بیٹھ کر تماشا دیکھیں گے۔ لیکن یہاں بنی اسرائیل کی طرح باغیانہ سرکشی یا حکم کی تعمیل سے انکار نہیں ہے' بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ "صلوٰۃ علی النبی" کا مطلب جب رفع درجات اور اعتنائے شان مصطفیٰ ہے تو بندوں میں اس کا یارا کہاں! اب حکم سے عہدہ برآ ہونے کی صورت سوا اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے بندے خود رب العزت سے درخواست کریں کہ اللّٰھم صل علی سیدنا محمد اے اللہ! تو ہی اپنے پیارے نبی ﷺ کی شان بلند فرما اور ان کی عزت و تکریم میں بے پایاں ترقی عطا فرما بیشک تو ہی اس کی قدرت بھی رکھتا ہے اور تو ہی سب سے بہتر اپنے نبی ﷺ کے رتبے سے واقف ہے۔ شان مصطفیٰ ﷺ کی شان میں علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الشفاء میں ایک روح پرور حدیث نقل فرمائی ہے جس سے

دل کی بیماریوں کو شفا ملتی ہے۔ اور حضور ﷺ کی جلالت شان مہرنیمروز کی طرح سب پر روشن ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک موقعہ پر جبکہ میں رب العزۃ کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ ارشاد ہوا اے محمد! کچھ سوال کرو۔ میں نے عرض کیا میں کیا سوال کروں میرے پروردگار! تو نے حضرت ابرہیم کو اپنا خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ کو اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا' اور حضرت نوح کو برگزیدہ کیا۔ اور حضرت سلیمان کو ایسی سلطنت عطا فرمائی کہ ان کے بعد ایسی سلطنت کسی اور کو نہ ملی۔ ارشاد ہوا جو میں نے تمہیں عطا کیا ہے وہ ان سب سے بہتر ہے۔میں نے تمہیں کوثر دیا' اور تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا کہ وہ آسمان میں ہر طرف پکارا جاتا ہے۔ اور تمہارے لئے اور تمہاری امت کے لیے ساری روئے زمین کو طیب و طاہر بنایا'

تم سے پہلے ان عنایات بیکراں کا کوئی بھی حامل نہیں بن سکا۔ اور تمہاری امت کے دلوں کو میں نے اپنی جلوہ گاہ بنایا اور تمہیں شفاعت کے اس منصب جلیل پر فائز کیا کہ یہ درجہ اب تک کسی اور نبی کو نہیں مل سکا۔اس مہکتی ہوئی اور چمکتی ہوئی حدیث مبارکہ کی خوشبو سے آپ کے قلوب معطر اور آنکھیں منور ہوگئی ہوں گی تو آیئے اب بے پناہ شانِ والے نبی رحمت ہر عالم ﷺ پر درود اور خوب سلام بھیجیں۔انوار احمدی ص ۸۶۸۵

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زمین و زماں تمہارے لیے، مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے، بنے دو جہاں تمہارے لیے

دہن میں زباں تمہارے لیے، بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے، اٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے

فرشتے خِدَم، رسولِ حشم، تمامِ اُمم، غلام کرم
وجود و عدم، حدوث و قِدم، جہاں میں عیاں تمہارے لیے

اصالتِ کُل، امامتِ کُل، سیادتِ کُل، امارتِ کُل
حکومتِ کُل، ولایتِ کُل، خدا کے یہاں تمہارے لیے

تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہک
زمین و فلک، سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لیے

وہ کنزِ نہاں، یہ نورِ فشاں، وہ کن سے عیاں، یہ بزمِ فکاں
یہ ہر تن و جاں، یہ باغِ جناں، یہ سارا سماں تمہارے لیے

ظہورِ نہاں، قیامِ جہاں، رکوعِ مہاں، سجودِ شہاں
نیازیں یہاں، نمازیں وہاں، یہ کس کے لیے؟ ہاں، تمہارے لیے

یہ شمس و قمر، یہ شام و سحر، یہ برگ و شجر، یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر، یہ تاج و کمر، یہ حکمِ رواں تمہارے لیے

یہ فیض دیئے، وہ جود کیے، کہ نام لیے، زمانہ جیئے
جہاں نے لیے، تمہارے دیئے، یہ اکرمیاں تمہارے لیے

سحابِ کرم، روانہ کیے، کہ آبِ نِعَم زمانہ پیئے
جو رکھتے تھے ہم، وہ چاک سیئے، یہ ستر بداں تمہارے لیے

نہ جن و بشر کہ آٹھ پہر، ملائکہ در پہ بستہ کمر
نہ جبہہ و سر کہ قلب و جگر، ہیں سجدہ کناں تمہارے لیے

نہ رُوح امیں، نہ عرش بریں، نہ لوح مبیں، کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں، جو رمزیں کھلیں، ازل کی نہاں تمہارے لیے

جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دلہن
سزائے محن پہ ایسے مِنن، یہ امن واماں تمہارے لیے

یہ طور کجا، سپہر تو کیا، کہ عرشِ عُلا بھی دُور رہا
جہت سے ورا، وصال مِلا، یہ رفعتِ شاں تمہارے لیے

یہ مرحمتیں کہ کچّی متیں، نہ چھوڑیں لتیں، نہ اپنی گتیں
قصور کریں اور اُن سے بھریں، قصورِ جناں تمہارے لیے

فَنَا بدَرَت، بقا بِبَرَت، زِ ہر دو جہت، بگردِ سرت
ہے مرکزیت تمہاری صفت، کہ دونوں کماں تمہارے لیے

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے، رضا کی زباں تمہارے لیے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بھینی سہانی صبح میں ، ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ، ہوا یہ کدھر کی ہے؟

کھبتی ہوئی نظر میں ، ادا کس سحر کی ہے؟
چبھتی ہوئی جگر میں ، صدا کس گجر کی ہے؟

ڈالیں ہری ہری ہیں ، تو بالیں بھری بھری
کشتِ امل پری ہے ، یہ بارش کدھر کی ہے؟

ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر ، حرم کہے
سونپا خدا کو یہ عظمت کس سفر کی ہے؟

اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک!
حسرت ملائکہ کو جہاں وضعِ سر کی ہے

معراج کا سماں ہے، کہاں پہنچے زائرو؟
کُرسی سے اُونچی کُرسی، اُسی پاک گھر کی ہے

یہ گھر، یہ دَر ہے اُس کا، جو گھر دَر سے پاک ہے
مژدہ ہو بے گھرو! کہ صلا اچھے گھر کی ہے

چھائے ملائکہ ہیں، لگاتار ہے دُرود
بدلے ہیں پہرے بدلی میں، بارش دُرَر کی ہے

ماؔ و شما تو کیا کہ خلیلِ جلیل کو
کل دیکھنا کہ اُن سے تمنا نظر کی ہے!

اپنا شرف دُعا سے ہے، باقی رہا قبول
یہ جانیں، اُن کے ہاتھ میں کُنجی اثر کی ہے

ہم گرد کعبہ پھرتے تھے کل تک اور آج وہ
ہم پر نثار ہے ، یہ ارادت کدھر کی ہے ؟

کالک جبیں کی سجدۂ در سے چھڑاؤ گے ؟
"مجھ کو بھی لے چلو" یہ تمنا حجر کی ہے

ڈوبا ہوا ہے شوق میں زمزم اور آنکھ سے
جھالے برس رہے ہیں ، یہ حسرت کدھر کی ہے ؟

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے ، غافل ! ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے ! یہ جا چشم و سر کی ہے !

واروں قدم قدم پہ ، کہ ہر دم ہے جانِ نو
یہ راہِ جاں فزا ، مرے مولیٰ کے در کی ہے

گھڑیاں گنی ہیں برسوں ، کہ یہ شب گھڑی پھری
مَر مَر کے پھر یہ سل ، مرے سینہ سے سر کی ہے

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قصیدۂ نعتیہ

کے پہلے پانچ اشعار

●

یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُکَ قَاصِدًا — اَرْجُوْ رِضَاکَ وَ اَحْتَمِیْ بِحِمَاکَ

اے سرداروں کے سردار میں خاص آپ ہی کا قصد کرکے حاضر ہوا ہوں۔ آپ کی خوشنودی کا طالب اور آپ کی حمایت کا امیدوار

وَاللہِ یَا خَیْرَ الْخَلَائِقِ اِنَّ لِیْ — قَلْبًا مَشُوْقًا لَا یَرُوْمُ سِوَاکَ

اے بہترین مخلوق! خدا کی قسم میرا قلب آپ ہی کا شیفتہ ہے اور آپ کے سوا کسی کا ارادہ نہیں رکھتا

وَبِحَقِّ جَاھِکَ اِنَّنِیْ بِکَ مُغْرَمٌ — وَاللہُ یَعْلَمُ اِنَّنِیْ اَھْوَاکَ

آپ کی عزت کی قسم میں آپ کا فریفتہ ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں آپ ہی سے پیار کرتا ہوں

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ — کَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَ

آپ وہ ہیں کہ اگر نہ ہوتے تو کوئی شخص نہ پیدا کیا جاتا بلکہ اگر آپ نہ ہوتے تو کل کائنات ہی نہ ہوتی

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِکَ الْبَدْرُ اکْتَسٰی — وَالشَّمْسُ مُشْرِقَۃٌ بِنُوْرِ بَہَاکَ

آپ وہ ہیں کہ آپ کے نور سے چاند نے نور حاصل کیا اور سورج روشن ہے آپ ہی کے جمال سے

●